رسالة المعاونة

از: امام عبداللہ ابن علوي بن محمدالحداد الحضرمي

کا اردو ترجمہ

کتابِ معاونت

مترجم: سیّد حامد یزدانی

ناشر: ویمن اسلامک مشن یونیورسٹی، کراچی، پاکستان

بہ اشتراک: مدرسہ ہدایہ، ٹورانٹو، کینیڈا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

رسالة المعاونة

از: امام عبداللہ ابن علوی بن محمد الحداد الحضرمی

کا اردو ترجمہ

کتابِ معاونت

مترجم: سیّد حامد یزدانی

ناشر: ویمن اسلامک مشن یونیورسٹی، کراچی، پاکستان

بہ اشتراک: مدرسہ ہدایہ، ٹورانٹو، کینیڈا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسالة المعاونة (کتابِ معاونت)

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
حرفِ ستائش	۱
حرفِ عجز و دُعا	۱۱
ابتدائیہ	۱۵
بابِ یقین	۲۰
بابِ نیّت	۲۲
بابِ مراقبہ	۲۵
بابِ باطن وظاہر	۲۷
بابِ اورادووظائف	۲۸
بابِ تلاوتِ قرآن پاک	۳۳
بابِ حصولِ علم	۳۵
بابِ ذکر	۳۶
بابِ تفکّر	۳۹
بابِ اتباعِ کتاب وسنّت	۴۶

بابِ عقیدہ	۴۹
بابِ دینی فرائض	۵۱
بابِ طہارت و پاکیزگی	۵۴
بابِ اتباعِ سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	۵۷
بابِ آدابِ مساجد	۶۳
بابِ نماز	۶۵
بابِ نمازِ باجماعت	۶۶
بابِ زکوٰۃ	۶۹
بابِ صیام	۷۱
بابِ حج	۷۳
بابِ زُہد و ورع	۷۵
بابِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر	۷۹
بابِ معاشرتی فرائض	۸۲
بابِ شفقت و خیر	۸۶
بابِ نصیحت	۹۱
بابِ سلام و آداب	۹۴
بابِ توبہ و امید و خوف	۹۷
بابِ صبر	۱۰۲

بابِ شُکر	۱۰۶
بابِ زہد و پرہیزگاری	۱۰۹
بابِ توکل	۱۱۱
بابِ حُبِّ الٰہی	۱۱۴
بابِ رضائے الٰہی	۱۱۶
اختتامیہ	۱۲۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرفِ ستائش

سیّدنا امام عبداللہ بن علوی الحدّ اد نَفَعَنَا اللّٰہُ بِہٖ کے روحانی شاہکار رِسالۃ المُعاوِنَۃ (کتابِ معاونت) کا اردو ترجمہ از شاعرِ ٹورانٹو سیّد حامد یزدانی حفظہ اللّٰہ

از: صدّیق عثمان نور محمد

انگریزی سے ترجمہ: قاری عطا اللّٰہ

\- - - - - - - - - - - -

تمام تعریفیں اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے اور اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے دائمی درود اور سلام ہو ہمارے پیارے نبی مکّی مدنی حضرت محمّدِ مصطفٰے صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم پر اور ان کے آل و اصحاب رضی اللّٰہ عنہم پر۔ آمین

قطب الارشاد امام عبداللہ بن علوی الحدّ اد نَفَعَنَا اللّٰہُ بِہٖ (۱۱۳۲ - ۱۰۴۴ھ) کے روحانی شاہکار اور اس کے اردو ترجمہ از سیّد حامد یزدانی کا خیر مقدم ہے۔

امام الحدّ اد کی لکھی ہوئی دس کتابوں میں سے یہ پہلی کتاب ہے جس کا اردو زبان میں ترجمہ ہوا ہے اور جب ہم اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امام الحدّ اد کو قطب الارشاد (ہدایت کا روحانی ستون) کیوں کہا جاتا ہے۔

سب سے پہلے میں امام الحدّ اد کی مثالی زندگی کے اہم ترین نکات کا خلاصہ ان کی سوانح سے پیش کروں گا جسے لکھنے کی سعادت اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے ۲۰۱۴ / ۱۴۳۵ھ میں عطا فرمائی اس کے بعد میں اس بات کی وضاحت کروں گا کہ امام الحدّ اد کے رسالۃ المُعاوِنَۃ کے اردو ترجمہ کے لئے سیّد صاحب کس لئے موزوں ترین شخصیت ہیں۔

(۱) کچھ رسالۃ المُعاوِنَۃ کے مصنّف امام الحدّ اد نَفَعَنَا اللّٰہُ بِہٖ کے بارے میں:
امام الحدّ اد نَفَعَنَا اللّٰہُ بِہٖ کی زندگی اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اُس کے پیارے نبی صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم کی محبت سے مُشک بار، اہلِ بیت وصحابہ رضی اللّٰہ عنہم کی چاہت کے گلاب سے عطر بیز اور صالحین کرام اولیاء اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم کی اُلفت کے عود سے مہکی ہوئی ہے۔

ان کا تعلق اہلِ بیت سے ہے اور شجرہ مبارکہ سیّدنا علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، سیّدتنا فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا اور سیّد الشہداء امام حسین رضی اللّٰہ عنہ کے توسط سے رسول اللّٰہ صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم سے جا ملتا ہے۔

اسلام کی تبلیغ دنیا میں تین طریقوں تحریر، تقریر اور سفر کے ذریعے کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ امام الحدّ اد کی ان تینوں شعبوں میں شاندار کارکردگی بعد کی

صدیوں میں آنے والوں کے لئے ایک عظیم مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ بجا طور پر شیخ الاسلام ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (خالص توحید) پر ایمان رکھنے والوں کے سرخیل ہیں۔روحانیت میں آپ مقامِ صدیقیّت اور ولایتِ عظمیٰ جیسے مراتب پر فائز ہوئے اور یوں بارہویں صدی کے مجدّد کہلائے۔

آپ اہل سنّت والجماعت کے عظیم صوفی شیخ اور پیرِ کامل ہیں۔آپ نے نبی کریم صلّ اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کی ۔آپ مذہباً (فقہی اعتبار سے) شافعی، عقیدۃً اشعری اور مشرباً علوی ہیں۔

آپ ہمیشہ بیواؤں، یتیموں اور غریبوں کے لئے فکر مند رہتے تھے اور ان کی مدد فرماتے تھے۔آپ نے کئی یتیم بچوں کو اپنا کر ان کی پرورش اپنے بچوں کے ساتھ کی۔آپ نے غریبوں اور مسافروں کو اپنی زرعی زمین سے خوراک حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔آپ اپنے خادموں کو تنخواہ بڑی فراخدلی سے دیتے تھے اور آپ کا گھر ہمیشہ مہمانوں سے بھرا رہتا تھا۔ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جود و سخا کی اس روایت کو برقرار رکھنا چاہیے۔

مدینہ منوّرہ کے شیخ ڈاکٹر مصطفیٰ البدوی حفظہ اللہ نے امام الحدّاد کی سوانح میں لکھا ہے کہ آپ کے چالیس خلفاء جن کا نام عمر تھا، مقام ولایت پر فائز ہوئے اور اس بات کی پیش گوئی آپ کے مرشد الحبیب عمر بن عبدالرحمن نَفَعَنَااللہُ بِہ نے کی ہوئی تھی۔

سبحان اللہ

آپ کی میراث یہ تین چیزیں ہیں:
(۱) ذکر اللہ
(۲) آپ کا مثالی کردار اور آپ کی دس تصانیف
(۳) ۱۵۰ دینی قصائد پر مشتمل آپ کا دیوان
اب میں ان نکات کی مختصر وضاحت پیش کروں گا۔

(۱) ذکر اللہ کی میراث

امام الحدّاد نے قرآنِ پاک اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمّد صلّ اللہ علیہ وسلّم کی احادیث مبارکہ سے ماخوذ نہایت ہی پیارے اذکار، دعائیں اور کلمات وردُ اللّطیف اور راتب الحدّاد کی صورت میں مرتّب کئے جو کہ اب چارا کنافِ عالم میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کے تراجم انڈونیشی، افریقن عربی، انگریزی اور سویڈش میں ہو چکے ہیں۔ان اذکار و اوراد کا نور پوری دنیا میں پھیل چکا ہے اور مسلمانوں کے گھروں، دلوں اور پیشانیوں کو منوّر کر رہا ہے۔

امام الحدّ اد نے ایک ضخیم کتاب وردُ الکبیر بھی مرتّب کی ہے۔ وورد ُالکبیر کو ایک بار پڑھنے سے ہمیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا اسمِ ذات (اللہ) ۱۸۶۷ با راپنی زبان سے ادا کرنے کا شرف حاصل ہوجاتا ہے۔ الحمدللہ

آپ کا ایک منفرد اعزاز یہ بھی ہے کہ آپ نے سورہ الفاتحہ، سورہ یٰسٓ، سورہ الواقعہ اور آیت الکرسی کے بعد پڑھی جانے والی خصوصی دعائیں مرتّب کیں۔

(۲) اسلامی روحانیّت پر مستند اور کلاسک کتابیں

امام الحدّ اد نے دس کتابیں تحریر فرمائیں جو اسلامی روحانیت میں کلاسک (سند) کا درجہ رکھتی ہیں۔ گزشتہ تین صدیوں سے بھی زائد عرصہ سے مسلمان انہیں پڑھ کر اپنے تقویٰ میں اضافہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اسی لئے آپ کا لقب قطب الارشاد (اسلام کی تبلیغ اور ہدایت کا روحانی محور) ٹھہرا۔

آج کل تو قرآنِ کریم کی آیات کے کمپیوٹر کی مدد سے مرتب کیے گئے اشاریئے دستیاب ہیں۔ ہم کسی بھی موضوع پر قرآنِ پاک کی آیات تلاش کرنا چاہیں تو کمپیوٹرائزڈ اشاریئے سے بآسانی کر سکتے ہیں۔ لیکن امام الحدّ اد کو اس قسم کے کسی اشاریئے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بذاتِ خود ایک جیتا جاگتا اشاریہ تھے قرآنِ پاک ہی کا نہیں بلکہ احادیث مبارکہ کا بھی۔ جب آپ ان کی لکھی ہوئی دس کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو اس امر کی حقانیت آپ پر بخوبی آشکار ہو جائے گی۔ امام الحدّ اد کی کتابیں روحانیت کے ابتدائی طالب علموں سے لے کر اعلیٰ مقام پر فائز مشائخ تک سب کے لئے یکساں مفید ہیں۔

امام الحداد، امام غزالی نَفَعَنَا اللّٰہُ بِہٖ کی روایت کے امین مصنّف ہیں۔ امام غزالی کی کتاب احیاءعلوم الدّین سے اس درجہ محبت کرتے تھے کہ اس کی تعریف میں انہوں نے ایک نظم بھی تخلیق فرمائی۔ ہم امام الحدّ اد کی کتابوں سے اس لئے زیادہ استفادہ کر سکتے ہیں کہ آپ نے اپنی کتابوں میں امام غزالی کے بعد آنے والے علماء ومشائخ کے اقوال کو بھی شامل کرلیا ہے۔

آپ کی تحریر کی نمایاں خصوصیات میں سب سے زیادہ اہم اس کا خالص، موثر اور مفید ہونا ہے۔ آپ کی تحریر جامع ہے مگر مختصر۔ اس میں گہرائی ہے مگر احساسِ دشواری کے بغیر۔

وہ آپ کو مرعوب کرنے کے انداز میں بات نہیں کرتے بلکہ آپ کو روحانیت کی راہ میں ترقی کا اہل جان کر آپ سے بہت اشتیاق اور احترام کے ساتھ مخاطب ہوتے ہیں اور یوں آپ اس درجہ حکمت ودانائی پر متعجب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

وہ ایک ایسے کیمیا گر ہیں جو لوگوں کے دلوں کو دنیاوی رغبتوں سے چھٹکارا دلا کر انہیں رجال اللہ (اللہ کے بندے) بنانا چاہتے ہیں۔

جکارتہ کی ایک مسجد میں گذشتہ ۱۲۰ برس سے آپ کی تصانیف رسالۃ المُعاوِنۃ اور النَّصائح الدِّینیہ کے مطالعہ کی درسی نشستوں کا اہتمام کیا جارہا ہے

۔ان کی یہ دو کتابیں دینی دروس میں غالباً سب سے زیادہ استعمال کی گئی ہیں۔کینیا میں سیّدی ومرشدی الحبیب احمد مشہور بن طٰہٰ نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ اِن کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔الحبیب امام الحدّاد نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ کا اتنا احترام کرتے تھے کہ جابجا سیّدی کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے اپنے روحانی شاہکار مفتاحُ الجنّۃ (کلیدِ بہشت) میں رسالۃ المُعاوِنَہ سے تفکّر کی اقسام کے تقریباً سارے باب کا حوالہ دیا ہے۔

ان کی تصانیف کے حوالہ سے درسی نشستوں کی برکات دور دراز تک پھیل چکی ہیں۔یہاں تک کہ سڈنی (آسٹریلیا) میں اب آپ کی لکھی ہوئی سبیل الاڈکار (بندے کی زندگیاں) کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔آپ کی لکھی ہوئی کچھ کتابیں تعلیمی اداروں کے نصاب میں بھی شامل ہیں۔ترکی سے لے کر کینیا تک علمائے کرام آپ کی شعری اور نثری کتابوں کے حوالے دیتے ہیں۔

(۳) ۱۵۰ دینی قصائد پر مشتمل دیوان

امام الحدّاد نے ۱۵۰ دینی نظمیں اور قصیدے لکھے جو آپ کے دیوان میں حروفِ تہجّی کی ترتیب سے شامل ہیں۔اس طرح انہوں نے اسلامی تعلیمات کو نثر اور نظم ہر دو اصناف میں بڑے جامع انداز میں پیش کیا۔اس کی ایک مثال 'عقیدہ اہل السّنہ والجماعۃ' ہے جسے آپ نے نثر اور نظم دونوں میں لکھا ہے۔

ان کا ایک قصیدہ تو ایسا ہے جس کا بیشتر حصہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمّد صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم پر صلوٰۃ وسلام پر مشتمل ہے۔یہ قصیدہ آپ نے اُس وقت تحریر فرمایا جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔اس قصیدے کا ۱۶واں شعر مسجدِ نبوی سے متصل آقا کے حجرۂ مبارکہ کے اندر کنداں ہے۔
آیئے حصولِ برکت کے لئے اسے پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

نَبِيٌّ عَظِيمٌ خُلْقُهُ الْخُلُقُ الَّذِي
لَهُ عَظَّمَ الرَّحْمٰنُ فِي سَيِّدِ الْكُتُبِ

ترجمہ: وہ عظیم نبی جن کا کردار ایسا کردار ہے کہ جس (کے ذکر) کو نہایت مہربان رب نے اپنی عظیم الہامی کتب کی سردار کتاب (قرآن پاک) میں عظمت بخشی۔

ہمارے ایک پاکستانی بھائی جو قادریہ سلسلہ سے تعلّق رکھتے ہیں اس شعر کی نسبت سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام حدّاد رکھا۔

اللہ اکبر

(ب) کچھ رسالۃ المعاونہ کے مترجم سیّد حامد یزدانی حفظہ اللّٰہ کے بارے میں:

میرے خیال میں سیّد حامد یزدانی اس ترجمہ کے لئے بہت موزوں شخصیّت ہیں کیونکہ وہ شاعر بھی ہیں اور صاحبِ علم (سکالر) بھی۔اسی لئے وہ امام

الحدّاد نَفَعَنَا اللّٰهُ بِهٖ کے لکھے ہوئے اذکار و اوراد کو جو وِردُ اللّطیف اور رَاتبُ الحدّاد جیسی کتابوں میں شامل ہیں، آپ کی لکھی ہوئی دس کتابوں اور آپ کے ۱۵۰ قصائد کے مندرجات اور شعری اسلوب کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

سیّد صاحب مذہباً (فقہی طور پر) حنفی، عقیدتاً ماتریدی، مشرباً نقشبندی اور نسباً گیلانی ہیں۔

دینی ادب کے ضمن میں سیّد صاحب کی دو کتابیں اطاعت (اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور نبیِّ کریم صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم کی) اور گلِ توصیف (تعریف کے گلاب) چھپ چکی ہیں۔ یہ کتابیں اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی حمد، نبیِّ کریم صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم کی نعتوں کے علاوہ اہلِ بیت رضی اللّٰہ عنہم، خلفاءِ راشدین رضی اللّٰہ عنہم اور اولیاء اللّٰہ رحمۃ اللّٰہ علیہم کی مناقب پر مشتمل ہیں۔

(ا) حمد اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ
اور ایمان والوں کو اللّٰہ کے برابر کسی کی محبت نہیں (۲:۱۶۵)

سیّد صاحب اللّٰہ تعالیٰ کے ۹۹ اسماء پر اردو میں ایک نظم لکھ کر پہلے ہی ہمارے دل جیت چکے ہیں۔

سُبحانَ اللّٰہ

(ب) اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے خود قرآنِ پاک کی بہت سی آیات میں ہمارے پیارے نبی صلّ اللّٰہ علیہِ وسلّم کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ آیئے اس موقع پر حصولِ برکت کے لئے ایک آیت پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان (جہانوں) کے لئے (۲۱:۱۰۷)

چنانچہ نعتیں لکھ کر سیّد صاحب نے حضور صلّ اللّٰہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم اور ان کی تقلید میں نعتیں لکھنے والوں کی پیروی کی ہے۔

آیئے نبیِّ پاک صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم کی ایک حدیث کا تذکرہ کرتے ہیں۔
حضرت انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی نے نبی کریم صلّ اللّٰہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟

آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تم نے قیامت کی کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم جن سے محبت کرتے ہو انہی کے ساتھ ہوگے۔ (البخاری و مسلم)

(ت) اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف اس انداز سے کی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ
ورسب میں اگلے (۹:۱۰۰)

رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ
اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی (۹:۱۰۰)

چنانچہ سیّد صاحب نے تمام خلفاء راشدین کی مناقب لکھی ہیں یعنی:

سیّدنا ابوبکر صدّیق
سیّدنا عمر الفاروق
سیّدنا عثمان ذوالنّورین
سیّدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم

(ث) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اہلِ بیت کی شان یوں بیان فرمائی ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا
اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔ (۳۳ : ۳۳)

چنانچہ سیّد صاحب نے درج ذیل اہل بیتؓ پر بھی مناقب لکھی ہیں:

سیّدنا علی المُرتضٰی
سیّدتنا فاطمہ الزّہرا
سیّدنا امام الحسن

سیّدنا امام الحسین رضی اللہ عنہم

اس کے علاوہ انہوں نے دو امہات المومنین (اہلِ ایمان کی ماؤں):

سیّدتنا خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
سیّدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا

ان کے علاوہ حضور کی والدہ ماجدہ سیّدتنا آمنہ علیہا السّلام اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی مناقب رقم کی ہیں۔

(ج) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے اولیاء کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم (۱۰:۶۲)

چنانچہ سیّد صاحب نے درجِ ذیل اولیاء اللہ اور صالحین کی شان میں ایک یا ایک سے زائد مناقب تحریر کی ہیں:
غوث الاعظم الشّیخ عبد القادر جیلانی
حضرت داتا گنج بخش علی الہجویری
سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی
حضرت نظام الدین اولیاء
حضرت خواجہ محمّد بہاء الدّین نقشبند
امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (بریلوی)
حضرت امام عبد اللہ بن علوی الحدّاد
حضرت الحبیب شیخ احمد مشہور بن طٰہٰ الحدّاد
حضرت اخوندزادہ سیف الرحمان پیر ارچی خراسانی۔

نَفَعَنَا اللّٰهُ بِهِمْ (اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں ان سب کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

سیّد صاحب نے اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرنے والے مختلف سلسلہ ہائے طریقت بشمول قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ اور علویّہ کے مشائخِ عظام کی شان میں مناقب لکھی ہیں۔ اس طرح انہوں نے اپنے مرشد کے اس پیغام کو بھی عام کرنے کی سعی کی ہے کہ ہمیں تنگ نظر نہیں ہونا چاہیے۔

ٹورانٹو میں ہم گذشتہ کئی برس سے ذکر اور میلاد کی محافل کا اہتمام کرتے آرہے ہیں۔ سیّد صاحب ایسی ہر محفل میں اپنی ذمّہ داری سمجھ کر محفل کی مناسبت سے لکھے ہوئے کلام کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب صوفی روایات کے حامل سات مدرسوں کے ساتھ مل کر جشنِ حفظِ قرآن کا اہتمام کیا گیا تو سیّد صاحب نے اس میں قرآنِ پاک کی شان میں لکھی اپنی نظم پیش کی۔ جشنِ عیدِ میلاد النّبی ؐ منایا گیا تو وہ اپنی ایک تازہ نعت کے ساتھ اس میں شریک تھے۔ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ کے عرس کے موقع پر طریقہ قادریہ کے مطابق ذکر کا اہتمام کیا گیا تو انہوں نے غوث پاک کی شان میں ایک منقبت سنائی۔ ہم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں کہ ان کی زیادہ تر اسلامی شاعری ہماری (مدرسہ کی) ویب سائٹ www.madrasahidaya.net پر اپ لوڈ ہو چکی ہے۔

سیّد صاحب نے دینی شاعری کا فن اپنے والدِ گرامی قدر حضرت سیّد یزدانی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا جن کے نعتیہ شعری مجموعہ کا نام **توصیفِ خیرُ البشر** ہے۔ جہاں جہاں اور جس انداز میں سیّد صاحب اپنے دادا مرشد حضرت پیر ارچی نفعنا اللہ بہ کا تذکرہ کرتے ہیں اس سے ہمیں ادراک ہوتا ہے کہ پیر ارچیؒ واقعی ایک شیخ کامل ہیں۔ یوں گویا سیّد صاحب کی جڑیں تصوف میں بھی مستحکم ہیں۔

سیّد صاحب نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ کی شاعری پر قابلِ قدر کام کیا ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے مشہورِ زمانہ سلام کی تضمین لکھی ہے۔ تضمین کو عربی میں تخمیس کہتے ہیں جس میں اصل شعر پر تین مصرعوں کا اضافہ کر کے اسے پانچ مصرعوں پر مشتمل بند کی شکل دے دی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا سلام ۱۷۱ اشعار پر مشتمل ہے اور یہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کسی بھی زبان میں لکھا گیا سب سے طویل سلام ہے۔ سیّد صاحب نے ان سارے کے سارے ۱۷۱ اشعار کی تضمین رقم کر کے اپنا نام علماء کی فہرست میں بھی لکھوا لیا ہے۔ اس تضمین کی دو نمایاں ترین خصوصیات ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں متعدد اسماء النّبی (ہمارے پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نام) شامل کیے گئے ہیں اور دوسرے یہ کہ اس میں بہت سے اولیاء اللہ کے اسمائے گرامی بھی مذکور ہیں۔

سیّد صاحب چوں کہ اعلیٰ حضرت سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے ہیں اس لیے رسالۃ المُعاوِنۃ (کتابِ استعانت) کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے قدرتی طور پر اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن (کنزالایمان) سے ہی استفادہ کیا ہے۔ یہ امر اس حقیقت کی جانب واضح اشارہ ہے کہ وہ امام الحدّاد کے روحانی شاہکار کا ترجمہ کرنے کے صحیح حقدار ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بھی مناسبت ہے۔ امام الحبیب احمد مشہور بن طٰہٰ الحدّاد نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ موجودہ دور میں امام الحدّاد نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ کے سب سے اہم نمائندہ ہیں۔ اعلیٰ حضرت نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ اور الحبیب نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ، دونوں امام نسفی نَفَعَنَااللّٰہُ بِہٖ کی تفسیرِ قرآن تجویز کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی زبان (سوچ) ایک ہی ہوتی ہے۔ یہ دل کی زبان ہے اور محبت پر مبنی ہے۔

الحمدللہ میں نے سارا اردو ترجمہ اصل عربی متن کو سامنے رکھ کر پڑھا ہے اور میرے خیال میں سیّد صاحب نے بہت باریک بینی اور احتیاط سے ترجمہ کیا ہے۔ان کی یہ بےلوث خدمت صرف محبت کی بناء پر ہے۔امام الحداد پر ان کی دو منقبتیں بھی اس بات کی شاہد ہیں کہ وہ امام صاحب سے بہت پیار کرتے ہیں۔

یہاں میں امام الحداد پر لکھی ان کی ایک منقبت سے چار منتخب بند پیش کرتا ہوں۔ملاحظہ کیجئے:

دولتِ ذِکر و یقیں دے کر ــــــ دعوت دینِ مبیں دے کر
قیدِ غفلت سے کریں آزاد ــــــ قطبِ عالم حضرتِ حدّاد

اُن کی تحریریں مثالی ہیں ــــــ بُلبُلِ باغِ غزالیؒ ہیں
معتبر ہے ان کا ہر ارشاد ــــــ قطبِ عالم حضرتِ حدّاد

ہیں قصائد اتنے نورانی ــــــ فیض دیتے ہیں جو روحانی
شاد ہو جن سے ہر اک ناشاد ــــــ قطبِ عالم حضرتِ حدّاد

آئنہ شفاف کرتے ہیں ــــــ زنگ دِل کا صاف کرتے ہیں
ہیں لطیف اُن کے سبھی اوراد ــــــ قطبِ عالم حضرتِ حدّاد

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم رسالۃ المُعاوِنۃ کا یہ اردو ترجمہ اپنے مدرسہ کی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔
الحمدللہ

اب جبکہ سیّد صاحب اس ترجمہ کو مکمل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں تو ہمیں یہ خوش خبری ملی ہے کہ حیدر آباد (بھارت) سے برادر محمّد نوید صدّیقی حفظہ اللہ بھی اس کتاب کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ترجمہ مکمل کرنے میں ان کی مدد فرمائے۔آمین

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ مدینہ منوّرہ کے شیخ ڈاکٹر مصطفٰی البدوی حفظہ اللہ نے امام الحدّاد کی تقریباً ساری کتابوں کا انگریزی ترجمہ کرنے میں پہل کی ہے اور اسی طرح احمد سمیت حفظہ اللہ کو امام صاحب کی پانچ کتابوں کا ملائشین زبان میں ترجمہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ان دونوں حضرات نے رسالۃُ المُعاوِنۃ کا بھی ترجمہ کیا ہے۔جبکہ امّ ہانی نِلسن حفظھا اللہ اور عبدالوحید مورون حفظہ اللہ نے سویڈش میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔امام صاحب کی کتابوں کے

کئی ابواب کا انڈونیشین، ملائشین، اردو، کسواہیلی، صومالی، فرانسیسی، ڈچ اور ڈینش میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ نابینا افراد کے لئے اسلامی کتب شائع کرنے والے پبلشر کتابہ کی طرف سے امام الحدّاد نَفَعَنَااللہُ بِہٖ کی تصنیف النّصائح الدینیہ کے ابتدائی ابواب ابھرے ہوئے الفاظ Braille میں شائع ہو چکے ہیں۔ امام الحدّاد نَفَعَنَااللہُ بِہٖ عالمِ دنیا میں بھی اور عالمِ ارواح میں بھی قطب الارشاد کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔
اللہ اکبر

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سیّد صاحب کو دنیا و آخرت میں اپنے بے حدّ و بے شمار خزانوں سے اس کامیاب خدمت کا صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ان کی اور ان کے اہلِ خانہ کی تمام نیک تمنّاؤں کو پورا فرمائے۔ آمین۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں صحت وتندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے تا کہ وہ خدمتِ دین کے نیک کام کو جاری وساری رکھ سکیں۔ آمین

اسی طرح اللہ تعالیٰ امریکہ میں مقیم برادر عابد پیکر حفظہ اللہ کو بھی اجر عطا فرمائے جنہوں نے نہ صرف مصحف سوفٹ ویئر سے قرآنِ پاک کی آیات کو شامل کیا بلکہ کتاب میں شامل مواد کی پروف خوانی اور اشاعت کے لئے صفحات کی موزوں ترتیب کا کام بھی بخوبی انجام دیا۔ آمین

اللہ تعالیٰ ان سب کو اجر عطا فرمائے جو اپنے طور سے اور اپنی اہلیت کے مطابق ایسی کتابوں کی اشاعت میں تعاون کرتے ہیں۔ آمین

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین

الفاتحہ

ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ/۲۰۱۹
ٹورانٹو۔ کینیڈا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

حرفِ عجز و دُعا

ہم ہمیشہ سے سنتے آئے تھے کہ کلام الامام، امام الکلام ہوتا ہے۔مگر اس محاورے کی حقانیت گزشتہ دنوں تب آشکار ہوئی جب میں نے قطب الارشاد، حداد القلوب، عارف باللہ حضرت سیدنا ومولانا امام عبداللہ بن علوی بن محمد الحدادؒ کی پُر تاثیر عربی تالیف ''رسالہ المعاونۃ ومظاہرۃ والموازرہ للراغبین من المومنین فی سلوک طریق الآخرہ۔'' سے جناب مصطفی البدوی کے انگریزی ترجمہ کی مدد سے استفادہ کرنے کا آغاز کیا۔ایقان وایمان اور عبادت ومعرفت کے علمی جواہر سے آراستہ اس تالیفِ لطیف کے حوالہ سے نیّت یہ تھی کہ ظاہری و باطنی علوم کے اس خزانے کو اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے تا کہ اردو دُنیا بھی اس عظیم امامِ وقت کے عظیم تر خیالات وارشادات سے مستفیض ہو سکے۔

زیرِ نظر ترجمہ کے محرک اُستادِ محترم صدیق عثمان نور محمد صاحب کی طرف سے مجھے جو عربی نسخہ عطا ہوا اسے دارِ احیاء الکتب العربیہ مصر نے ۱۳۹۷ھ (۱۹۶۰ء) میں زیورِ طبع سے آراستہ کیا تھا جبکہ اس کا انگریزی ترجمہ The Book of Assistance کے نام سے پہلی بار ۱۹۸۹ء میں انگلینڈ سے چھپا تھا۔

کتاب کا نام اور پھر اس کا پہلا ہی صفحہ، جس کا آغاز پروردگار کے اسمِ ذات اللہ سے ہوتا ہے، قاری کے قلب وروح کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور پھر۔بسم اللہ الرحمن الرحیم۔پڑھتے ہوئے گویا وہ ایک پُر عزیمت عالمِ دین اور ایک شفیق مرشدِ کامل کے حلقۂ درس وذکر میں روحانی طور پر شامل ہو جاتا ہے۔ پھر تو بس نگاہِ قلب کُھلی رکھنے کی ضرورت ہے؛ یقین وایمان کی گہرائیوں سے لے کر ذکر وفکر کی پہنائیوں تک، اسرارِ ربِ کائنات سے لے کر مراقبہ واوراد کے ثمرات تک، ارادہ ونیت کی راہداریوں سے لے کر عبادات کی کیاریوں تک، اتباعِ کتاب وسنّت کی اہمیت سے لے کر ارتباطِ علم وعمل کی فضیلت تک کتنے ہی باب یکے بعد دیگرے کھلتے چلے جاتے ہیں اور افقِ ادراک پر ذوق وشوق کے کتنے ہی رنگا رنگ دریچے وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

زمان ومکاں کی قید سے آزاد ایک پاکیزہ ابدی زندگی کی دعوت دیتی قطبِ عالم حضرت مولانا حدادؒ کی یہ تحریریں جامعیت اور بلاغت کا ایک ایسا شاہکار ہیں کہ جس کی روشنی کی چکا چوند سے علمِ زمانہ کی آنکھیں چندھیائی جاتی ہیں۔یہ اردو زبان کا خصوصی اعزاز ہے کہ اس کے تخلیقی جھرمٹ میں حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالیؒ، غوث الثقلین سیّد عبدالقادر جیلانیؒ، شیخِ کبیر حضرت محی الدین ابن عربیؒ، حضرت سیّد علی ہجویری داتا گنج بخشؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، امام ابن ہجر العسقلانیؒ، علامہ جلال الدین رومیؒ، حضرت شیخ سعدیؒ، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانیؒ، اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت احمد رضا خانؒ اور علامہ یوسف نبہانیؒ جیسے علمائے دین اور مشائخ عظام کی مقتدر مترجمہ تصنیفات کے ساتھ اب ایک اور امامِ وقت کی شاندار تالیف شامل ہونے جا رہی ہے۔امید ہے کہ اردو قارئین اس سے خوب استفادہ کریں گے۔

حدادالقلوب، عارف باللہ سیّدناومولانا امام الحدادؒ بجاطور پر شانِ یمن ہیں۔ان کے جدّمکرم مہاجر الی اللہ حضرت سیّد احمد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن امام جعفر صادق رضؓ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں عراق سے ہجرت کر کے یمن کے علاقہ
'حضر موت' میں سکونت پزیر ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نورانی لڑی سے منسلک اس عظیم روحانی ہستی کی اولاد کو بھی ایسی ان مول برکتوں سے نوازا کہ ان میں سے کتنے ہی افراد نے بہ حیثیتِ عابد و عالم نام کمایا اور اپنے تقویٰ و اخلاق سے محبین کے دلوں پر راج کیا اور اتباعِ قرآن و سنّت اور دینی علم و ادب کی بنیادوں پر روحانیت میں طریقۂ علویہ کا اجراء کیا جس کے ذریعے سالکینِ راہِ ہدایت کے لئے معرفتِ الٰہی کی ایک ایسی شاندار شاہراہ قائم کر دکھائی جس پر حضرت امام الحبیب احمد مشہور بن طٰہٰ الحدادؒ جیسی عظیم ہستیاں اب سنگِ میل کی طرح سالکین کی راہ نُما ہیں۔ الحمد للہ

جہاں تک امام الحدادؒ کے تعارف کا تعلق ہے تو آپ کا مکمل نام (الحبیب) عبداللہ بن علوی بن محمد حدَّادؒ ہے۔ آپ یمن کے علاقہ حضر موت کے قصبہ 'تَرِیم' میں ۵ صفر المظفر ۱۰۴۴ھ کو پیدا ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم "تَرِیم" ہی میں حاصل کی۔ بچپن ہی میں نورِ بصارت سے محروم ہونے کے باوصف آپ کے ذوقِ تحصیلِ علم میں کچھ فرق نہ آیا۔ آپ نے متعدد نامور عُلمائے دِین سے استفادہ کیا جن میں حضرتِ سیّدُنا الحبیب عمر بن عبد الرحمن العطاس، حضرتِ سیّدُنا الحبیب عقیل بن عبد الرحمن السقاف، حضرتِ سیّدُنا العلامہ الحبیب عبدالرحمن بن شیخ عیدید، حضرتِ سیّدُنا علامہ حبیب سہل بن احمد اور عالمِ مکہ حضرتِ سیّدُنا العلامہ سیّد محمد بن علوی السقاف کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

قرآن و حدیث و فقہ کی علمی و عملی تربیت کے بعد آپؒ نے تعلیم و تبلیغِ دین کا کام آغاز کیا اور لاتعداد افراد کو اپنے بے مثل علم و فضل سے مستفیض کیا۔ آپ بہترین اخلاق سے متصّف تھے۔ کمال مہمان نواز تھے۔ مفلسوں اور حاجت مندوں کے غم خوار تھے۔ طبیعت میں سادگی، سخاوت اور غنا ستاروں کی طرح دمکتے تھے۔ جو ایک بار آپ سے ملتا ہمیشہ کے لیے آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔

آپ کے علم کو بحرِ ذخّار سے تشبیہ دی جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس بحرِ ذخار سے سیّدُنا حبیب حسن بن عبداللّٰہ الحداد، سیّدُنا حبیب احمد بن زین الحبشی، سیّدُنا حبیب محمد بن زین بن سمیط، سیّدُنا حبیب عمر بن زین بن سمیط، سیّدُنا حبیب عمر بن عبدالرحمن البار، شیخ احمد بن عبدالکریم بن حساوی اشجار جیسے علما نے علم کے قیمتی موتی چنے۔

آپ کی تصنیفات و تالیفات عربی زبان میں ہیں مگر ان میں سے اکثر کے تراجم انگریزی سمیت متعدد یورپی اور مالے انڈونیشیائی زبانوں میں ہو چکے ہیں اور بے حد مقبول ہیں۔ مثلاً النَّصَائِحُ الدِّیْنِیَّۃ، رِسَالَۃُ الْمُعَاوَنَۃ، الدَّعْوَۃُ التَّامّہ اور رِسَالَۃُ الْمُذَاکَرَۃ۔ آپ کا مجموعۂ کلام۔ تَثْبِیْتُ الْفُوَاد۔ اور دیوان "الدُّرُّ الْمَنْظُوْم" بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

امام الحدادؒ کا ایک خصوصی اعزاز یہ بھی ہے کہ سن ۱۰۹۷ھ میں جب انھیں حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل ہوا تو اس دوران میں انھوں نے ایک نعتیہ قصیدہ ''الرائیہ الکبریٰ''، تخلیق فرمایا۔ ان کے ایک دوسرے شہرہ آفاق قصیدہ ''البائیہ'' کا سولھواں شعر حجرۂ نبوی ﷺ کی اندرونی دیوار پر درج ہے۔ اسی نسبت سے اسے ''قصیدۂ داخلیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

۷ ذُوْالقَعْدَہ ۱۱۳۲ھ کو امام حدادؒ کی روح نے اِس عارضی دنیا کو خیر باد کہا اور اپنے ابدی گھر لوٹ گئی۔ آپ کے جسدِ مبارک کو تریم۔ کے قبرستان میں سپُردِ خاک کیا گیا جہاں ان کی آخری آرام گاہ آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔ اللہ کریم ہمیں بھی ان کے روضے کی زیارت سے مشرف کرے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ

ان کی کتب کے معیار و انداز اور پیغام و اسلوب سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت امام غزالیؒ کی تعلیمات کا نچوڑ ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کرنے والے بھی اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ابتدائیہ اور مختلف ابواب کا سرسری مطالعہ ہی قاری پر مولانا حدادؒ کے علمی و روحانی مرتبے کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ علم و عرفان کا ایک بحرِ بے کنار ہے جس کے فیض کی موجیں ہمارے وجدان کو حقیقی زندگی کے لمس سے آشنا کرتی ہیں۔ قرآن و حدیث اور آثارِ اہلِ بیتؓ و صحابہؓ اور اطوارِ صوفیاءؒ پر انہیں اتنا عبور حاصل ہے کہ ایک ایک صفحہ مستند حوالوں کی قوسِ قزح اپنے آنچل میں سمیٹے ہوئے ہے۔ مثال کے طور پر ''تفکر'' پر ان کے محض ایک باب میں قرآن پاک کے کم و بیش ۲۶ حوالے موجود ہیں۔ احادیث و تاریخ کے حوالہ جات ان کے علاوہ ہیں۔ حضرت مولانا حدادؒ کی تحریروں کا کمال یہ ہے کہ وہ دقیق موضوعات اور کثیر علمی حوالہ جات کے باوصف بڑی آسانی سے ایک عام قاری کے دل میں بھی اُتر جاتی ہیں۔ یوں حضرت مولانا حدادؒ کسی بلند و بانگ دعویٰ کا اعلان کئے بغیر اور کسی اختلافی بحث میں الجھے اور الجھائے بغیر انتہائی دل کش اور آسان پیرائے میں اپنے پیغام کی سچائی ثابت کر دیتے ہیں۔ سبحان اللہ

یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ ترجمہ کرتے ہوئے جہاں ممکنہ قارئین کی استعداد کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے وہاں اس امر کو بھی یقینی بنانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سلاست کی سہولت عظیم امامؒ کی تحریر میں موجود روایتی عظمت و شان کو متاثر نہ کرے۔ ہاں اس ترجمہ کا ایک حُسن یہ ضرور ہے کہ اس میں جو قرآنی آیات بہ طور حوالہ استعمال ہوئی ہیں ان کا اردو ترجمہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحبؒ کے ہر دلعزیز ترجمہ۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن۔ سے لیا گیا ہے۔

پہلے مرحلہ میں شیخ کامل مولانا حدادؒ کی مبارک تصنیف کے ابتدائی ۱۲ ابواب کے اردو ترجمے کا تحفہ۔ کتابِ معاونت و حمایت و ترغیب برائے سالکینِ راہِ اُخروی۔ کے نام سے ان کے عرس مبارک (ذیقعدہ۔ ۱۴۳۵ھ) کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔ اور پھر رفتہ رفتہ باقی ابواب بھی قالبِ اردو میں ڈھلتے گئے اور اب، الحمدللہ، یہ ترجمہ شدہ مکمل کتاب آپ کے سامنے ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ اس کا مطالعہ کرنے والے اور اس سے استفادہ کرنے والے سبھی خوش قسمت احباب اس کی خصوصی برکات سے بہرہ مند ہوں۔ (آمین)

اس موقع پر یہ دعا بھی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قبلہ پیر و مرشد حضرت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی نقشبندی صاحب کے درجات بلند فرمائے جن کی نگاہِ اثر آشنا نے عاجز کو شعورِ مقصدِ حیات کے ساتھ ساتھ دینی و روحانی علم کے حصول کا شوق بھی عطا فرمایا۔

پروردگارِ عالمین میرے نانا جی سیّد شریف شاہ گیلانی قادری صاحبؒ، دادا جان سیّد بہاول شاہ گیلانی چشتی صاحبؒ، والد گرامی سیّد عبدالرشید یزدانی جالندھری صاحبؒ اور میری والدہ مرحومہ کو جنت میں اپنے قرب سے سرافراز فرمائے (جن کی پرخلوص دعائیں ہمیشہ میرے سر پر سایہ فگن ہیں) ۔ آمین

دعا ہے کہ مولا کریم اُستادِ محترم صدیق عثمان نور محمد صاحب کو خصوصی برکات اور دین و دنیا کی خیرِ کثیر سے نوازے جن کی رہنمائی اور دعا کے بغیر اس قابلِ قدر ذمہ داری سے بخوبی عہدہ براہونا ممکن نہ تھا۔ ان کی کرم فرمائی اور حوصلہ افزائی میرے شوقِ تحصیلِ علم کو پروان چڑھانے میں ہر وقت اور ہر انداز میں پیش پیش رہتی ہے۔ اللہ کریم، استاد صاحب کے اہلِ خانہ اور ان کے حلقۂ درس و ذکر میں شامل سبھی اہلِ دل احباب پر اپنی نگاہِ رحمت و کرم رکھے (آمین)

ربِ داور عاجز کے اہلِ خانہ اور اقرباء کو بھی دین و عافیت کی دائمی پناہ میں رکھے، اور اپنے پیارے حبیب (ﷺ) کے وسیلۂ پُرنور سے میری اس کوشش کو قبول و منظور فرمائے اور اس کوشش کو میری نجات کا وسیلہ بنا دے۔ جب تک زندگی ہے مزید دینی کام کرنے کی سعادت بخشے اور فکر و حرف میں برکت عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین (ﷺ)

مع سلام و نیاز

سیّد حامدؔ یزدانی

(ٹورانٹو۔ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ بمطابق فروری ۲۰۲۱ء)

کتابِ معاونت وحمایت وترغیب

برائے سالکینِ راہِ اُخروی

(از: حضرت امام عبداللہ ابنِ علوی الحدادؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابتدائیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا (ہے)

اے اللہ! ہمیں آسانی عطا فرما اور ہماری مدد فرما۔ اے غنی! ہمیں سچ (تک رسائی) عطا فرما کہ تو ہی عطا کرنے والا اور سب جاننے والا ہے۔

سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ

ترجمہ: **پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے (۲:۳۲)**

سب خوبیاں اللہ کو جو واحد ہے، ماجد ہے، جواد ہے، وہاب ہے، رزّاق ہے، حنان ہے، منان ہے، جس نے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں اور جنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اور آپ (ﷺ) پر قرآنِ مجید، فرقانِ حمید نازل فرمایا:

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡفُرۡقَانِ ۚ

ترجمہ: **جو ہے لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں (۲:۱۸۵)**

آپ ﷺ اور آپ کی امّت کے لئے (دین کی) وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اور آپ (ﷺ) کے دین کو تمام ادیان پر فضیلت عطا فرمائی، آپ (ﷺ) کو اکرم الخلق اور آپ کی امّت کو انسانیت کے لئے خیر الامم بنایا جو ایمان لائی اللہ پر اور روزِ جزا پر، جس نے بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا، نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کی اور زیادتی پر باہم مدد نہ دی، جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، صبر کی تاکید کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور گمراہوں کی طعن وتشنیع کی پرواہ نہ کی۔ محض وہ لوگ جن پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے الفاظ شقاوت، خسارا، ناکامی اور ذلت صادق آتے ہیں وہی دوسروں کو اللہ سے دُور کرنے کی اور اللہ کا حق ادا کرنے والوں کو رُسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ وہ لوگ جن کے مقدر میں اللہ پاک نے سعادت، امان، کامیابی اور خوشی لکھی ہے وہ خود کو اللہ کے بندوں کو نصیحت کرنے کے لئے اور انہیں اللہ کی جانب دعوت دینے کے لئے کلّی طور پر وقف کئے رہتے ہیں۔ یہی لوگ انبیاء علیہ السلام کے وارث ہیں، متقیوں کے امام ہیں اور رب العالمین کے نزدیک مومنین میں سے بہترین ہیں۔ یہ لوگ علم میں راسخ ہیں، ایمان، اتقان اور احسان کی حقانیت کی دولت سے بہرہ مند ہو چکے ہیں اور کشف ومشاہدہ کے ذریعہ اللہ کریم کے مُلک اور ملکوت کے اسرار سے واقف ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ ان درجات ومراتب پر امام الائمہ، رحمۃ اللعالمین، اللہ کے پیارے بندے، اُس کے رسول، اُس کے حبیب اور خلیل سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی کمالِ اتباع کے صدقے فائز ہوئے

ہیں۔

(امّا بعد) یہ بندۂ فقیر عبد اللہ بن علوی الحدّ ادعلوی الحسینی (اللہ اس کے اور اس کے اسلاف پر عفو فرمائے۔آمین) اپنے سہو وتقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے عرض گزار ہے کہ یہ رسالہ بفضلہ تعالیٰ جامع ہے اور ایسی نصیحتوں پر مشمل ہے جو اِنشااللہ مفیدِ مطلب ہوں گی۔

یہ رسالہ تحریر کرنے کی طرف مائل ہونے کا ایک سبب تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہے اور دوسرے اس اجر کی تمنّا جس کی عطا کا سچا وعدہ رہنمائی کرنے والوں، نیکی کی دعوت دینے والوں اور علم کی ترویج کرنے والوں سے کیا گیا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے (۳:۱۰۴)

اور پھر:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ترجمہ: **اپنے رب کی راہ کی طرف بُلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے (۱۶:۱۲۵)**

مزید فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ

ترجمہ: **تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں (۱۲:۱۰۸)**

اسی ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو یہاں موجود ہیں وہ ان کو اطلاع کر دیں جو یہاں موجود نہیں، علم کا قاصد خود سے زیادہ علم والے تک بھی علم پہنچا سکتا ہے اور بہت سے ایسے افراد جو خود عالم نہیں، علم کی ترسیل کا ذریعہ بنتے ہیں''۔ اور آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ''جو کوئی ہدایت کی طرف بلاتا ہے اسے اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس کی اتباع کرنے والوں کو ملتا ہے، بغیر ان کے ثواب میں کوئی کمی واقع ہوئے؛ اور جو کوئی خطا کی طرف بلاتا ہے اس کو اتنا ہی گناہ ملتا ہے جتنا اس کا حکم ماننے والوں کو ملتا ہے بغیر ان کے گناہ میں کوئی کمی واقع ہوئے''۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی یہ بھی ہے: ''جو کوئی بھلائی کی نشاندہی کرتا ہے اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا بھلائی کرنے والوں کو ملتا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیثِ پاک ہے: ''جب کوئی ابنِ آدم فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین کے: صدقۂ جاریہ، ایسا علم جو نفع بخش ہو اور نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے''۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بھی فرماتے ہیں: ''میرے بعد تم میں سے سب سے بڑھ کر سخی وہ ہے جو علم حاصل کرے اور پھر اس کو پھیلائے ایسے شخص کو روزِ قیامت ایک پوری امّت کے طور پر اٹھایا جائے گا''۔ اور یہ کہ: ''جو علم سکھاتا ہے تمام مخلوقات اس کے حق میں دعا کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی''۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: ''تمام مخلوقات اللہ کا کنبہ ہیں اور اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو اس کے کنبے کے لئے زیادہ فائدہ مند ہوں''۔ اب اللہ کی مخلوقات کے لئے اس سے بڑھ کر کون فائدہ مند ہوسکتا ہے جو انہیں اللہ کے در کی طرف بُلاتا ہے، علمِ توحید و اطاعت کے ذریعے، اللہ کی عظمت کی نشانیوں کی یاددہانی کے ذریعے، اس کے کرم کی خوشخبری سُنانے کے ذریعے اور اس کے غضب سے بچانے کے ذریعے، جو کافر اور فاسق متعارضین پر ٹوٹتا ہے۔

اس عظیم کام کی جانب توجہ مبذول کروانے کا اور آیات واحادیثِ مبارکہ میں کئے گئے وعدۂ کریمانہ کی جانب راغب کرنے کا سہرا میرے ایک سچے سالک سیّد بھائی کے سر ہے جنہوں نے مجھ سے التماس کی کہ میں ان کے لئے کوئی ایسی نصیحت قلمبند کردوں جس سے وہ مستقل استفادہ کرسکیں۔ میں نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کا تعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اللہ کی استعانت اور ثواب کے حصول سے ہے، اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت روائی فرمائے گا۔ جیسا کہ حضرت پیغمبر ﷺ کا قولِ مبارکہ ہے: ''جب کوئی بندہ اپنے بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے؛ اللہ اُس وقت تک اس کی استعانت کرتا رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے''۔

میں، اللہ تعالیٰ سے توبہ کا خواستگار ہوں اور یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ رسالہ لکھنے کی نیّت محض اچھے دینی مقاصد کے حصول تک محدود تھی؛ میں ایسا کربھی کیسے سکتا ہوں جبکہ میں بندہ کے باطن میں پوشیدہ انسانی خواہشات، نفسانی جذبات اور دنیوی آرزوؤں کی حقیقت سے بہ خوبی واقف ہوں۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے:

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفْسِىٓ ۚ إِنَّ ٱلنَّفْسَ لَأَمَّارَةٌۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىٓ ۚ إِنَّ رَبِّى غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ: **اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو بُرائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے (۱۲:۵۳)**

نفس انسان کا دشمن بلکہ بدترین دشمن ہے اور دشمن پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''تمہارا بدترین دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے''۔ کسی شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

نفس سے ہو خبردار اس کا بھروسہ نہ کر
یہ تو دشمن ہے بدتر ہے ستّر شیاطین سے

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں جانے اور انجانے ہر دو صورتوں میں شرک کے ارتکاب سے۔

میں نے اس رسالہ کے ہر باب کا آغاز اس جملے سے کیا ہے کہ: ''تمہیں یہ یہ کچھ کرنا چاہئے'' اس جملے کا مخاطب بالخصوص میں خود بھی ہوں، اس رسالہ کے محرّک میرے بھائی بھی ہیں اور بالعموم ہر وہ مسلمان ہے جو اس کا مطالعہ کرے گا۔ یہ ابتدائی جملہ ان کے دلوں پر ضرور اثر کرے گا جو اس کے مخاطب

ہیں اوراس طرح میں ان ملامتوں اوراعتراضات سے بھی بچ رہوں گا جن کا ہدف وہ لوگ ہوتے ہیں جو صرف کہتے ہیں، عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ جب میں خود سے اس انداز میں مخاطب ہوتا ہوں ''تمہیں یہ کرنا چاہیئے'' تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میرا قول ابھی فعل کی منزل سے آشنا نہیں ہوا یعنی میں خود کو بھی مائل بہ عمل کرنے میں کوشاں ہوں کہ جس بات کی میں تلقین کرتا ہوں اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں۔ یوں نہ تو میں مومنین کو دھوکا دینے کا مرتکب ہوں گا اور نہ ہی خود سے چشم پوشی کا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ناسمجھ لوگوں کا ذکر اس طرح کیا ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

ترجمہ: **کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں (۲:۴۴)**

اور یہ کہ اس اندازِ تخاطب کے ذریعے میں اس وعید سے بھی محفوظ ہو جاؤں گا جس کا رُخ ان لوگوں کی جانب ہوتا ہے جو کہتے تو ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے قول کے مطابق: ''ایک عالم کو نار میں پھینکنے کا حکم دیا جائے گا اس کی انتڑیاں باہر ابل پڑیں گی جنہیں وہ اپنے ساتھ ساتھ گھسیٹتا پھرے گا آگ کے گرد اگرد جیسے کولھو میں گھومتا گدھا۔ اہلِ نار اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ یہ شخص ہمارے وبال میں کیوں اضافہ کئے جا رہا ہے؟ اور وہ شخص کہے گا کہ میں نے (دوسروں کو) بھلائی کا حکم دیا مگر خود عمل نہ کیا اور (دوسروں کو) بُرائی سے منع کیا مگر خود اس کا ارتکاب کیا۔ آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں: ''شبِ معراج کے سفر کے دوران میں میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جا رہے تھے۔ میں نے ان سے استفسار کیا: 'تم کون ہو؟' اور انہوں نے کہا: 'ہم نے نیکی کا حکم دیا مگر خود عمل نہ کیا اور بدی سے منع کیا مگر خود اس کے مرتکب ہوئے'۔

یہ وعید ان لوگوں پر صادق آتی ہیں جو دنیا کے حصول کی نیّت سے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، جو خیر کی ترغیب دیتے ہیں مگر اس کو مسلسل ترک کرتے ہیں، جو شر سے منع کرتے ہیں مگر خود اس پر ہر دم عمل پیرا رہتے ہیں، جو دکھاوا کرتے ہیں اور نام و نمود کے خواہاں ہوتے ہیں۔ جہاں تک اُن کا تعلق ہے جو اپنے نفس کی ملامت کرتے ہوئے دوسروں کو اللہ کے در کی جانب دعوت دیتے ہیں، گناہوں سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جوش و خروش دکھانے کی ترغیب دیتے ہیں، امید ہے کہ یہی لوگ نجات کے حق دار ٹھہریں گے۔ اُس شخص کی حالت جو علم رکھتا ہے اور اس کی تعلیم بھی دیتا ہے مگر عمل نہیں کر پاتا اُس شخص سے بہر حال بہتر ہے جو علم رکھتا ہے مگر نہ تو اس پر عمل کرتا ہے نہ اس کی تعلیم دیتا ہے۔ اوّل الذکر شخص کا راستہ آخر الذکر کے مقابلہ میں دانش مندانہ ہے اور اس کا انجام بھی آخر الذکر سے بہتر قرار پائے گا۔

کوئی کم فہم شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ کتابوں کی تو پہلے ہی کافی بہتات ہے، اس زمانہ میں نئی کتب تصنیف کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ یہ شخص اپنی بات میں اس حد تک تو حق بجانب ہے کہ کتابیں واقعی بہت ہیں اور یہ کافی بھی ہونی چاہئیں لیکن اس کا یہ کہنا درست نہیں کہ فی زمانہ نئی کتب کی تصنیف کا کچھ فائدہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا دل قدرتی طور پر ہر نئی شے کی جانب مائل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دور کے علماء کو ان کے زمانے سے ہم آہنگ علم عطا فرماتا ہے۔ اور پھر تصانیف دور دور تک جاتی ہیں اور عالم کے انتقال کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں، عالم کو علم کی نشر و اشاعت کا اعزاز عطا ہوتا ہے اور اس کے قبر میں اترنے کے بعد بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کا شمار معلّمین اور داعین الی اللہ میں کرتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی زبان نے حق بات (نیکی) کو حیات عطا کی تا کہ اس کے بعد آنے والے اس پر عمل پیرا ہوں تو ایسے شخص کو روزِ قیامت تک اس کا اجر ملتا رہے گا''۔

میں نے اس رسالہ کا نام 'کتابِ معاونت وحمایت وترغیب برائے سالکینِ راہِ اُخروی' رکھا ہے۔

میری اللہ تعالیٰ سے یہ استدعا ہے کہ وہ مجھے اور جمیع مومنین کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق بخشے اور اس کی تالیف کو خالص اپنے وجہ الکریم کے صدقے قبول فرمائے۔

لیجئے، اب رسالہ کی ابتدا کرتے ہیں۔ توفیق اللہ پاک کی جانب سے ہوتی ہے؛ سو میں اسی سے مدد کا طلب گار ہوں، اسی پر پورا بھروسہ کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے میری نیتوں اور اعمال کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ وہی نگہبان ہے، وہی قادر ہے۔ وہی مجھے کافی ہے، اور وہی بہترین حامی ہے۔

۱۔ بابِ یقین

اے برادرِ محب! تمہیں اپنے یقین کو پختہ بنانے اور اسے سنوارنے پر لازماً توجہ دینی چاہیے کیونکہ یقین جب دل میں گھر کر لیتا ہے تو غیب شہود میں بدل جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا: ''اگر حجاب اُٹھا بھی دیئے جائیں تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا''۔

یقین، ایمان کی قوت، اثبات اور رسوخ سے عبارت ایک ایسی سر بہ فلک چٹان ہے جسے نہ تو شکوک متزلزل کر سکتے ہیں اور نہ ہی اوہام۔ بلکہ شکوک واوہام تو حصولِ یقین کے بعد یکسر محو ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ کبھی باہر سے درآنے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو نہ کان انہیں سُن پاتے ہیں اور نہ ہی دل ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ایسے صاحب یقین پر شیطان کا بس نہیں چلتا؛ وہ اس سے دور بھاگتا ہے، اس کے سائے سے بھی ڈرتا ہے اور اس سے دور رہنے میں اپنی عافیت جانتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان، عمرؓ کے سائے سے بھاگتا ہے'' اور ''راستہ چلتے ہوئے جب بھی شیطان، عمرؓ کو دیکھتا ہے تو اس کا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے''۔

ایسے بہت سے امور واسباب ہیں جو یقین کی تقویت اور استحکام کا باعث بنتے ہیں۔ ان میں سرِ فہرست یہ ہے کہ انسان اپنے قلب وسماعت کو ایسی آیاتِ مقدسہ اور احادیثِ مبارکہ سننے پر مامور رکھے جن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جلال و جمال، اس کی عظمت وکبریائی، خلاقیت، تحکّم، حکمرانی، اقتدار، اور زور آوری میں اس کی یکتائی کا ذکر ہو۔ اسی طرح سے وہ آیات واحادیث بھی سُنے جن میں رسولوں کی حقانیت وکاملیت کا اور ان کی تائید میں آنے والے معجزات کا اور مخالفینِ دین کے لئے نوع نوع کی سزاؤں کا مذکور ہو۔ یہ امر حصولِ یقین کے لئے کافی ہے اس بات کی طرف اشارہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

اَوَلَمۡ یَکۡفِہِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ ؕ

ترجمہ: اور کیا یہ انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری جو اُن پر پڑھی جاتی ہے۔ (۲۹:۵۱)

یقین کو تقویت واستحکام دینے والے امور میں دوسرا ہے زمین وآسمان کی پہنائیوں پر اور اللہ کریم کی پیدا کردہ مخلوقات پر غور کرنا۔ یقین کے لیے اس امر کی ضرورت واہمیت کی جانب اشارہ اللہ تعالیٰ یوں کرتا ہے:

سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ ؕ

ترجمہ: ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کُھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔ (۴۱:۵۳)

تیسرا امر یہ ہے کہ انسان کا ظاہر وباطن اس کے ایمان کے تقاضے ذوق وشوق سے اور اپنی استطاعت کی حد تک پورے کرے۔ اس ضمن میں پروردگار کا ارشاد ہے:

وَ الَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ (۲۹:۶۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔(۲۹:۲۹)

یقین کے بے شمار ثمرات ہیں۔ مثلاً اللہ پاک کے وعدے پر تسکین حاصل ہوجاتی ہے، اس نے جس اجر کی ضمانت دی ہے اس پر اعتماد پختہ ہوجاتا ہے، خالص ذوق وشوق سے اللہ کی جانب رخ ہوجاتا ہے، اس کی طرف سے توجہ ہٹانے والے تمام امور ترک ہوجاتے ہیں۔ انسان ہر حال میں مسلسل اللہ ہی سے رجوع کرتا ہے اور اس کی رضا کے حصول کے لیے دل وجان سے کوشاں رہتا ہے۔

مختصر یہ کہ یقین اصل ہے اور دیگر تمام اعلیٰ مقامات ومراتب، اخلاق اور اعمالِ صالحہ اس کی شاخیں اور ثمرات ہیں۔ اخلاق واعمال، یقین کے تابع ہوتے ہیں۔ ان کی مضبوطی یا کمزوری، صحت یا سقم فرد کے ایمان کی صورتِ حال ہی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا: ''عمل یقین کی موجودگی میں ہی ممکن ہوتا ہے۔ جس قدر بندے کا یقین معتبر ہوتا ہے اُسی قدر وہ باعمل ہوتا ہے اور جب اس کا یقین ناقص ہوتا ہے تو وہ بے عمل ہوجاتا ہے''۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یقین کُلّی ایمان (کا نام) ہے''۔

اہلِ ایمان میں یقین کے تین درجے ہوتے ہیں۔ پہلا درجہ اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والوں) کا ہے۔ ان کا ایمان پختہ ہوتا ہے مگر بعض صورتوں میں تشکیک میں پڑ جانے یا ڈول جانے کا احتمال بھی رہتا ہے۔ اس پہلے درجے کو ایمان بھی کہہ سکتے ہیں۔

دوسرا درجہ مقربین کا ہے۔ یہ درجہ ایمان کے دل میں اُتر جانے سے عبارت ہے اور ایمان دل میں ایسا مستحکم ہوجاتا ہے کہ اس کی مخالفت ممکن ہی نہیں رہتی یا متصوّر ہی نہیں ہوتی۔ اس درجے میں غیب شہود کی طرح محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس درجے کو یقین کہتے ہیں۔

تیسرا درجہ ہے انبیاء اور ان کے کامل ورثاء یعنی صدیقین کا۔ اس درجہ میں غیب شہود ہوجاتا ہے جسے کشف اور مشاہدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر ہر ایک درجے کے اندر بھی کئی درجات ہیں جو سب کے سب اعلیٰ ہیں تاہم ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔

وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۵۷:۲۹)

ترجمہ: اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔(۵۷:۲۹)

۲۔ بابِ نیّت

اے برادرِعزیز! اپنی نیّتوں کی درستی اور اخلاص پر خوب نگاہ رکھو، ان کی اصلاح کرتے رہو اور ان کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے خوب اچھی طرح غور وفکر کرلو کیونکہ نیّتیں اعمال کی اساس ہوتی ہیں؛ تمہارے اعمال انہیں کے مطابق اچھے یا بُرے ہوں گے، صالح یا قبیح ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشادِ پاک ہے: ''اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے، انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ نیّت کرتا ہے''۔

قُربِ الٰہی اور نیک اعمال پر اللہ کے انعام کے حصول کی نیّت کیے بغیر تمہیں نہ تو کوئی حرف ادا کرنا چاہیئے، نہ کوئی قدم اٹھانا چاہیئے اور نہ ہی کسی معاملے کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ قربِ الٰہی کا حصول صرف اور صرف ان فرض اور نفل عبادات کے وسیلے سے ہی ممکن ہے جن کا حکم اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں دیا ہے۔ نیّتِ صادق ایک مباح امر کو عبادت کے درجے تک پہنچا دیتی ہے کیونکہ وسائل کا تعیّن ان کے مقاصد کی روشنی ہی میں ہوسکتا ہے۔ انسان کا اس نیّت سے خوراک کھانا کہ اس سے عبادت کی قوّت پیدا ہوجائے یا نیک اولاد کے حصول کی نیّت سے اپنی زوجہ سے قربت کرنا وغیرہ اس کی کچھ مثالیں ہیں۔

نیّتِ صادق کی ایک شرط یہ ہے کہ عمل اس سے متصادم نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ حصولِ علم سے اس کی نیّت نہ صرف خود کو مائل بہ عمل کرنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دینا ہے مگر علم حاصل کر لینے کے بعد وہ عملی طور پر ایسا کرتا نہیں تو وہ اپنی نیّت میں سچا ثابت نہیں ہوتا۔ یا وہ شخص جو حصولِ دنیا میں لگا رہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس سے اُس کا مقصد دوسروں کی محتاجی سے بچنا، ضرورت مندوں اور قرابت داروں کی مدد کرنا ہے مگر حصولِ مقصد کے بعد وہ اپنے دعویٰ کے مطابق عمل نہیں کرتا تو وہ بھی اپنی نیّت میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہیئے کہ نیّتیں گناہوں پر مثبت اثرات مرتب نہیں کرتیں، اُسی طرح جیسے تطہیر (صفائی) نجسِ عین کو پاک نہیں کرتی۔ اگر کوئی مسلمان بھائی کی غیبت کرنے والے کا ساتھ دیتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایسا محض تفنّنِ طبع کے لئے کر رہا ہے درحقیقت خود بھی غیبت کا مرتکب گردانا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی نیکی کی تلقین نہیں کرتا اور بدی سے روکتا نہیں اور ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایسا شریر سے اپنے تحفّظ کے لئے کرتا ہے تو ایسا شخص خود بھی شریکِ گناہ تصوّر کیا جائے گا۔

اعمال پر نیّتوں کے اثرات کے ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کسی نیک عمل کے لئے کی جانے والی بُری نیّت اس نیک عمل کو بھی تباہ کر کے رکھ دیتی ہے بلکہ اسے برائی میں بدل دیتی ہے۔ اسی طرح ان کا معاملہ ہے جو اچھے کام دولت اور مرتبے کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔
برادرِ من! ہمیشہ کوشش کرو کہ تمہاری نیّت اللہ کی اطاعت سے مربوط رہے اور جو مباح اشیاء بھی تم استعمال کرو ان سے اللہ کے احکامات کی بجا آوری میں مدد ہی مقصود ہو۔

جان رکھو کہ ایک عمل کے ساتھ متعدد نیّتیں منسلک ہوسکتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک پورے اجر کی مستحق قرار پائے گی۔ عبادات کے ضمن میں

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی قرآنِ پاک کا مطالعہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کی نیّت سے بھی کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ نیّت بھی کرتا ہے وہ اس سے مختلف علوم کا استخراج بھی کرے گا (کہ قرآن علم کا خزانہ ہے) اور یہ کہ تلاوتِ قرآن سے وہ سامعین کو بھی مستفیض کرے گا اور اسی طرح کی دیگر نیک نیّتیں۔ مباح امور میں اس کی مثال یہ ہے کہ انسان کھانا بھی اپنے مالک و مولا (جلَّ شانہ) کے حکم کی تعمیل کی نیّت سے کھائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ

ترجمہ: اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو (۲:۱۷۲)

ایسا کرنے میں بھی نیّت یہ ہونی چاہئے کہ اس طعام سے حاصل ہونے والی قوّت کو عبادت میں صرف کروں گا۔ خود کو اس حالت میں رکھنا چاہئے کہ جس میں انسان اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا رہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ

ترجمہ: اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو (۳۴:۱۵)

اب تم ان دو مثالوں کا اطلاق دیگر تمام عبادات اور مباح امور پر کر سکتے ہو۔ ہمیشہ اپنی پوری کوشش کرو کہ نیک نیّتوں میں اضافہ ہوتا رہے۔

لفظ 'نیّت' ہمیشہ دو میں سے ایک معنی کا مظہر ہوتا ہے؛ پہلا معنی ہے مقصد جو تمہارے عزم، عمل اور قول کا حامل ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے نیّت اکثر عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے بشرطیکہ عمل نیک ہو اور اگر عمل بُرا ہو تو نیّت اس سے بھی بدتر قرار پاتی ہے۔ آقا ﷺ کا ارشاد ہے: 'مومن کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے'۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ اس حدیثِ پاک میں خاص طور پر مومن کا ذکر فرمایا ہے۔

دوسرے معنی میں 'نیّت' عبارت ہوتی ہے تمہارے ارادے اور عمل کرنے کے عزم سے۔ انسان جب کچھ کرنے کا عزم کرتا ہے تو وہ تین میں سے کسی ایک صورتِ حال سے دوچار ہوتا ہے:

۱۔ وہ عزم کرتا ہے اور اس پر عمل کر گزرتا ہے۔

۲۔ وہ ارداہ کرتا ہے مگر قوّت واستطاعت کے باوجود عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

مذکورہ دونوں صورتوں کا تجزیہ اس حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں بہ خوبی کیا جا سکتا ہے جس کے راوی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے نیکیاں اور برائیاں لکھ رکھی ہیں اور انہیں واضح بھی کر رکھا ہے، اگر کوئی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کر پاتا تب بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے حق میں ایک نیکی درج کر دیتا ہے اور اگر نیّت کرنے کے بعد وہ اس پر عمل بھی کر لیتا ہے تو اللہ اسے دس نیکیاں عطا فرماتا ہے اور یہ نیکیاں سات سو گنا تک ہوسکتی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ دوسری طرف اگر کوئی برائی کا ارداہ کرتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا تب بھی اللہ اس کے کھاتے میں ایک پوری نیکی درج کرتا ہے اور اگر وہ بُرے کام کا ارادہ کر کے اس پر عمل بھی کر گزرتا ہے تو اس کے حساب میں صرف ایک بُرائی لکھی جاتی

ہے۔

۳۔انسان کسی ایسے کام کاارادہ کرتا ہے جس کے کرنے کی اس میں استطاعت نہیں اور کہتا ہے: ''اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو فلاں کام کرتا''۔ اسے اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا عمل کرنے والے کوملتا ہے، چاہے یہ اجر اس کے حق میں ہو یا خلاف۔ اس کی دلیل رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے: انسان چار قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جسے اللہ نے علم اور مال دونوں عطا کیے ہیں اور وہ اپنے علم کو مال کے (بامقصد) انتظام وانصرام کرنے میں استعمال کرتا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو (اسے دیکھ کر) کہتا ہے: 'اگر اللہ مجھے بھی ایسے ہی علم و مال عطا فرمائے جیسا اس نے اپنے اس بندے کو عطا کئے ہیں تو میں بھی اسی کی طرح عمل کروں گا' تو دونوں کا اجر مساوی ہوگا۔ اور وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا مگر علم عطا نہیں کیا وہ جہالت کے سبب اپنا مال ضائع کر دینے کے درپے ہے جبکہ ایک دوسرا شخص (اسے دیکھ کر) کہتا ہے: 'اللہ مجھے اس شخص کی طرح عطا کرے تو میں بھی اسی کی طرح عمل کروں گا' تو ان دونوں کے گناہ کا بوجھ بھی برابر ہے۔

۳۔ بابِ مراقبہ

برادرِمن! اپنی حرکات وسکنات میں، اپنے ہر ہر پَل میں، اپنے ہر خیال میں، اپنے ہر ارادے میں الغرض ہر حالت میں تمہارا دھیان ہر دم اللہ تعالیٰ کی جانب ہونا چاہیے۔ تمہیں اُس کے قُرب کا احساس ہونا چاہیے۔

جان رکھو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے اور وہ تم سے باخبر ہے حتیٰ کہ جو کچھ تم پوشیدہ رکھتے ہو وہ بھی اس سے مخفی نہیں۔

وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

ترجمہ: اور تمہارے رب سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں زمین میں نہ آسمان میں (۱۰:۶۱)

وَإِن تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى

ترجمہ: اگر تُو بات پکار کر کہے تو وہ بھید کو جانتا ہے اور جو اس سے بھی زیادہ چھپا ہے (۲۰:۷)

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے (اپنے علم، احاطہ اور اقتدار کے ساتھ) تم کہیں ہو (۵۷:۴)

اگر تم نیک بندوں میں سے ہو تو وہ تمہاری رہنمائی فرمائے گا، تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہاری حفاظت فرمائے گا۔

اپنے مالک ومولا سے حیا کرو جیسا کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے اور اس بات کا خیال رکھو کہ وہ تمہیں کسی ایسی حالت میں نہ پائے جس سے اس نے منع فرمایا ہو اور ایسے مقام سے غیر حاضر نہ پائے جہاں ہونے کا اس نے تمہیں حکم دے رکھا ہے؛ اس کی یوں عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں بھی دیکھ رہے، وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اپنے نفس میں جب بھی اللہ کی عبادت کے حوالے سے سُستی پاؤ یا کسی طرح کی حکم عدولی کی جانب میلان پاؤ تو اُسے یاد دلاؤ کہ اللہ تمہیں دیکھتا اور سنتا ہے اور تمہارے اسرار سے اور مخفی باتوں سے بھی واقف ہے۔ اگر جلالِ خداوندی کی معرفت کی کمی کے باعث یہ یاد دہانی نفس پر کارآمد نہ ہو تو اسے ان دو برگزیدہ فرشتوں کی یاد دلاؤ جو نیک اور بد اعمال کے اندراج پر مامور ہیں اور اسے یہ قرآنی حکم سناؤ:

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ

ترجمہ: جب اس سے لیتے ہیں دو لینے والے ایک دہنے بیٹھا اور ایک بائیں (۵۰:۱۷)

مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ

ترجمہ: کوئی بات زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو(۵۰:۱۸)

اگر یہ تنبیہ بھی اس پر بے اثر رہتی ہے تو اس کی توجہ قُربِ موت کی جانب مبذول کرواؤ کہ یہ غائب اور منتظر چیزوں میں سے نزدیک ترین ہے، اسے ڈراؤ کہ کیسے موت انسان کو ناگہاں آلیتی ہے۔سو، اگر موت نے کسی ناپسندیدہ حالت میں آلیا تو پھر انجام ایک نا مختتم خسارے کی صورت میں برآمد ہو گا۔اور اگر یہ انتباہ بھی کارآمد نہ ٹھہرے تو اسے ان انعامات کی یاد دلاؤ جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کے ساتھ کر رکھا ہے اور اس دردناک عذاب کی یاد دلاؤ جس کی وعید اس نے نافرمانوں کو دے رکھی ہے۔اپنے نفس سے کہو:'اے نفس! مرنے کے بعد تو پچھتاوے اور توبہ کا موقع نہ ملے گا۔زندگی کے بعد تو اُدھر یا باغِ جنت ملے گا یا نارِ جہنم۔اب تمہاری مرضی ہے چاہو تو فرماں برداری اپنا لو جس کے ثمرات فلاح، سکون، جنت کی حیاتِ ابد گیر اور کریم و منان اللہ کے رُخِ پُرنور کے دیدار کی دولت ہے۔چاہو تو نافرمانی کی راہ اختیار کر لو جس کا نتیجہ ذلت و رسوائی، استہزا، محرومی، اور آگ کی تہوں کی قید ہے۔' جب بھی نفس اطاعت سے روگردانی کرے اور گناہوں کی جانب راغب ہو تو ایسی باتوں سے اس کا علاج کرنے کی کوشش کرو یہ امراضِ قلوب کے علاج کے لیے بہت مفید ہیں۔

اگر اس خیال کے آنے پر کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے، تمہیں گناہ کرتے ہوئے شرم محسوس ہو اور تم اطاعت پر مائل ہو جاؤ تو سمجھ لو کہ تم نے مراقبہ میں سے کچھ حصّہ پا لیا ہے۔

جان رکھو کہ مراقبہ اعلیٰ مقامات، ارفع منازل اور بلند درجات میں سے ایک ہے۔اسے مقامِ احسان بھی کہتے ہیں جس کا ذکر حضور ﷺ کی اس حدیثِ پاک میں ملتا ہے:''احسان کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت یوں کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں بھی دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے''۔ہر مومن اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ زمین و آسمان میں کوئی شے ایسی نہیں جس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہ ہو، وہ (مومن) جہاں کہیں بھی ہو اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ کہ اس کی حرکات و سکنات اللہ سے پوشیدہ نہیں۔لیکن ضروری ہے کہ یہ احساسِ مشاہدہ انسان کو دائمی طور پر حاصل ہو جائے اور اس کے ثمرات بھی حاصل ہونے لگیں اور اس کا ادنیٰ ترین ثمر یہ ہے کہ انسان تنہائی میں بھی ایسا کوئی کام نہیں کرتا کہ جسے صالحین کے سامنے کرتے ہوئے اسے شرم آئے۔یہ مقام کم کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اور پھر یہ مقام انسان کو اور بھی کم یاب مقام کی جانب لے جاتا ہے اور یہ وہ مقام ہے جس میں بندہ اللہ میں یوں مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کے ماسوا سے قطعی بیگانہ ہو جاتا ہے اور خدائے مقتدر کے مشاہدے میں تمام مخلوق سے غائب ہو جاتا ہے اور یوں وہ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴:۵۵) کے مصداق 'سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور' حاضر ہو جاتا ہے۔

۴۔ بابِ باطن وظاہر

اے برادرِمن! اپنے باطن کی اصلاح میں اُس وقت تک مشغول رہو جب تک کہ وہ تمہارے صالح ظاہر سے بہتر نہ ہو جائے کیونکہ اوّل الذکر (باطن) نگاہِ حق کا مقام ہے جبکہ آخرالذکر (ظاہر) مخلوق کا مطمحٔ نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں جہاں کہیں باطن وظاہر کا ذکر کیا ہے باطن کے ذکر کو مقدّم رکھا ہے اور حضور ﷺ دعا فرمایا کرتے: ''اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح بنا''۔

جب باطن اچھا ہوتا ہے تو ظاہر لامحالہ اچھا ہو جاتا ہے کیونکہ ظاہر ہمیشہ باطن کی پیروی کرتا ہے اچھائی میں بھی اور برائی میں بھی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''(انسان کے) بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے؛ اگر وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو باقی جسم بھی خراب ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے''۔

جان رکھو! جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کا باطن بڑا شاندار ہے جبکہ اس کا ظاہر، ترکِ عبادات کے باعث خرابی کا شکار ملتا ہے تو ایسا شخص دکھاوا کرنے والا اور جھوٹا ہے۔ دوسری طرف ایسا شخص جو اپنی حرکات وسکنات کے ذریعے، اپنے طور طریقے کے ذریعے، اپنی گفتگو کے ذریعے اور اپنی چال ڈھال کے ذریعے اپنے ظاہر کی تو اصلاح میں کوشاں ہے مگر اپنے باطن کو بُرے کاموں اور عاداتِ بد میں ملوث رہنے دیتا ہے وہ ان اہلِ تصنع اور ریاکار لوگوں میں سے ہے جو اللہ کی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔

اے برادر! ایسا عمل چھپ کر کرنے سے بھی اجتناب کرو جسے اگر دوسرے دیکھ لیں تو تمہارے لئے شرمندگی اور ندامت کا باعث ہو۔ کسی عارف کا قول ہے کہ صوفی اُس وقت تک صوفی نہیں بنتا کہ اگر اس کے اندر کو باہر نکال کر بیچ بازار میں بھی رکھ دیا جائے تو اسے اس پر شرمندگی نہ ہو۔

اگر تم اپنے باطن کو اپنے ظاہر سے بہتر نہیں بنا سکتے تو کم از کم انہیں ایک سا تو ضرور کر لو تاکہ تم باطنی اور ظاہری طور پر مساوی انداز میں عمل کر سکو؛ اللہ کے احکامات کی تعمیل کے ضمن میں، منہیات سے احتراز کے حوالے سے، محرماتِ الٰہی کی تعظیم کے تعلق سے اور اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے۔ اور یہ معرفتِ خاص کے راستے میں بندے کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ اس بات کو جانو! باقی توفیق منجانب اللہ ہوتی ہے۔

۵۔ بابِ اوراد و وظائف

اپنے اوقات کو عبادات سے معمور رکھو تا کہ تمہارے شب و روز کی کوئی ساعت کارِ خیر سے بیگانہ بسر نہ ہو۔ ایسا کرنے سے وقت میں برکت حاصل ہوتی ہے، مقصدِ حیات تکمیل آشنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تک رسائی کے اقدام دوام پاتے ہیں۔

تمہیں اپنے روزمرہ کے معمولات جیسے کہ کھانا پینا اور کسبِ معاش وغیرہ کے لیے مخصوص اوقات متعین کرنے چاہئیں۔ جان رکھو کہ بے اعتنائی کے ہوتے ہوئے کوئی حالت بھی اطمینان بخش قرار نہیں دی جا سکتی اور لاپرواہی کی موجودگی میں کوئی دولت بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: 'تمہیں اپنا وقت قاعدے سے گزارنا چاہئے۔ اپنے اوراد و وظائف کو مرتب کرنا چاہئے۔ ہر شغل کے لیے وقت مقرر کرنا چاہئے جس میں اس کی انجام دہی قابلِ ترجیح ٹھہرے۔ اگر تم مویشیوں کی طرح عدم دلچسپی اور بے مقصدیت کے ہتھے چڑھ گئے اور جو جو کام سامنے آتا گیا اسے کرتے چلے گئے تو تمہاری زندگی کا بیشتر حصہ ضیاع کی نذر ہو جائے گا۔ تمہارا وقت تمہاری زندگی ہے اور تمہاری زندگی تمہارا سرمایہ ہے اور یہ اللہ کے ساتھ تمہاری تجارت کی اساس ہے اور قربِ الٰہی میں دائمی مسرت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ تمہاری ہر ہر سانس ایک انمول جوہر (زیور) ہے اور جو سانس چلی گئی وہ پھر کبھی نہیں لوٹتی'۔

تمہیں اپنا سارے کا سارا وقت کسی ایک ورد یا وظیفہ، چاہے وہ کتنا ہی افضل کیوں نہ ہو، میں نہیں صرف کر دینا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے تم کئی دوسرے اوراد کے متنوع اور کثیر فیوض و برکات سے محروم رہ جاؤ گے۔ ہر ورد، ہر معمول قلب کے لیے ایک خاص اثر کا، ایک نور کا، مدد کا اور قربِ الٰہی کی خوشبو کا حامل ہوتا ہے۔ مزید برآں، جب تم بدل بدل کر ورد کرتے ہو تو تم اکتاہٹ سے بچ جاتے ہو۔ حضرت ابنِ عطاء اللہ شاذلیؒ کا فرمان ہے: 'اللہ تعالیٰ چونکہ تمہارے اندر موجود اکتاہٹ کے عنصر کو جانتا ہے اسی لیے اس نے تمہارے لیے مختلف نوع کی عبادات و طاعات تخلیق کیں'۔

جان رکھو کہ اوراد قلب کو منور کرنے کی اور حواس کو قابو میں رکھنے کی زبردست صلاحیت رکھتے ہیں، تاہم اوراد کے اثرات تبھی اجاگر اور مستحکم ہوتے ہیں جب انہیں مستقل طور پر کیا جائے، بار بار کیا جائے اور وقتِ مقررہ پر کیا جائے۔

اگر تم ان افراد میں سے نہیں ہو جو اپنے شب و روز کے تمام اوقات کو طاعات و عبادات سے آراستہ کرتے ہیں تو تمہیں کچھ نہ کچھ اوراد ضرور اپنا لینے چاہئیں تا کہ تمہارا نفس ان کا پابند ہو جائے اور اگر تم بھول جاؤ تو تمہارا نفس پریشان ہو جائے اور یوں تمہیں مقررہ وقت میں اوراد کرنے پر مائل کر لے۔ میرے شیخ حضرت عبد الرحمن السقاف (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا ہے: 'جس کا کوئی ورد نہیں وہ قرد (بندر) ہے'۔ کسی عارف کا یہ قول بھی ہے: 'برکات کی آمد کا انحصار اوراد پر ہے؛ اس لئے جو شخص کوئی ظاہری ورد نہیں رکھتا وہ باطنی پہلو سے بھی محروم ہوتا ہے'۔

اعتدال کو اپناؤ اور ہر معاملہ میں درمیانی راستہ اختیار کرو۔ ایسے اعمال کا انتخاب کرو جن کو تم مسلسل کر سکو۔ رسول اللہ (ﷺ) کا ارشادِ گرامی ہے: 'اللہ کو وہ اعمال پسند ہیں جو دائمی ہوں، چاہے کم ہی کیوں نہ ہوں'۔ حضور (ﷺ) کا یہ بھی فرمان ہے: 'اتنا کام کرو جتنا (ہمیشہ) کرنے کی طاقت رکھتے ہو

کیونکہ اللہ تعالیٰ (کا جی) تو اس وقت تک نہیں بھرتا (جزا دینے میں) جب تک تم لوگوں کا جی (اپنے کاموں سے) نہ بھر جائے‘۔

شیطان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مرید (طالبِ مولا) کو ابتدا میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے پر خوب ابھارتا ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی صورت خیر کے راستے سے پلٹ جائے یا تو اچھے اعمال کو یکسر ترک کر کے یا پھر انہیں غلط انداز میں انجام دے کر۔ اور شیطانِ لعین کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ کس طریقے سے انسان کو گھیرتا ہے۔

اوراد، بالعموم، نفلی نماز، تلاوتِ قرآنِ مجید، مطالعہ اور ذکر وفکر کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔

اب ہم کچھ ذکر کرتے ہیں ان آداب ولوازم کا جن کو، دینی وظائف ادا کرتے ہوئے، ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

تمہیں معمول کی نفلی نمازوں کے علاوہ بھی نوافل ادا کرنے چاہئیں اور ان کے لیے ایسی تعداد کا تعین بھی کرنا چاہیئے جسے تم مقررہ وقت میں ادا کر سکو۔ ہمارے کچھ نیک پیش رو بزرگوں نے ایک ہزار رکعت نماز روزانہ کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ ان بزرگوں میں امام علی بن حسین (رضی اللہ عنہما) بھی شامل ہیں۔ اسی طرح کچھ بزرگ پانچ سو رکعت روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور کچھ تین سو۔ اسی طرح دوسرے بزرگوں کے معمولات تھے۔

یہ بات بھی دھیان میں رہے کہ نماز کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک باطنی حقیقت۔ نماز حقیقی معنوں میں اس وقت تک قائم نہیں ہوتی جب تک اس کے ظاہری لوازمات جیسے کہ قیام، قرات، رکوع، سجدہ اور تسبیح کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت بھی آشکار نہیں ہوجاتی۔ جہاں تک اس کے ظاہری پہلو کا تعلق ہے تو ان میں وہ شرائط شامل ہیں جو اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) کی مقرر کردہ ہیں، جبکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خود کو اللہ کے سامنے حاضر جانے، نماز کو خالصتاً اللہ کے لئے ادا کرنے کی نیت کرے، پورے ارتکاز اور جمعِ قلب کے ساتھ ادا کرے تاکہ اس میں نماز کے علاوہ کوئی اور خیال نہ در آئے اور ان تمام آداب کو ملحوظ رکھے جو اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے لازم ہیں۔ حضور (ﷺ) کا ارشادِ پاک ہے: 'نماز ادا کرنے والا اپنے رب سے مناجات کرتا ہے'۔ اور آپ (ﷺ) کا ایک فرمان یہ بھی ہے: 'جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ اپنا رُخ اس کی طرف موڑ لیتا ہے'۔

یہاں ایک اور ضروری بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور وہ یہ کہ وہ اوقات جو رسول اللہ (ﷺ) سے مسنون یا منقول سنتوں کی ادائیگی کے لئے مختص ہیں ان کو اپنے اضافی نوافل ادا کرنے میں صرف نہ کرے۔ اس کی ایک مثال وہ سنتیں ہیں جو فرض نمازوں سے پہلے اور بعد ادا کی جاتی ہیں اور یہ اتنی جانی پہچانی ہیں کہ ان کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ایک اور مثال نمازِ وتر ہے جو ثابت شدہ اور مؤکدہ نماز ہے۔ کچھ علماء کے نزدیک تو یہ واجب ہے۔ پیغمبر (ﷺ) فرماتے ہیں: 'اللہ وتر ہے اور وہ وتر پسند کرتا ہے: اس لیے وتر ادا کرو'۔ پھر آپ (ﷺ) فرماتے ہیں: 'وتر حق ہے'۔ نمازِ وتر کی زیادہ سے زیادہ گیارہ اور کم سے کم تین رکعتیں ہوتی ہیں۔ وہ افراد جن کی تہجد کے لیے بیدار ہونے کی عادت پختہ ہو چکی ہو، ان کے لیے بہتر ہے وہ وتر بھی اس وقت ادا کریں۔ حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے: 'اپنی رات کی نماز کو وتر بنا لو'۔ وہ لوگ جنہیں تہجد کے لیے اٹھنے کی عادت نہیں ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ اسے عشاء کے ساتھ ہی پڑھ لیں۔

اس کی ایک مزید مثال نصف صبح کی نمازِ ضحیٰ ہے جو بہت مفید اور بابرکت نماز ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ رکعات آٹھ یا بارہ جبکہ کم از کم رکعتیں دو ہیں۔ اس کا بہترین وقت وہ ہے جب سورج خوب نکل آئے اور ایک چوتھائی دن گزر چکا ہو۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: 'صبح دم تمہاری ہر ہر انگلی پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تحمید (الحمدللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے منع کرنا ایک صدقہ ہے۔ نصف صبح کو دو رکعت نماز (ضحیٰ) ادا کرنے سے ان سب کا اجر حاصل ہو جاتا ہے'۔ اس نماز کی فضیلت میں اگر ایک یہی صحیح حدیث وارد ہوئی ہوتی تو بھی کافی تھی۔

اس کے علاوہ ایک اور مثال مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی جانے والی نماز (اوابین) کی ہے۔ اس کی رکعتوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد بیس ہے جبکہ اوسطاً چھ ادا کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں: 'رات کی دو نمازوں (مغرب اور عشاء) کے درمیان بیس رکعت پڑھنے والے کے لیے اللہ نے جنت میں ایک محل تیار کر رکھا ہے'۔ آپ (ﷺ) نے یہ بھی ارشاد فرمایا: 'جس نے نمازِ مغرب کے بعد چھ رکعت ادا کیں اور اس کے درمیان کوئی بُری بات نہ کی تو اسے بارہ سال کی عبادت کے برابر ثواب ملے گا'۔

مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیانی وقت کو آباد کرنا سنتِ نبوی (ﷺ) ہے۔ اس کی فضیلت میں متعدد احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ جب حضرت احمد بن ابوالحواریؒ نے اپنے شیخ حضرت ابوسلیمانؒ سے دریافت کیا کہ انہیں دن میں (نفلی) روزہ رکھنا چاہیے یا شب کی نمازوں کے درمیانی وقت کو (عبادت سے) آباد کرنا چاہیے تو شیخ نے نصیحت کی کہ دونوں کام کرو۔ اس پر حضرت احمدؒ نے عرض کی: 'میں ایسا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا کیونکہ جب میں روزہ رکھتا ہوں تو مغرب کے بعد افطار میں مشغول ہو جاتا ہوں'۔ تب شیخ نے فرمایا: 'اگر تم دونوں کام نہیں کر سکتے تو دن کا (نفلی) روزہ ترک کر دو اور شب کی نمازوں کے درمیانی وقت کو آباد کرو'۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں: 'رسول اللہ (ﷺ) عشاء کے بعد چار یا چھ رکعت نماز ادا کیے بغیر کبھی میرے گھر داخل نہیں ہوئے'۔ اور حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے: 'عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت ادا کرنے کا اجر لیلۃ القدر میں نماز پڑھنے کے برابر ہے'۔

رات کی نماز پڑھا کرو کیونکہ حضور (ﷺ) ارشاد فرماتے ہیں: 'فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نماز رات کی نماز ہے'۔ آپ (ﷺ) یہ بھی فرماتے ہیں: 'رات کی نماز کو دن کی نماز پر وہ فضیلت حاصل ہے جو چھپا کر کئے جانے والے صدقے کو دکھا کر کیے جانے والے صدقے پر حاصل ہے (یعنی ستّر گنا زیادہ ثواب)'۔ حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے: 'رات کو نماز کے لیے بیدار رہا کرو کہ یہ تم سے پہلے آئے صالحین کا طرزِ عمل تھا، یہ عمل تمہیں تمہارے رب کے قریب کرتا ہے، تمہاری خطاؤں کا کفارہ بنتا ہے، تمہیں گناہوں سے باز رکھتا ہے اور بدن کو بیماری سے محفوظ رکھتا ہے'۔

خیال رہے کہ جو عشاء کے بعد نماز ادا کرتا ہے وہ گویا قیام اللیل کرتا ہے۔ ہمارے کچھ اسلاف رات کے پہلے حصہ میں اپنے اوراد کیا کرتے تھے؛ تاہم، کچھ دیر سو کر بیدار ہونے سے شیطان کی شکست ہوتی ہے، مجاہدۂ نفس ہوتا ہے اور ایک خاص سرِّ روحانی حاصل ہوتا ہے۔ یہ تہجد کی نماز ہی تو ہے جسے ادا کرنے کا امر اللہ اپنے پیارے رسول (ﷺ) کو ان الفاظ میں دیتا ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے (۱۷:۷۹)

آثار میں یہ بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر (مسرت آمیز) تعجب کرتا ہے جو نماز ادا کرنے لیے اپنے بستر سے، اپنی اہلیہ کے پہلو سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اللہ اپنے فرشتوں کے روبرو ایسے بندے پر فخر (کا اظہار) کرتا ہے اور اپنا کریم رُخ اس کی جانب موڑ لیتا ہے۔ یاد رکھو کہ یہ بات آخرت کے طالب کے لیے بہت قبیح (ناپسندیدہ) ہے کہ وہ قیام اللیل نہ کرے (یعنی رات کو عبادت نہ کرے)؛ وہ ایسا کیوں نہ کرے گا جبکہ مرید (طالب) تو اپنے مولا کے انعامات زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے۔ مسلم شریف میں ایک حدیث ہے حضور (ﷺ) فرماتے ہیں کہ رات کے دوران ایک ایسا لمحہ آتا ہے کہ جس میں مسلمان اللہ سے دنیا میں بہتری اور آخرت کی بھلائی مانگتا ہے اور اللہ اسے عطا کر دیتا ہے اور یہ لمحہ ہر رات آتا ہے۔

اللہ کی طرف سے نازل کردہ ایک مقدس کتاب میں آتا ہے: 'جو میری محبت کا دعویٰ کرے اور رات کو (مجھے چھوڑ کر) سو جائے وہ شخص (اپنے دعویٰ میں) جھوٹا ہے۔ کیا محبت کرنے والا اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی میں نہیں ملنا چاہتا؟'

شیخ اسماعیل بن ابراہیم الجبرتیؒ فرماتے ہیں: 'اللہ تعالیٰ نے ہر خیر کو رات میں جمع کر دیا ہے۔ کسی بھی ولی کو ولایت رات سے ہٹ کر عطا نہیں کی گئی'۔ میرے شیخ حضرت العیدروس عبداللہ ابن ابوبکر علویؒ نے فرمایا ہے: 'وہ جو صفائے ربانی کا خُوگر ہوا سے چاہیے کہ خود کو رات کی گہرائیوں میں بکھیر دے'۔ رسول اللہ (ﷺ) فرماتے ہیں: 'جب ایک تہائی رات بیت جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر رونق افروز ہوتا ہے اور فرماتا ہے: ''کوئی ہے جو دعا کر رہا ہو کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مغفرت مانگ رہا ہو کہ میں اسے بخش دوں؟ کوئی ہے جو سوال کر رہا ہو اور میں اسے عطا کر دوں؟'' حتیٰ کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے'۔ قیام اللیل کی افادیت و ترغیب میں اگر یہ ایک حدیث ہی وارد ہوئی ہوتی تو بھی کافی تھی مگر اس کی اہمیت کا کیا اندازہ ہو کہ جس کی ترغیب سے قرآن و حدیث دونوں بھرے پڑے ہوں؟

عارفین شب بیداری کے دوران عجیب و غریب مکاشفات سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ ان کے دل ایسی روحانی کیفیات سے گزرتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے قرب کی شادمانی، اس کا اُنس اور مجاہدے کی لذت عطا کرتی ہیں۔ ایک عارف کا کہنا ہے: 'اگر اہلِ جنت اس کیفیت میں ہیں جس میں ہم ہیں تو وہ یقیناً عیش میں ہیں'۔ ایک اور بزرگ یوں کہتے ہیں: 'شب زندہ دار لوگ اپنی راتوں میں ایسے (مست) ہوتے ہیں جیسے اہلِ لذت اپنی لذتوں میں'۔ ایک اور اللہ والے کہتے ہیں 'مجھے گذشتہ چالیس برس میں کسی چیز کا غم نہیں ہوا سوائے طلوعِ صبح کے'۔ انسان کو مسرت شب بیداری کی مشقت اٹھانے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عتبہ الغلامؒ کا کہنا ہے: 'پہلے بیس برس تک میں نے رات کو جھیلا اور آئندہ بیس برس تک اس سے لطف اٹھایا'۔

اب اگر تم یہ پوچھو کہ رات کی نماز (تہجد) میں پڑھنا کیا چاہیے اور کتنی رکعت ادا کرنی چاہئیں تو جان لو کہ رسول اللہ (ﷺ) نے تہجد میں قرأت کے لیے کوئی سورتیں مختص نہیں کیں۔ بہتر یہ ہے کہ ایک ایک کر کے قرآنِ پاک کی سبھی سورتیں یوں بالترتیب قرأت کر لی جائیں کہ ایک ماہ میں یا بقدرِ ہمت اس سے کم یا زیادہ عرصہ میں ایک قرآن مکمل ہو جائے۔ جہاں تک رکعتوں کی تعداد کا تعلق ہے تو حضور (ﷺ) سے زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعتیں مروی

ہیں۔ یوں تو سات اور نو کی تعداد بھی وارد ہوئی ہے تاہم اکثر گیارہ رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔

جملہ احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ صبح جب تم نیند سے بیدار ہو تو اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا کہو:

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیہ النشور

ترجمہ: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخشی اور ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس دعا کے بعد سورہ آلِ عمران کی آخری آیات کی تلاوت کرو۔ پھر مسواک کرو، وضو کرو، دو مختصر رکعت نماز ادا کرو پھر ان کے ساتھ آٹھ طویل رکعتوں کا اضافہ کرلو۔ تم انہیں دو دو رکعتوں میں، یا چار چار رکعتوں میں ادا کر سکتے ہو بلکہ آٹھ رکعت ایک سلام کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہو کہ یہ سب وارد شدہ ہے۔ اگر ہمت ساتھ دے تو مزید جتنے جی چاہے نوافل ادا کرو اور پھر تین رکعت وتر پڑھو ایک سلام کے ساتھ یا دو کے ساتھ۔ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ، دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ الاخلاص اور آخری دو سورتیں قرأت کرو۔

یہ مت خیال کرو کہ گیارہ رکعت پر مشتمل وتر اور ہیں اور جن رکعتوں کی ابھی ہم نے بات کی وہ کچھ اور ہیں۔ ہم نے جو بیان کیا ہے وہ سب حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیات و فرمودات سے ماخوذ ہے۔ یاد رکھو! اللہ وسعت والا اور سب جاننے والا ہے!

۶۔ بابِ تلاوتِ قرآن پاک

عزیز بھائی! تمہیں تلاوتِ قرآنِ پاک کو روز کا وِرد بنالینا چاہئے۔ کم از کم ایک سیپارہ روزانہ پڑھنے کو معمول بنالینا چاہئے تا کہ ایک ماہ میں ایک قرآن مکمل ہوجائے۔ اگر اس سے بھی جلد مکمل کرنا چاہو تو یہ تین دن میں بھی ہوسکتا ہے (یعنی دس سیپارے روزانہ پڑھے جائیں)۔

جان رکھّو کہ تلاوتِ قرآن ایک فضلِ عظیم کا درجہ رکھتی ہے اور اس کی تاثیر قلب کو روشن کر دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'میری امّت کی افضل عبادت تلاوتِ قرآنِ پاک ہے'۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے: 'جو کوئی نماز کے دوران قرآن کی تلاوت کرتا ہے اسے ہر حرف کے بدلے ایک سو نیکیاں ملتی ہیں؛ اور جو کوئی نماز کے علاوہ مگر باطہارت تلاوت کرتا ہے اسے ہر حرف کے عوض پچیس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور جو اسے بغیر طہارت کے پڑھتا ہے اسے ہر ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں'۔

قرآنِ پاک کی تلاوت کو اتنا طویل بھی نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے مفہوم پر غور کرنے کا اور تلفظ پر دھیان دینے کا وقت ہی نہ ملے۔ آرام سے اور خوش الحانی سے پڑھنا اس ضمن میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ تلاوت کرتے ہوئے صاحبِ کلام (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کی عظمت تمہارے دل میں بیدار ہونی چاہیے اور یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ تم اللہ کے سامنے حاضر ہو، اس کی بارگاہ میں وہ کتاب سُنا رہے ہو جس میں اُس کے احکامات کا، منہیات کا، تلقین کا اور نصیحتوں کا مذکور ہے۔ توحید و تمجید کے بارے میں آیات پڑھتے ہوئے دل میں مالک کا جلال اور عظمت اجاگر ہونی چاہئے۔ جب وعدہ و وعید سے متعلق آیات تلاوت کرو تو خود کو ترغیب و ترہیب سے لبالب پاؤ، اور جب احکامات و منہیات کے بارے میں آیات پڑھو تو اللہ کا شکر بجالاؤ، اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے معافی طلب کرو اور عبادت میں ذوق وشوق پیدا کرنے کا عزم کرو۔ دھیان رہے کہ قرآن ایک بحرِ بے کراں ہے جس سے علم کے موتی اور فہم و ادراک کے خزانے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

جس مومن (بندے) پر قرآنِ پاک کی سمجھ بوجھ اور فہم کا دروازہ کُھل جاتا ہے اس کی فتح مستقل ہوجاتی ہے (اس کا سینہ اسرارِ الٰہی کے لئے کُھل جاتا ہے)، اس کا نور مکمل ہوجاتا ہے، اس کا علم رفیع ہوجاتا ہے اور وہ دن رات اس کی تلاوت کرتے نہیں تھکتا؛ کیونکہ اس عمل میں اسے اپنی منزلِ مقصود دکھائی دیتی ہے۔ یہ ایک مریدِ صادق کی صفت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ کا قول ہے: 'مرید اس وقت تک مرید نہیں بنتا جب تک وہ اپنی ہر تمنّا قرآن میں نہیں پالیتا'۔

وہ سورتیں اور آیات جن کا مقررہ اوقات میں پڑھنا سنّتِ نبویؐ سے ثابت ہے ان کی پابندی کرنی چاہئے جیسے کہ رات کو سونے سے قبل سورۂ سجدہ، سورۂ مُلک، سورۂ واقعہ اور سورۂ بقرہ کے آخری دو آیات کی تلاوت۔ اسی طرح اتوار اور جمعرات کی شام کو سورۂ دخان اور جمعرات کو رات کے وقت اور جمعہ کے روز سورۂ کہف کی تلاوت بھی سنّت ہے۔ ہو سکے تو ہر شب سبع منجیات (مشکلات میں پڑھی جانے والی سات مسنون قرآنی سورتیں) ضرور پڑھا کرو کہ ان کی بہت فضیلت ہے۔

اس کے علاوہ صبح اور شام کے وقت سورۂ حدید کی پہلی چند آیات، سورۂ حشر کی آخری آیات، سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) تین تین بار پڑھا کرو۔ اسی طرح سونے سے فوری پہلے سورۂ اخلاص اور آخری دو سورتیں، آیت الکرسی اور سورۂ کافرون پڑھ لیا کرو۔ یہی سونے سے پہلے تمہاری زبان سے ادا ہونے والے آخری کلمات ہونے چاہئیں۔ اور اللہ ہی حق کہنے والا اور رہنمائی کرنے والا ہے۔

۷۔ بابِ حصولِ علم

تمہیں علمِ نافع (مفید علم) کے مطالعہ کے لیے بھی وقت نکالنا چاہیئے۔ اس سے مراد وہ علم ہے جو بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال کی معرفت میں اضافہ کا موجب بنتا ہے، اطاعت اختیار کرنے اور گناہوں سے بچنے کے بارے میں اللہ کے احکامات سے آگاہی بخشتا ہے، دنیا میں زہد اپنانے پر اور آخرت کی رغبت پر مائل کرتا ہے، بندے کو اس کے عیوب کی پہچان کراتا ہے، اعمال میں کوتاہیوں کی نشاندہی کرتا ہے اور اسے دشمن کے منصوبوں سے خبردار کرتا ہے۔ یہ علم قرآن وسنت اور علماء کی کتب میں موجود ہے۔ اس علم کو امام غزالیؒ نے اپنی وقیع وعظیم تصنیفات میں یکجا کر دیا ہے۔ وہ، جو دینی علم کی بصیرت اور رسوخ رکھتے ہیں اور یقین میں بھی درجۂ کمال پر متمکن ہیں، ان تصنیفات کے گرویدہ ہیں۔ اگر تم راہِ سلوک اختیار کرنا چاہتے ہو اور روحانی مراتب کے حصول کے خواہاں ہو تو ان کتب کے مطالعہ کو اپنا معمول بنالو۔ امام غزالیؒ کی کتب کو مسلّمہ صوفیاء کی تصنیفات میں ممتاز درجہ حاصل ہے بالخصوص اس لحاظ سے کہ یہ جامع وواضح بھی ہیں اور اثر انگیز بھی۔

تمہیں تفسیرِ قرآن کا، حدیثِ مبارکہ کی کتب کا اور صوفی علماء کی لکھی کتابوں کا خوب مطالعہ کرنا چاہئے کیونکہ یہی روحانی راستوں کی کشادگی کا اور تکمیلِ سلوک کا منبع ہیں، جیسا کہ کسی عارف نے فرمایا ہے۔ تاہم، تمہیں ان رسائل کے مندرجات میں مذکور مجرد امور اور واضح حقائق کی تفہیم کے حوالہ سے بہت احتیاط کی ضرورت ہوگی۔ یہ چیزیں حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ کی اکثر جبکہ امام غزالیؒ کی بعض تالیفات جیسے کہ ''**المعراج**'' اور ''**المضنون به**'' میں موجود ہیں۔ شیخ زرّوقؒ نے اپنی کتاب ''تاسیس القواعد'' میں ان کتب کے مطالعہ سے تو خبردار کیا ہے مگر اس میں شیخ عبدالکریم جیلی کی تحریروں کا ذکر نہیں کیا، وجہ یہ ہے کہ وہ متاخرین میں سے ہیں۔ بہر حال، احتیاطاً ان کی تمام تحریروں سے احتراز کرنا چاہیے۔ اگر تم یہ کہو: 'ایسی کتابوں کے پڑھنے میں حرج ہی کیا ہے جو کچھ مجھے سمجھ آئے گا اسے اپنالوں گا اور جو سمجھ نہ آیا اسے چھوڑ دوں گا'۔ تو اس پر میں یہ کہوں گا: 'تم نے بات تو ٹھیک کی ہے: تاہم، ہمیں ڈر اس بات کا ہے کہ جو کچھ تم ان کے مطالعہ سے (اپنے طور پر) سمجھو گے اسے ٹھیک ٹھیک سمجھ نہ پاؤ اور صراطِ مستقیم سے بھٹک جاؤ۔ جیسا کہ ان لوگوں کے ساتھ ہوا جو ایسی کتابیں باقاعدگی سے پڑھتے تھے نتیجتاً زندقہ اور الحاد میں جا گرے اور حلول (ذاتِ خداوندی کا بندے میں داخل ہو جانا) اور اتحاد (اللہ اور بندے کا ایک ہو جانا) ایسی باتیں کرنے لگے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

۸۔ بابِ ذکر

تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بھی معمول بنانا چاہئے اور اس کے لیے وقت یا تعداد کی پابندی کا بھی تعین کرنا چاہئے اور گنتی کی غرض سے تسبیح کے استعمال میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

جاننا چاہئے کہ ذکر، جیسا کہ کسی عارف نے کہا ہے، طریقت کا ستون ہے، عرفانِ حق کی کنجی ہے، مریدین (سالکین) کا ہتھیار ہے اور ولایت کا منشور ہے۔

اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) کا ارشاد ہے:

فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ

ترجمہ: تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا (۲:۱۵۲)

اللہ کا یہ بھی فرمان ہے:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ

ترجمہ: تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے (۴:۱۰۳)

اور پھر فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو (۳۳:۴۱)

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: 'اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہوں جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے: جب وہ مجھے خلوت میں یاد کرے تو میں اسے خلوت میں یاد کرتا ہوں، اور جب وہ مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں''۔ آقا (ﷺ) یہ بھی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو میرا ذکر کرے میں اس کے پاس ہوں''۔ حضور (ﷺ) نے (صحابہ کرامؓ سے) فرمایا کہ کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے بہترین عمل کے بارے میں نہ بتاؤں، جو اللہ کے نزدیک پاکیزہ ترین ہے، جو تمہارے درجات کو ارفع ترین کرنے والا ہے، جو تمہارے لیے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے اور میدانِ جنگ میں دشمنوں کی گردنیں مارنے سے بھی بہتر ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ضرور فرمائیے۔ تو حضور (ﷺ) نے فرمایا: ''اللہ کا ذکر''۔

ذکر کے ثمرات ونتائج سے وہی لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں جو اس کا التزام ادب اور حضورِ قلب سے کرتے ہیں۔ ان میں سے سب سے ادنیٰ ثمر یہ

ہے کہ اس (ذکر اللہ) سے ایسی حلاوت اور لذت حاصل ہوتی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کی تمام لذتیں حقیر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس کا اعلیٰ ترین ثمر یہ ہے کہ ذاکر، مذکور (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہو جاتا ہے اور ما سوائے اللہ سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔

جو شخص باوضو ہو کر، تنہائی میں یوں قبلہ رو بیٹھ جائے کہ اس کے اعضاء ساکن ہوں اور اس کا سر خم ہو اور تب حضورِ قلب کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائے تو وہ اپنے دل میں ذکر کے اثرات کا ظہور دیکھ سکتا ہے۔ اگر وہ یہ کیفیت دائمی طور پر حاصل کر لے تو اس کے قلب پر قُرب کے انوار جلوہ گر ہونے لگیں اور غیب کے اسرار منکشف ہونے لگیں۔

بہترین ذکر وہ ہے جو دل اور زبان دونوں سے کیا جائے۔ قلب کا ذکر یہ ہے کہ انسان زبان پر جاری ذکر کے معنی سے کُلی طور پر آشنا ہو مثال کے طور پر جب وہ ''سبحان اللہ'' کہے تو اللہ کی تقدیس کا اور جب ''لا الہ الا اللہ'' کہے تو مالک کی توحید کا تصور اجاگر ہونا چاہیے۔

جہری اور سرّی ذکر میں سے ذاکر کے لیے زیادہ مفید وہ ذکر ہے جو اس کے قلب لیے بہتر ہے۔

ذکر مسلسل اور مستقل ورد کا نام ہے، چنانچہ کوشش کرنی چاہئے کہ زبان ہر وقت ذکر سے تر رہے، سوائے ان اوقات کے جو دوسرے معمولات مثلاً تلاوتِ قرآنِ پاک اور غور و فکر کے لئے وقف ہوں۔ ویسے یہ اور ایسی دیگر عبادات بھی، عام معنوں میں، ذکر ہی کے احاطہ میں آتی ہیں۔ ایک بات یہ کہ تمہیں خود کو ایک ہی طرح کے ورد تک محدود نہیں رکھنا چاہیے بلکہ ہر نوع کے ذکر سے استفادہ کرنا چاہیے۔

تمہیں ان اذکار اور دعاؤں کی بھی پابندی کرنی چاہیے جن کا حکم آیا ہے یعنی جو نماز کے بعد، صبح اور شام کے وقت، سونے سے پہلے، چلتے پھرتے اور دیگر مخصوص اوقات میں اور مختلف مواقع پر پڑھی جاتی ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) نے ان اذکار اور دعاؤں کو سنّت کا درجہ عطا فرمایا تا کہ ان کی امّت کو ان میں فوز و فلاح کے حصول کے اور شر سے نجات کے اسباب مل سکیں جو ان اوقات میں واقع ہوتے ہیں۔ اور جو کوئی، انہیں نظر انداز کرنے کے سبب، کسی ناپسندیدہ صورتِ حال سے دوچار ہوتا ہے، اور اپنے محبوب سے دور ہو جاتا ہے، اسے خود کو ملامت کرنا چاہئے۔ جو کوئی مذکورہ اوراد کو اپنانا چاہے اسے امام نوویؒ (اللہ ان پر رحم فرمائے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے) کی کتاب ''الاذکار'' کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

فرض نمازوں کے بعد جس دعا کی فضیلت پر زور دیا گیا ہے وہ ہے:

اللھم اعنی علیٰ ذکرك و شکرك و حسن عبادتك

ترجمہ: اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کر سکوں، تیرا شکر ادا کر سکوں اور احسن طریقے سے تیری عبادت کر سکوں۔

اور پھر تینتیس تینتیس دفعہ ''سبحان اللہ''، ''الحمدللہ''، ''اللہ اکبر'' پڑھنا چاہئے اور سو پورے کرنے کے لیے ایک بار یہ کلمات کہنا چاہئیں:

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی حاکمیّت ہے، اسی کے لیے سب تعریفیں ہیں، اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

ان کلمات کو فجر، عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد، اپنی ٹانگوں کو حرکت دینے سے قبل اور کسی سے بات کرنے سے پہلے دس دس بار دہرانا چاہئے، اور وله الحمد کے بعد یحی و یمیت (وہی زندہ کرتا ہے وہی موت دیتا ہے) کے کلمات کا اضافہ کرلینا چاہئے۔ صبح اور شام کے وقت ''سبحان الله وبحمده'' اور ''سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر'' بھی ایک ایک سو بار کہنا چاہئے۔ اس کے علاوہ ''لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو علىٰ كل شئ قدير'' بھی ہر روز ایک سو مرتبہ پڑھنا چاہئے۔

تمہیں رسول اللہ (ﷺ) پر درود و سلام بھیجنے کو بھی اپنے معمول کا حصہ بنانا چاہئے کہ یہ تمہارے اور اللہ کے حبیب (ﷺ) کے درمیان رابطہ کا وسیلہ، اور ایک ایسا بابِ فیض ثابت ہوگا جس سے حضورِ مصطفیٰ (ﷺ) سے امداد کی بے کراں موجیں تمہاری جانب رواں ہو جائیں گی۔ حضور (ﷺ) کا فرمان ہے: 'جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ درود (بصورتِ رحمت) بھیجتا ہے'۔ آپ (ﷺ) یہ بھی فرماتے ہیں: 'تم میں سے میرے محبوب ترین اور بروزِ حشر میرے قریب ترین وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہوں گے'۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ پاک میں حکم فرماتا ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ترجمہ: اے ایمان والو ان پر درُود اور خوب سلام بھیجو (۳۳:۵۶)

چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، سو اس کی تعمیل کرو، اور اگر ہو سکے تو اسے بہ کثرت کیا کرو، بلکہ درود کے ساتھ سلام بھی شامل کرلیا کرو، اور حضور (ﷺ) کی آلؓ پر بھی درود و سلام بھیجا کرو۔ خاص کر جمعرات کی شب اور جمعہ کے روز اور بھی زیادہ پڑھا کرو، کیونکہ آپ (ﷺ) کا ارشاد ہے: 'مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو شبِ سفید میں اور روزِ روشن میں'۔

صلی الله علیه و علیٰ آله وسلم والحمد لله رب العالمین

۹۔ بابِ تفکّر

تمہیں اپنے دن رات میں سے کم از کم ایک دو گھنٹے تفکر یعنی غور وفکر کے لئے بھی بہ طورِ معمول مخصوص کرنے چاہئیں۔ اس کے لئے بہترین وقت وہ ہے جس وقت تم دیگر مصروفیات سے فارغ ہو اور تمہارا دل بھی حاضر ہو جیسے کہ رات کا پچھلا پہر۔ یاد رکھو کہ انسان کے دینی اور دنیاوی امور کی حالت کا انحصار اس کی صحتِ فکر پر ہوتا ہے۔ اور جس نے تفکر میں سے تھوڑا حصہ بھی پالیا اس نے گویا خیر اور بھلائی کا وافر حصہ پالیا۔ یہ بھی آیا ہے ’کہ ایک گھنٹے کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے‘۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا قول ہے: ’تفکر جیسی کوئی عبادت نہیں‘۔ ایک بزرگ یہ بھی فرماتے ہیں: ’غور وفکر دل کا چراغ ہے جب یہ دور ہو جاتا ہے تو دل روشنی سے محروم ہو جاتا ہے‘۔

تفکر کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ شرف والا یہ ہے کہ اللہ کی بنائی چیزوں پر، اس کی باطنی اور ظاہری قدرت کے آثار پر اور زمین و آسمان میں بکھری اس کی نشانیوں پر غور کیا جائے۔ ایسا غور وفکر ذات وصفاتِ خداوندی کی معرفت اور اسماء اللہ کے عرفان میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے تفکر پر ان الفاظ میں ترغیب دیتا ہے:

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ترجمہ: تم فرماؤ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا ہے۔ (۱۰:۱۰۱)

اللہ نے عقل کو حیران کر دینے والی جو تخلیقات و مصنوعات بنائی ہیں ان پر غور وفکر کرو اور پھر اپنے اوپر نگاہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

ترجمہ: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کو اور خود تم میں تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ (۵۱:۲۰،۲۱)

اس ضمن میں ایک ضروری بات یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے اکرام پر بھی لازمی طور پر غور وفکر کیا جائے۔

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ کی نعمتیں یاد کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو (۷:۶۹)

اور پھر:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

ترجمہ: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کرسکو گے (۱۶:۱۸)

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ

ترجمہ: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے (۱۶:۵۳)

اس طرح کے تفکر کے نتیجہ میں انسان کا دل اللہ کی محبت سے معمور ہوجاتا ہے، باطنی طور پر بھی اور ظاہری طور پر بھی اس طریق سے مسلسل اس کے شکر میں مشغول ہوجاتا ہے کہ جس سے وہ خوش اور راضی ہوجائے۔

جان رکھو کہ تمہیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اللہ تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہے، وہ مسلسل تمہیں دیکھ رہا ہے اور تم سے پورے طور پر آگاہ ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

ترجمہ: اور بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں جو وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں (۵۰:۱۶)

اور پھر:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم کہیں ہو اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (۵۷:۴)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

ترجمہ: اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ۔ (۵۸:۷)

ایسے غور وفکر کا ثمر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ سے شرم آنے لگتی ہے جب وہ کسی ایسی جگہ جاتا ہے جہاں جانے سے اللہ نے منع کر رکھا ہے یا اس جگہ نہیں جاتا جہاں جانے کا اس نے حکم دے رکھا ہے۔ جان رکھو کہ تمہیں اس بات پر بھی تفکر کرنا ہے کہ اپنے مولا کی عبادت کرتے ہوئے تم کتنی کوتاہیوں کا ارتکاب کرتے ہو اور اس بات پر بھی کہ اس کی حکم عدولی کرنا اس کے غضب کو دعوت دینا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی لئے) بنائے کہ میری بندگی کریں (۵۱:۵۶)

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ

ترجمہ: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں (۲۳:۱۱۵)

يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ

ترجمہ: اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے (۸۲:۶)

ایسا تفکر خوفِ خدا میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، تمہیں خود کو ملامت کرنے پر ابھارتا ہے، تا کہ تم غفلت سے بچ سکو اور ذوق وشوق میں استقامت پا سکو۔

اس کے علاوہ تمہیں اس دنیاوی زندگی پر، اس کے گوں نا گوں مشاغل پر، اس کے وبال پر، اس کے تیز رو زوال پر اور آخرت پر اور آخرت کے انعامات پر اور اس کی ہمیشگی پر بھی تفکر کرنا چاہئے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ ۙ﴿۲۱۹﴾ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ

ترجمہ: اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہیں تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو (۲۱۹،۲۲۰:۲)

بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۖ﴿۱۶﴾ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّ اَبۡقٰى

ترجمہ: بلکہ تم جیتی دنیا کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی (۱۶،۱۷:۸۷)

وَمَا هٰذِهِ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا لَهۡوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ لَهِىَ الۡحَيَوَانُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ

ترجمہ: اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے (۲۹:۶۴)

ایسا غور وفکر دنیا میں زہد اختیار کرنے پر اور آخرت کی رغبت پر منتج ہوتا ہے۔

تمہیں اس امر کو بھی مدِنظر رکھنا چاہئے کہ موت کو لازمی طور پر آنا ہے اور یہ کہ فوت ہونے کے بعد حسرت وندامت بے فائدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِىۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيۡكُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ

ترجمہ: تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے، جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا

جو کچھ تم نے کیا تھا (۶۲:۸)

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں ہشت (ہرگز نہیں) یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے (۲۳:۹۹،۱۰۰)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ

ترجمہ: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا اور اللہ ہرگز کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے (۶۳:۹،۱۰،۱۱)

ایسے تفکر کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انسان کی امیدیں کم اور اعمال بہتر ہونے لگتے ہیں اور زادِ آخرت کی فکر دامن گیر ہو جاتی ہے۔

اور ہاں، تمہیں ان اوصاف پر بھی غور کرنا چاہیئے جو اخلاق و اعمال کی صورت میں اللہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کو عطا کرتا ہے اور اس فوری اور بدیر اجر کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہیئے جو اس نے ہر فریق کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ

ترجمہ: بے شک نکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں (۸۲:۱۳،۱۴)

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ڼ لَا يَسْتَوٗنَ

ترجمہ: تو کیا وہ جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ برابر نہیں (۳۲:۱۸)

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى

ترجمہ: تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے (۹۲:۵،۶،۷)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

ترجمہ: ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب پر ہی بھروسہ کریں اور جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں یہی سچے مسلمان ہیں ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس

اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔(۸:۲،۳،۴)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠

ترجمہ: اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی (۲۴:۵۵)

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

ترجمہ: تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چنگھاڑ نے آلیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور ان میں کسی کو ڈبو دیا اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (۲۹:۴۰)

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ

ترجمہ: منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھال کے چٹے بٹے (ایک جیسے) ہیں بُرائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں اور اپنی مُٹھی بند رکھیں (خرچ نہ کریں) وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا بیشک منافق وہی پکے بے حکم (نافرمان) ہیں اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں بس (کافی) ہے اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے (۹:۶۷،۶۸)

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

ترجمہ: اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دیں اور اللہ و رسول کا حکم مانیں یہ ہیں عنقریب اللہ جن پر رحم کرے گا بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو باغوں کا وعدہ دیا ہے جن کے نیچے نہریں رواں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا بسنے کے باغوں میں اور اللہ کی رضا سب سے بڑی یہی ہے بڑی مراد پانی (۹:۷۱،۷۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: بے شک وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں ان

لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انھیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی نعمت کے باغوں میں ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا (خوبیوں والا) اللہ جو رب ہے سارے جہان کا (۱۰:۷،۸،۹،۱۰)

اس قسم کے غور وفکر کے نتیجہ میں انسان خوش بخت ہستیوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرنے لگتا ہے، ان کے اعمال واخلاق اپنانے میں کوشاں ہوجاتا ہے، اور بدبخت لوگوں سے نفرت کرنے لگتا ہے اور ان کی عادات واطوار اپنانے سے گریز کرنے لگتا ہے۔

اگر ہم انواعِ تفکر کی مزید تفصیلات میں گئے تو اندیشہ ہے کہ ایجاز واختصار کا دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ عقل مند کے لیے اتنا ہی کافی ہے جتنا ہم نے یہاں ذکر کر دیا۔

غور وفکر کرتے ہوئے تمہیں متعلقہ قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ احادیثِ مقدسہ اور آثارِ مبارکہ کو بھی ذہن میں تازہ کرنا چاہیے۔ اس کی مثال یہ تحریر ہے جس میں ہم نے تفکر کی ہر ہر قسم سے متعلق کچھ آیات کا حوالہ رقم کر دیا ہے۔

تمہیں اللہ کی ذات وصفات پر اس نیت سے غور وخوض نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے تم ان کی ماہیت اور کیفیت کو سمجھ سکو گے۔ جو بھی اس میں ملوث ہوا وہ یا تو 'تعطیل' کے پاتال میں جا گرا یا پھر 'تشبیہہ' کے جال میں جا پھنسا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشادِ گرامی ہے: ''اللہ کی نشانیوں پر غور کرو، اللہ کی ذات پر تفکر مت کرو کہ تم کبھی اس کا حق ادا نہ کر پاؤ گے'۔

وظائف اور اوراد کا مقصود ومطلوب محض 'حضور مع اللہ' کا حصول ہونا چاہیے۔ اسی کا ارادہ کرو۔ تم اس منزل کو تبھی پا سکو گے جب تم طریقت کے سالک بنو گے؛ اس کے راستے پر گامزن ہو گے اور اس کا راستہ ہے شریعتِ مطہرہ کے ظاہرہ وباہرہ امور پر اس طور عمل کرنا کہ گویا بندہ اللہ کے حضور حاضر ہے۔ جب تم اس پر استقامت حاصل کر لیتے ہو تو تم انوارِ قرب میں ڈوب جاتے ہو اور معرفت کے علوم تم پر ضوبار ہوجاتے ہیں، تمہارا دل کلی طور پر اللہ پر مرکوز ہوجاتا ہے، 'حضور مع اللہ' اس کی فطرت اور مسلمہ خوبی قرار پاتا ہے۔ اس مقام پر تمہیں مخلوق کی طرف بہت تکلف سے نگاہ کرنا پڑتی ہے اور ہر بار تم ایسا کر بھی نہیں پاتے۔ اس حالت کے نتیجہ میں تم مخلوق سے 'غائب' ہوجاتے ہو، خالق میں مستغرق ہو کر ماسوائے اللہ سے فانی ہوجاتے ہو۔ اس سے تمہیں اللہ والوں کے 'مواجید' (روحانی منازل) تک بھی رسائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اس سب کی بنیاد ظاہری اعمال (عبادات) کی باقاعدہ اور احسن طریقے پر ادائیگی اور 'حضور مع اللہ' کی کوششوں پر استوار ہے۔

تمہیں کوئی بھی ورد محض اس ڈر سے نہیں ترک کر دینا چاہیے کہ تم اسے مسلسل نہ کر سکو گے کیونکہ یہ بہت احمقانہ سوچ ہے۔ تمہیں یہ بھی نہیں کرنا چاہیے کہ جو اور جتنا کرنے کی تمہاری ہمت اور وقت اجازت دیتے ہوں تم اتنا عمل ہی کرو بلکہ تمہیں اپنے لئے اوراد ووظائف کی ایک کم از کم حد مقرر کر لینی چاہیے اور اگر ہمت اجازت دے تو اس میں اضافہ کرتے جانا چاہیے، تاہم کسل مندی کی صورت میں اس (کم از کم تعداد) میں تخفیف سے احتراز کرنا چاہیے۔

یاد رہے کہ نیکی میں عجلت، عبادات کی محافظت اور طاعات میں مداومت انبیاء اور اولیاء کے راستے ہیں، ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی، کیونکہ وہ معرفتِ الٰہی سے مزین ہیں اور اس لئے تعجب کی بات نہیں کہ وہی اللہ (عزّوجل) کی سب سے زیادہ عبادت کرنے والے، سب سے زیادہ اس کی اطاعت کرنے والے اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے ہیں۔

اللہ کی جانب بندے کا دھیان ہی اس کی محبت ہے۔ محبت معرفت (علم) کی تابع ہے، یعنی جیسے جیسے بندے کو اللہ کا عرفان حاصل ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے اس کی محبت میں اور اس کی عبادت میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر دنیاوی کاموں کی کثرت تمہارے اوراد و عبادات میں مانع ہو تو کوشش کرو کہ صبح یا رات کے وقت ایک گھنٹہ تسبیح و استغفار اور دیگر وظائفِ بندگی کے لئے وقف کرو۔ روایات میں آتا ہے اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) نے فرمایا: 'اے ابنِ آدم! تم ایک گھنٹہ دن کے پہلے حصے میں اور ایک گھنٹہ اس کے آخری حصے میں میرے لیے وقف کرو تو میں ان اوقات کے درمیانے عرصہ میں تمہاری کفائت کروں گا۔' ایک صحیفہ میں یہ بھی آیا ہے کہ دن کے خاتمے پر ہر روز بندے کا نامۂ اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتا ہے اور اگر اس دن کے شروع میں اور اخیر میں نیکی درج ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'اس کے بیچ جو بھی لکھا ہے اسے حذف کر دو۔' یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور سب لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر گزار نہیں۔

۱۰۔ بابِ اتباعِ کتاب وسنّت

تمہیں کتاب وسنّت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا چاہئے اور انہی پر آسرا کرنا چاہئے، کیونکہ یہی اللہ کا سیدھا اور سچا دین اور صراطِ مستقیم ہیں۔ جوان سے منسلک ہوئے وہ سلامتی، نفع، ہدایت اور تحفظ پا گئے اور جو ان سے گریزاں رہے وہ گمراہی، ندامت، ہلاکت اور نقصان کے گھاٹ جا اترے۔ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت اختیار کرتے ہوئے انہی کے احکامات کے مطابق زندگی گزارو، اپنے
کاموں میں انہی کو اپنا رہنما بناؤ اور اپنے تمام امور میں انہی سے رجوع کرو:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ وقیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (۴:۵۹)

'اللہ اور رسول کی اطاعت' کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنّت سے رجوع کرو۔ رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے: 'میں تمہیں اس کو مضبوطی سے تھامنے کی ہدایت کرتا ہوں کہ جس سے وابستگی کی صورت میں تم کبھی گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور میری سنّت'۔

اگر تم ہموار اور اُجلے راستے پر ہدایت کے خواہاں ہو تو اپنی تمام ترنیّتوں، طور طریقوں، اعمال اور اقوال کو کتاب وسنّت کی کسوٹی پر پرکھو، اور پھر جو کچھ ان سے موافق پاؤ اسے اپنا لو اور جو کچھ ان سے مختلف پاؤ اسے ترک کر دو۔ ہمیشہ محتاط رہو اور بہتر راہ (اور شئے) اختیار کرو۔ نہ دین میں اختراع کرو نہ ہی کفّار کے راستے پر چلو کہ ایسا کرنے سے تم دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا اٹھاؤ گے، یہی ہے صریح نقصان۔

(دین میں) نت نئی باتوں اور من گھڑت آراء سے خبردار رہو کہ حضور (ﷺ) کا فرمان ہے: 'ہر اختراع (نوطرازی) ایک بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت (گمراہی) ہے'۔ اور یہ بھی فرمایا: 'جس نے ہمارے امر (دین کے معاملہ) میں کوئی ایسی نئی بات وضع کی جو اس (کی اصل) میں نہیں ہے تو وہ لائقِ تردید ہے'۔

بدعت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ہوتی ہے 'بدعتِ حسنہ' جس کے (جائز ہونے کے) حق میں، قرآن وسنّت کی روشنی میں، ہدایت یافتہ اماموں نے اپنی رائے دی اور اس سے ان کا مقصود ایسے امور کا انتخاب کرنا تھا جو زیادہ مفید ہوں، زیادہ نفع بخش ہوں اور عمدہ تر ہوں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قرآن پاک کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرنا، حضرت عمر فاروقؓ کا شعبۂ اموال و وظائف قائم کرنا اور نمازِ تراویح کا اہتمام کرنا، حضرت عثمانِ غنیؓ کا قرآنِ مجید کو مرتّب کرنا اور نمازِ جمعہ کے لئے پہلی اذان کا اجرا کرنا اور حضرت علی المرتضیٰؓ کا دین کے باغیوں کے خلاف کارروائی کے احکام جاری کرنا۔ اللہ چاروں

خلفائے راشدین کو اپنی خوشنودی سے نوازے! (آمین)۔

بدعت کی دوسری قسم 'بدعتِ مذمومہ' ہوتی ہے۔ یہ قسم محض اس لئے قابلِ مذمت ٹھہرتی ہے کہ یہ زہد و قناعت کے اصولوں (معیارات) سے تجاوز کرتی ہے جیسے لباس و طعام میں اسراف کرنا اور جائے سکونت میں ضرورت سے زیادہ اضافہ کرنا۔

بدعت کی تیسری قسم 'بدعتِ مذمومہ مطلقہ' (بدعتِ سیئہ) ہے جو قرآن و سنّت کے واضح احکامات سے متصادم اور اجماع امت کے خلاف ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ایک قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ بدعتی افراد 'اصول' (ایمان و عقائد) کے لحاظ سے زیادہ اور 'فروع' (فقہی مسائل) کے اعتبار سے کم کم اس کا شکار ہوئے ہیں۔

جو شخص احکامِ قرآن و سنت پر سختی سے کاربند نہ ہو اور اتباعِ رسول (ﷺ) کی حتی الوسع کوشش بھی نہ کرے اور اس پر یہ دعویٰ کرے کہ اسے اللہ کے ہاں کچھ مقام حاصل ہے تو ایسا شخص نہ توجہ کے لائق ہے اور نہ ہی اہمیت کے؛ چاہے وہ ہوا میں اُڑ سکتا ہو یا پانی پر چل سکتا ہو، فاصلوں کو سمیٹ سکتا ہو یا خرقِ عادات (فوق الفطرت کرشموں) کا حامل ہو۔ ایسا تو شیاطین، جادوگر، کاہن، طلسم گر اور منجّم بھی اکثر کر دکھاتے ہیں حالانکہ وہ سب گمراہ ہیں۔ ان امور کو استدراج اور تلبیس کے بجائے کرامت اور تائید اسی صورت میں قرار دیا جا سکتا ہے جب یہ ایسی ہستی سے ظاہر ہوں جو دین پر استقامت کی حامل ہو۔ دھوکہ باز صرف ان اُجڈ اور گھٹیا لوگوں کو فریب دے سکتے ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہوئے بھی تشکیک کا شکار ہوتے ہیں۔ جہاں تک عقل اور فہم والے لوگوں کا تعلق ہے تو وہ خوب جانتے ہیں کہ مومنین کے درمیان قربِ الٰہی کے درجات میں فرق کا انحصار ہی اس بات پر ہے کہ کون رسول اللہ (ﷺ) کا کتنا حکم مانتا ہے، جو جتنا زیادہ حکم مانتا ہے اتنا ہی زیادہ اسے قربِ الٰہی اور عرفانِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ ایک بار کسی ایسے شخص سے ملنے گئے جو ولی کے طور پر مشہور تھا۔ آپؒ اس کے انتظار میں مسجد میں بیٹھ گئے۔ وہ شخص جب آیا تو اس نے مسجد کی دیوار پر تھوک دیا۔ اس پر حضرت بایزیدؒ نے اس سے بات کرنا بھی گوارا نہ کیا اور وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؒ نے فرمایا: 'جو شخص آدابِ شریعت کو ملحوظ نہیں رکھ سکتا وہ اسرارِ الٰہی کا حامل کیسے ہو سکتا ہے؟' حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے: 'تمام راہیں مسدود ہیں سوائے اس کے جو رسول اللہ (ﷺ) کے نقشِ قدم پر چلے'۔ حضرت عبداللہ تستریؒ کا ارشاد ہے: 'اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں، رسول اللہ (ﷺ) کے سوا کوئی رہبر نہیں، تقویٰ کے سوا کوئی سامان و رسد نہیں اور ان پر صبر کرنے کے سوا کوئی عمل نہیں'۔

قرآن و سنت کی روشنی میں اپنے طور پر اپنے باطنی اور ظاہری احوال کو پرکھنے کی اہلیت ہر کوئی نہیں رکھتا۔ یہ اہلیت علمائے راسخین سے مخصوص ہے۔ اس حوالہ سے اگر تمہیں مشکل پیش آئے تو تم انہی سے رجوع کرو جن سے رجوع کرنے کا حکم اللہ نے ان الفاظ میں دیا ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (۱۶:۴۳)

یہاں اَھْلَ الذِّکْرِ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے دین کا علم رکھتے ہیں، اسی کی خاطر علم پر عمل کرتے ہیں، دنیا کی خواہشات سے بیگانہ ہیں، انہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت، جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور جن پر اسرارِ الٰہی منکشف ہیں۔ ایسے افراد روئے زمین پر اتنے کم یاب ہو گئے ہیں کہ کچھ اکابر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان کا وجود اب مفقود ہو گیا ہے۔

سچ یہ ہے کہ وہ اب بھی موجود ہیں مگر خواص کی عدم توجہی اور عوام کی عدم دلچسپی کے سبب اللہ نے انہیں اپنی ردائے عزّت میں چھپا رکھا ہے اور اخفاء کے پردوں میں گھیر رکھا ہے۔ تاہم اگر کوئی صدقِ دل سے طلب اور کوشش کرے تو ایسی کوئی نہ کوئی ہستی اسے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو، آج بھی ضرور مل جائے گی۔ صدق ایک ایسی تلوار ہے جو کاٹ کر ہی دم لیتی ہے۔ زمین اللہ کی حجت قائم کرنے والی ہستیوں سے کبھی خالی نہیں ہوئی اور رسول اللہ (ﷺ) کا ارشاد ہے: 'میری امت میں ایک ایسا گروہ ہمیشہ موجود رہے گا جو حق کی پاسداری کرے گا اور اپنے مخالفین کے ضرر سے محفوظ رہے گا حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ پہنچے گا'۔ یہ لوگ زمین کے ستارے ہیں، امانت کے حامل ہیں، مصطفی (ﷺ) کے نائب ہیں، اور انبیاء کے وارث ہیں؛

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سُنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

۱۱۔ بابِ عقیدہ

تمہیں اپنے عقائد کی درستی اور اصلاح پر خوب توجہ دینی چاہیئے اور انہیں اس فرقۂ ناجیہ (نجات یافتہ جماعت) کے نمونے پر استوار کرنا چاہیئے جو اسلامی طبقات میں 'اہلِ سنّت والجماعت' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ 'اہلِ سنّت والجماعت' وہ گروہ ہے جو رسول اللہ (ﷺ) اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے طریق پر سختی سے کاربند ہے۔

اگر تم قرآن وسنّت اور سلف صالحین، خواہ وہ صحابہ ہوں یا تابعین، کے ان ارشادات پر قلبِ سلیم کی روشنی میں توجہ کروگے جو ایمان کے علوم سے متعلق ہیں تو تم پر یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ حق پر 'اشعریہ' جماعت ہے جس نے حضرت امام ابوالحسن الاشعریؒ سے نسبت کے سبب یہ نام پایا ہے۔ شیخ ابوالحسن الاشعریؒ وہ ہستی ہیں جنہوں نے عقیدۂ اہلِ حق کے بنیادی قواعد مرتّب کئے اور اسے اس کی ابتدائی اور اصل صورت میں قلمبند کر دیا گویا یہی وہ عقیدہ ہے جس (کے برحق ہونے پر) صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ دونوں گروہ متفق تھے۔ اسی عقیدہ پر ہر زمانے اور ہر جگہ کے اہلِ حق اور اہلِ تصوف رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابوالقاسم القشیریؒ نے اپنے 'رسالہ'' کے آغاز میں لکھا ہے۔

الحمدللہ، یہی عقیدہ ہمارا اور ہمارے تمام باعلوی حسینی سادات بھائیوں کا ہے، اور یہی عقیدہ رسول اللہ (ﷺ) کے دور سے لے کر آج تک ہمارے تمام اسلاف (بزرگوں) کا رہا ہے۔ جب مذکورہ ساداتِ کرام کے جدِّ مکرم مہاجر الی اللہ حضرت سیّد احمد بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن امام جعفر صادقؓ نے دیکھا کہ عراق میں بدعتوں، نفسانی خواہشات اور فرقہ وارانہ اختلافات کا دور دورہ ہو رہا ہے تو انہوں نے اس سرزمین کو خیر باد کہہ دیا اور دنیا کے مختلف خطوں کا سفر کرتے ہوئے بالآخر 'حضرموت' کے علاقہ میں سکونت اختیار کی۔ اور پھر اپنے وصال تک وہ وہیں مقیم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو ایسی برکتوں سے نوازا کہ ان میں سے کتنے ہی افراد علم وعبادت اور ولایت ومعرفت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے اور نامور ہوئے۔ اپنے دین کو فتنہ وفساد سے بچانے کے لئے ہجرت کرنے والے اس معتبر امام ہی کی یہ برکت ہے کہ ان کی آل ان بدعتوں اور ہوا وحرص کا شکار ہونے سے محفوظ رہی جن میں حضور (ﷺ) کے اہلِ بیت کے (حامی) بعض دوسرے گروہ مبتلا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ امام مہاجر الی اللہ سیّد احمد بن عیسیٰؒ کو ہماری جانب سے وہ افضل جزا عطا فرمائے جو وہ بچوں کی طرف سے کسی والد کو عطا کر سکتا ہے۔ اللہ کریم (جنّت کے اعلیٰ ترین مقام) 'علّیین' میں ان کے آبائے کرام کے ساتھ ساتھ ان کے درجات بھی بلند فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی خیر وعافیت میں ان سے ملحق رہیں اور دین سے انحراف اور ابتلا سے محفوظ رہیں۔ وہی (اللہ) سب سے زیادہ رحمت والا ہے۔

خیال رہے کہ علم العقائد میں (حضرت امام ابومنصور محمد الماتریدیؒ کی پیروکار) جماعت ''الماتریدیہ'' کے عقائد بھی بعینہ وہی ہیں جو ''الاشعریہ'' کے ہیں اور جن کا بیان ہم نے درجِ بالا عبارت میں کیا ہے۔

ہر مسلمان کو کسی ایک عظیم القدر اور راسخ العلم امام کے دینی عقائد کو سیکھنا چاہیئے تا کہ اس سے وہ اپنے عقیدہ کا تحفظ کر سکے۔ علمِ عقیدہ کے حوالہ سے

میرے نزدیک کوئی بھی عالم امام الغزالیؒ سے بڑھ کر واضح ،جامع ،اور شبہات واوہام سے پاک نہیں۔اوراس کااندازہ ان کی تصنیف ''احیاء العلوم الدین'' کے پہلے باب قواعدالعقائد کو پڑھ کر ہی ہوجاتا ہے۔اگرتمہیں اس بارے میں مزید جاننے کااشتیاق ہوتواسی کتاب کے تیسرے باب میں شامل ''رسالۂ قدسیہ'' کامطالعہ کرلو۔

تمہیں علمِ کلام میں زیادہ سرکھپانے سے احتراز کرنا چاہیئے اور حقیقی معرفت (عرفانِ الٰہی) حاصل کرنے کی نیّت سے اس پر زیادہ غوروخوض کرنے سے بچنا چاہیئے کیونکہ یہ علم معرفت کے حصول میں موثر نہیں۔اگرتم واقعی معرفت حاصل کرنا چاہوتوتم طریقت کے سالک بنو،ظاہری وباطنی طور پر تقویٰ کاالتزام کرو،قرآنِ پاک کی آیات اوراحادیثِ مبارکہ پرتدبّر کرو،حصولِ اعتبار کے ارادے سے زمین وآسمان کی پہنائیوں پرغوروخوض کرو،نفس کے اخلاق کی تہذیب کرو،ریاضت کے ذریعے اس کی کثافت دورکرو،اور مسلسل ذکروفکر سے اپنے آئینۂ قلب کو چمکاؤ اورایسے تمام امور سے بچو جوتمہیں اس راستے پر چلنے سے روکتے ہوں۔یہی حصول(منزل) کاراستہ ہے،اگرتم اس پر چلو گے تو،ان شاءاللہ،تمہیں تمہارامطلوب مل جائے گا۔

صوفیائے کرام نے اپنے نفسوں کے خلاف جہاد کیا ہے،ان کی تہذیب کی ہے،ان کی عادات ومرغوبات سے انہیں بازرکھا ہے،کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کمالِ معرفت کے حصول کاانحصاراسی پر ہے اور کمالِ معرفت منحصر ہے مقامِ عبودیت کے حصول پر۔مقامِ عبودیت ہی عارفین کی غایت اور محققین کی تمنّا ہے۔اللہ ان سب سے راضی ہو۔(آمین)

۱۲۔ بابِ دینی فرائض

تمہیں (دینی) فرائض باقاعدگی سے ادا کرنے چاہئیں، حرام امور سے اجتناب کرنا چاہئے اور نفلی عبادات میں اضافہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر تم ایسا صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر کرو گے تو تمہیں قربِ الٰہی حاصل ہو جائے گا۔ تمہیں حبِ الٰہی کی خلعت عطا ہو جائے گی اور تب تمہاری تمام حرکات و سکنات اُس (اللہ) کے لئے ہوں گی اور اُس کی جانب سے ہوں گی۔ یہ گویا خلعتِ ولایت کی عطا ہے بلکہ خلعتِ خلافت کی۔ یہ وہ عطا ہے جس کی طرف رسول اللہ (ﷺ) نے اشارہ کیا ہے۔ آپ (ﷺ) فرماتے ہیں: 'اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: ''میرے بندے کو کوئی شے میرے اتنا قریب نہیں لاتی جتنا میری فرض کی ہوئی عبادات۔ اور پھر نفلی عبادات اسے میرے قریب تر لاتی چلی جاتی ہیں حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں؛ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ سُنتا ہے، اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو ضرور عطا کروں اگر وہ میری پناہ چاہے تو میں یقیناً اس کو پناہ دوں۔ مجھے کچھ بھی کرنے میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد اپنے مومن بندے کی جان قبض کرنے میں ہوتا ہے؛ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنا پسند نہیں کرتا مگر یہ تو اٹل (ہونی) ہے''۔'

اللہ تم پر رحم کرے، ذرا نگاہ کرو ان اسرار اور معارف پر کہ جن کا ذکر اس حدیثِ قدسی میں ہوا ہے اور غور کرو ان معانی اور لطیف نکات پر جن کی جانب اس میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ خوش نصیب بندہ اس عظیم مرتبے پر، کہ جہاں اس کی پسند اللہ کی پسند اور اس کی ناپسند اللہ کی ناپسند بن جاتی ہے، فرائض کی ادائی اور اللہ کے قریب تر ہونے کی نیت سے کی جانے والی نفلی عبادات کے ذریعے پہنچتا ہے۔ چنانچہ جلدی کرو! جلدی کرو اگر تم مراتبِ کمال کے حصول کا پکا ارادہ باندھ چکے ہو اور مردانِ حق کے مقامات تک رسائی کے خواہاں ہو۔ اب راستہ تمہارے سامنے صاف ہے اور حقیقت کی شعاع تم پر روشن ہو چکی ہے۔

جان رکھو کہ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے نفلی عبادات میں بھی بہت سی بھلائی رکھ چھوڑی ہے تا کہ فرض عبادات میں ہو جانے والی کمی بیشی کا ازالہ ہو سکے۔ تاہم، کسی فرض عمل میں واقع ہونے والی کمی بیشی کا ازالہ اسی طرح کے نفلی عمل سے ہوگا: یعنی نماز کا نماز سے اور روزے کا روزے سے۔ خیال رہے کہ فرض اصل ہے اور نفل اس کے تابع ہے۔

جو کوئی فرائض ادا کرتا ہے، ممنوعات سے پرہیز کرتا ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی (اضافی عمل) نہیں کرتا وہ اس شخص سے بہتر ہے جو نفلی اعمال کرتا ہے مگر فرائض میں غفلت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس لئے خبردار رہو کہ کہیں نفلی اعمال کو انجام دیتے ہوئے فرائض کی طرف سے غفلت نہ کر جاؤ کیونکہ ایسا کرنا گناہ ہے اور فرائض ترک کرنے کے سبب تمہارے نفلی اعمال اللہ کے نزدیک ناقابلِ قبول ٹھہریں گے۔ اس کی مثال ایک ایسا شخص ہو سکتا ہے جو ایسا علم حاصل کرنے میں مشغول رہے جس کا حصول اس کے لئے نفلی ہے اور اس علم کا حصول ترک کر دے جس کا حاصل کرنا اس پر فرض ہے؛ ظاہری یا باطنی طور پر۔ اس کی ایک اور مثال وہ شخص ہے جو روزگار کے لئے محنت کرنے کے بجائے نفلی عبادات میں مصروف رہتا ہے اور اپنے بچوں کو دوسروں سے مانگنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ تم ان دو مثالوں کا اطلاق کر کے ایسی ہی دیگر صورتِ احوال کا تجزیہ کر سکتے ہو۔

یہ بھی جان رکھو کہ تم بغیر علم کے نہ تو فرائض بجا طور پر ادا کر سکتے ہو، نہ ممنوعات سے بچ سکتے ہو، اور نہ ہی قربِ الٰہی کے لئے مقررہ نوافل کی ادائی سے سبکدوش ہو سکتے ہو۔ تو پھر (علم) حاصل کرو! کیونکہ حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے: 'علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'۔ علم تمہیں آگاہ کرتا ہے کہ واجب کیا ہے، مندوب کیا ہے، اور ممنوعات سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ اس لئے تمہیں لازمی طور پر علم حاصل کرنا چاہئے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ دنیا اور آخرت کی سعادت کا دارومدار اسی کے عمل درآمد پر ہے۔ یاد رکھو وہ لوگ جو عبادت تو کرتے ہیں مگر کچھ علم نہیں رکھتے وہ اپنی عبادت سے نفع سے زیادہ نقصان اٹھا لیتے ہیں۔ کتنے ہی عابد لوگ خود کو عبادت میں کھپا رکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مسلسل کسی ایسے گناہ کا بھی ارتکاب کرتے رہتے ہیں جسے وہ کوئی اطاعت کا عمل سمجھتے ہیں یا بہر حال گناہ تو ہرگز نہیں جانتے! عارف باللہ حضرت شیخ محمد ابن العربیؒ اپنی تصنیف ''فتوحاتِ مکّیہ'' کے بابِ وصیّت میں مراکش کے ایک نوجوان کی حکایت بیان کرتے ہیں جو عبادت میں کوشاں رہتا تھا۔ پھر اس نے ایک گدھی خرید لی جس سے بظاہر وہ کوئی کام نہیں لیتا تھا۔ کسی نے اس سے دریافت کیا کہ اس نے یہ گدھی کیوں پال رکھی ہے تو اس نے جواب دیا: 'یہ میرے اعضائے تناسل کو بدکاری سے محفوظ رکھتی ہے۔' گویا اس نوجوان کو علم ہی نہ تھا کہ جانوروں کے ساتھ جنسی تعلق حرام ہے! جب اسے یہ بتایا گیا تو وہ بہت ڈرا اور زار و قطار رونے لگا۔

جس علم کا حصول ہر مسلمان پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے فرض شدہ چیزوں کی فرضیت کو جانے اور اس کی طرف سے حرام کردہ چیزوں کی حرمت کو بھی جانے۔ جہاں تک تعلق ہے ہر فرض کو ادا کرنے کا طریقہ جاننے کا تو وہ اس وقت تک فرض نہیں ہوتا جب تک اس کی ادائی کا وقت نہیں آجاتا۔ جو شخص بالغ ہو جائے یا مثال کے طور پر ماہِ محرم میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوا سے فوری طور پر شہادتین (دو شہادتوں) کا مطلب سمجھ میں آ جانا چاہیے اور اسے ان کا اظہار کرنا چاہیے اور پھر پنجگانہ نماز کی فرضیت اور اس کے ارکان و احکام کو سیکھنا چاہئے۔ پھر اسے روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے فرضیت کو بھی جان لینا چاہئے اور زنا، شراب نوشی، دوسروں کی دولت کو غلط طریقے سے ہتھیانا اور شریعت میں حرام قرار دیئے گئے ایسے ہی دیگر امور کے بارے میں بھی جان لینا چاہئے۔ جب تک رمضان کا مہینہ نہیں آجاتا یا حج کا موقع نہیں آجاتا روزے اور حج کی ادائی سے متعلق تفصیلی اور گہری معلومات حاصل کرنا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اسی طرح جب تک اس کے پاس نصابِ زکوٰۃ سے زیادہ پیسے نہیں ہو جاتے اور مقررہ مدت پوری نہیں ہو جاتی زکوٰۃ کی کٹوتی کا حساب کتاب جاننا بھی اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

سامنے کے فرائض اور ممنوعات تو مسلمانوں کو اچھی طرح معلوم ہیں؛ تاہم اہم بات ان کے احکام کا جاننا ہے جو کسی ایسے عالم ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں جو اللہ سے ڈرتا ہو اور حق کا امین ہو۔ عوام الناس کبھی صحیح ہوتے ہیں اور کبھی غلط۔ چنانچہ صحیح اور غلط میں ان کی اقتداء کرنے سے خبردار رہو کہ اقتداء صرف اسی عالم کی معتبر ہوتی ہے جو اپنے علم پر عمل بھی کرتا ہو اور ایسے عالم آج کل نایاب ہیں۔ اس لئے اگر تم آج کے دور میں کسی عالم کو کوئی عمل اپناتے ہوئے یا اسے ترک کرتے ہوئے دیکھو اور تمہیں اس عمل کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں علم نہ ہو تو بس اپنے اس مشاہدے پر ہی اکتفا نہ کرلو بلکہ اس عمل کے شرعی جواز اور دینی احکام کے بارے میں دریافت کرو۔

فرض علم کو حاصل کرنے میں مسلمان کا نہ تو زیادہ وقت لگتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی خاص مشکل ہوتی ہے۔ ایک ذہین طالبِ علم کسی قابل عالم کے پاس محض ایک دو گھنٹے بھی صرف کر دے تو وہ اتنا علم حاصل کر لے گا۔

ایک بار ایک بدو رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ (ﷺ) منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے آپ (ﷺ) سے درخواست کی کہ اللہ نے آپ کو جو تعلیم فرمایا ہے اس میں سے کچھ اسے بھی سکھا دیں۔ حضور (ﷺ) منبر سے نیچے تشریف لائے۔ آپ نے اسے کچھ تلقین کی اور پھر واپس منبر پر تشریف لے گئے اور اپنا خطبہ مکمل فرمایا۔

وہ جو سلامتی اور منفعت کے خواہاں ہیں انہیں اللہ کا حکم جانے بغیر نہ کسی نئے کام کا آغاز کرنا چاہئے اور نہ ہی پہلے سے آغاز شدہ کسی عمل میں شامل ہونا چاہئے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اس عمل کے بارے میں اللہ کا حکم کیا ہے: آیا یہ عمل واجب ہے یا مندوب؟ مباح ہے یا حرام؟ ہر عمل انہی چار میں سے کسی زمرہ میں آتا ہے اور اس بارے میں جاننا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

اہلِ ایمان کو دو درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: عوام اور خواص۔ اول الذکر افراد فرائض میں غفلت اور ممنوعہ باتوں کے ارتکاب میں مبتلا ہو سکتے ہیں، یہ نفلی عبادات میں دلچسپی نہیں رکھتے اور ان کے اعمال میں زیادہ تعداد محض مباح کاموں کی ہوتی ہے۔ ان میں بہتر وہ رہتے ہیں جو جلد توبہ و استغفار کر لیتے ہیں۔ جہاں تک خواص مومنین کا تعلق ہے وہ اپنے فرائض بجالاتے ہیں، ہر حال میں حرام باتوں سے گریز کرتے ہیں، واجبات کی ادائی کو ملحوظ رکھتے ہیں اور مباح (جائز) کام کرتے ہوئے بھی خود کو اس کام تک محدود رکھتے ہیں جو اللہ کے احکام اور ممنوعات کے پیمانے پر پورا اترتا ہو۔ اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

۱۳۔ بابِ طہارت و پاکیزگی

تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی طہارت اور پاکیزگی کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ جو مکمل طور پر پاکیزہ ہو جاتا ہے وہ روحانی طور پر فرشتہ (صفت) بن جاتا ہے، اگرچہ بہ ظاہر جسمانی طور پر وہ انسان ہی رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: 'دین کی اساس پاکیزگی پر استوار ہے۔ اللہ پاک ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔'

باطنی صفائی، نفس کو تکبّر، خودنمائی، حسد اور حُبِ دنیا جیسی کردار کی خامیوں سے پاک کرنے سے اور عجز و انکسار، اخلاص اور سخاوت جیسے اوصاف سے خود کو مزیّن کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ان خصائص کی اصل، بُرے خصائل سے بچاؤ کی اور اچھے اوصاف کے حصول کی تدابیر کا بیان امام غزالیؒ نے 'احیاءِ علوم الدین' کے نصفِ آخر میں کیا ہے۔ اسے جانو اور اس پر عمل کرو۔

جہاں تک ظاہری پاکیزگی کا تعلق ہے اس کا انحصار فسق و فجور سے اجتناب اور اطاعتِ خداوندی پر ہے۔ جو شخص اپنے ظاہر کو صبر اور نیک اعمال سے آراستہ کرتا ہے اور اپنے باطن کو قابلِ تحسین اوصاف کا حامل بناتا ہے وہ گویا پاکیزگی کی منزل پا لیتا ہے، ورنہ اس کو اتنی ہی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے جتنا وہ بُری عادات سے دور اور اچھے اعمال سے قریب رہتا ہے۔

ظاہری پاکیزگی میں وہ باتیں آتی ہیں جن کا ذکر شریعتِ مطہرہ میں ملتا ہے جیسا کہ بدن کے غیر ضروری بالوں اور ناخنوں کو اُتارنا اور غلاظت کو دور کرنا اور ایسی ہی دوسری چیزوں سے خود کو پاک کرنا جن کی وجہ سے وضو کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ ان میں غیر ضروری یعنی بغلوں وغیرہ کے بالوں کو صاف کرنا اور مونچھوں اور ناخنوں کو تراشنا شامل ہیں۔ حکم یہ ہے کہ ناخن تراشنے کے لئے انگشتِ شہادت سے آغاز کرتے ہوئے دائیں چھوٹی انگلی تک آنا چاہئے، پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ناخن کو تراشنا چاہئے اور وہاں سے بائیں انگوٹھے تک آنا چاہئے اور آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹنا چاہئے۔ اور جہاں تک پاؤں کے ناخنوں کا تعلق ہے دائیں چھوٹی انگلی سے بائیں طرف کی چھوٹی انگلی تک آنا چاہئے یعنی اسی ترتیب سے جس کا التزام وضو کرتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ پاکیزگی اور طہارت کے ان امور کو چالیس روز سے زیادہ مؤخر کرنا منع ہے۔ اس نوع کی دوسری چیزوں میں جھریوں میں چھپی دھول کو دھونا، آنکھ اور ناک کی رطوبت کو صاف کرنا اور دانتوں میں خلال کرنا شامل ہیں۔ تمہیں باقاعدگی سے مسواک بھی کرنا چاہئے اور اگر مسواک اراک یعنی پیلُو کی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ عبادت کرنے سے پہلے مسواک کرنا ضروری ہے۔ جب لباس میلا ہو جائے تو اسے بھی باقاعدگی مگر اعتدال سے دھو لینا چاہئے اور ایسا کرنے میں اسراف کرنے والوں کی نقل نہیں کرنی چاہئے۔

پاکیزگی کے حوالے سے ایک اور اہم بات یہ کہ داڑھی کو تیل لگانا اور اس میں کنگھی کرنا سنّتِ رسول ﷺ ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کی اور بھی کئی سنّتیں ہیں جیسے سارے بالوں کو دھونا، آنکھوں میں تین بار سُرمہ لگانا (حضور ﷺ ہر شب ایسے ہی سُرمہ لگایا کرتے تھے)، عطر لگانا کہ اس سے بدبو دور ہوتی ہے، جمعہ کی نماز اور دیگر مسلم تقریبات کے موقع پر خوشبو لگانے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خوشبو پسند فرماتے تھے اور خوب استعمال کرتے

تھے حتیٰ کہ خوشبو کی چمک بعض اوقات آپ ﷺ کی مانگ میں دکھائی دیتی تھی۔ حضور ﷺ خوشبو اس لئے لگایا کرتے تھے کہ لوگ ان کا اتباع کریں، وگرنہ آپ ﷺ کا جسم مبارک تو قدرتی طور پر از خود ہی مشک بار تھا، آپ ﷺ کو تو کسی طرح کے عطر کی ضرورت ہی نہ تھی اور صحابہ کرام آپ ﷺ کے پسینے کو جمع کر کے بہ طور عطر استعمال کرتے تھے۔ مردوں کو چاہئے کہ وہ بے رنگ، تیز خوشبو لگایا کریں جبکہ عورتیں اس کے برعکس کریں۔

ہر طرح کی نجاست اور ناپاکی سے خبردار رہو۔ اگر کوئی ناپاک شے چپک جائے تو اسے جتنی جلد ہو سکے دھولو۔ اگر تم جُنب (جنابت) کے باعث ناپاک ہو جاؤ تو فوری طور پر غسل کرلو کیونکہ جنب، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حضوری میں مانع ہوتا ہے۔ اسی لئے ایسی حالت میں مسجد میں داخل ہونا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا منع ہے۔ کتابوں میں آتا ہے کہ فرشتے جُنبی شخص کے گھر میں داخل نہیں ہوتے اور جب فرشتے رخصت ہو جاتے ہیں تو شیاطین ہر طرف سے حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ جُنب کی حالت میں کھانے اور سونے سے گریز کرو کیونکہ ایسا کرنے سے تم بہت سے مسائل کا شکار ہو سکتے ہو۔ اگر فوری طور پر غسل کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم اپنے بدن کے مخصوص حصوں کو ضرور صاف کرلو اور وضو کرلو۔

ہر فرض نماز سے پہلے وضو کرو اور ہمہ وقت باوضو رہنے کی کوشش کرو۔ جب وضو ٹوٹ جائے تو اسی وقت دوبارہ کرلو کیونکہ وضو مومن کا ہتھیار ہے اور جب ہتھیار نمایاں ہو تو دشمن پاس نہیں آتا۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کے پاس آیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ کیمیا گری (سونا بنانے کا فن) سیکھنا چاہتا ہے۔ حضرتِ شیخؒ نے اس سے اس شرط پر وعدہ کرلیا کہ وہ شخص ان کے پاس ایک سال تک قیام کرے گا اور جب بھی اس کا وضو ٹوٹ جائے گا وہ اسے تازہ کرے گا اور دو رکعت نماز ادا کرے گا۔ سال پورا ہونے پر وہ شخص پانی لینے کنویں پر گیا اور جب اس نے بالٹی کنویں سے باہر کھینچی تو وہ سونے چاندی سے لبالب تھی۔ اس نے وہ سونا چاندی واپس کنویں میں پھینک دی کیونکہ اسے ان کی طلب وخواہش ہی نہ رہی تھی۔ پھر وہ حضرتِ شیخؒ کے پاس آیا اور انہیں یہ بات بتائی۔ شیخؒ نے فرمایا: ’’اب تم خود سراپا کیمیا بن گئے ہو‘‘ اور انہوں نے اسے اللہ کی طرف دعوت دینے پر مامور کردیا۔

تم بھی وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز ادا کیا کرو۔ اگر تم مستقل باوضو نہیں رہ سکتے تو کوشش کرو کہ مسجد میں قیام کے دوران، قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہوئے، دینی علم حاصل کرتے ہوئے، ذکر کرتے ہوئے اور دیگر تمام عبادات انجام دیتے ہوئے ضرور باوضو رہو۔

یاد رکھو جب تم وضو یا غسل کرو تو محض فرائض پر ہی اکتفا نہ کرلیا کرو بلکہ ان تمام مستند سنتوں اور متعلقہ لوازمات کو بھی ملحوظ رکھا کرو جو حضور ﷺ سے ثابت ہیں۔

طہارت اور پاکیزگی برقرار رکھنے کے لئے تمہیں گاہے گاہے غسل کرتے رہنا چاہئے۔ چاہے تم جُنب کی حالت میں نہ بھی ہو۔ جمعہ کے روز نماز ادا کرنے والوں کے لئے غسل کرنا سنّتِ نبوی ﷺ ہے اور تمہیں اس کی پابندی کرنی چاہئے۔

وضو اور غسل کرنے کے بعد تمہیں یہ کلمات کہنے چاہئیں:

اشهدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۱۴۔ بابِ اتباعِ سنّتِ نبوی ﷺ

تم آدابِ سنّت کی بجا آوری کو ظاہری اور باطنی طور پر اپنے اوپر لازم کرلو۔ اگر تم سنّتوں کی پابندی کو اپنا معمول بنالو تو سمجھو کہ گویا تم نے خود کو نبیٔ رحمت ﷺ اور نبیٔ ہادی ﷺ کے اتباع و اقتدا کی تکمیل سے آشنا کرلیا ہے۔

اگر تم صدیقین میں شمار ہونے کے آرزو مند ہو تو کسی بھی عادت یا معمول کو اپنانے سے پہلے اس کے بارے میں اچھی طرح جان لو اور اس امر کا یقین کرلو کہ رسول اللہ ﷺ، آپؐ کا کوئی صحابیؓ یا کوئی اور مقتدر ہستی اس پر کاربند رہی ہے۔ اگر تمہیں پتہ چلے کہ قدرت رکھنے کے باوجود انہوں نے اس عمل کو کرنا پسند نہیں کیا تو اس سے اجتناب کرو، اسے ترک کردو، چاہے وہ عمل بظاہر مباح ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ان عظیم بزرگوں کو یقیناً معلوم ہوگا کہ اس عمل کا نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ ہاں، اگر تمہیں معلوم ہو کہ انہوں نے اس عمل کو اپنایا تھا تو پھر تم اس بات کو جاننے کی کوشش کرو کہ انہوں نے وہ کام کس انداز میں انجام دیا تھا تاکہ تم بھی اسی طریق پر عمل کرسکو۔ ایک عالمِ دین جو تربوز کھانے سے احتراز کرتے تھے اپنے طرزِ عمل کی وضاحت میں کہا کرتے کہ انہیں یہ تو معلوم ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے تربوز کھایا ہے مگر یہ پتہ نہیں کہ آپ ﷺ نے کھایا کس طریقے سے تھا اسی لئے وہ اسے کھانے سے گریز کرتے ہیں۔

ہم نے عبادات کے حوالہ سے حضور ﷺ کی کچھ سنّتوں کا ذکر تو اس سے پہلے ابواب میں بھی کیا ہے اور کچھ کا ذکر ان شاءاللہ آئندہ ابواب میں کریں گے تاہم زیرِ نظر باب میں ہم ان سننِ نبوی ﷺ پر بات کریں گے جن کا تعلق روزمرہ معمولات سے ہے۔ جان لو کہ جو شخص اپنی روزمرہ زندگی میں حضور ﷺ کی سنّتوں کی پابندی کرتا ہے وہ گناہوں سے اور ناپسندیدہ اخلاق و اعمال سے اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور دینی اور دنیوی نفع سے مستفید ہوتا ہے۔

جو خود کو بُرائیوں اور بشری لحظات سے مکمل طور پر پاک کرنے کا خواہاں ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنی ظاہری اور باطنی تمام حرکات و سکنات کو شریعت سے منضبط کردے اور انہیں شرع و عقل کے احکامات کے تابع کردے۔ صوفیائے کرام جب بعض عادات کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں تو اس سے ان کی مراد ان کے حصول کے طریقوں کی حوصلہ شکنی ہے کیونکہ وہ طریقے اور انداز شہوت و حرص، اور گناہ سے مملو ہوتے ہیں اور قانونِ شرعی سے اغماز کے حامل ہوتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ اپنی تصنیف ''الاربعین فی اصول الدین'' میں، اتباعِ سنّت کی ترغیب و اہمیت اور اس کے بعض اسرار پر بات کرنے کے بعد فرماتے ہیں: 'ان سب کا اطلاق روزمرہ معمولات اور عادات پر ہوتا ہے۔ اور جہاں تک عبادات کا تعلق ہے ان کی ادائی میں سنّتوں کا ترک یا تو کفرِ خفی کے سبب ہوتا ہے یا پھر حماقتِ جلی کے باعث'۔ اس بات کو خوب جان لو۔

یاد رکھو کہ ہر کام کا آغاز 'بسم اللہ' سے کرنا چاہئے اور اگر ابتدا میں کہنا بھول جاؤ تو کام کے دوران جب بھی یاد آجائے یوں کہنا چاہئے: بِسۡمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ' (اللہ کے نام سے اس کام کا آغاز اور اس کا اختتام)۔

کوشش کرو کہ کسی بھی کام کا آغاز نیک نیّت بنائے بغیر نہ کرو۔ جب لباس پہنو تو بدن کے ان حصوں کو ڈھانپنے کی نیّت کرو جن کا حکم اللہ سبحانہ و

تعالیٰ نے دیا ہے۔کپڑے پہنتے ہوئے دائیں آستین پہلے پہنو اور اتارتے ہوئے اسے آخر میں اتارو۔جسم کے نچلے حصے کو ڈھانپنے والا لباس (شلوار، تہبند) یا تمہاری قمیض پنڈلی کے وسط سے نیچے نہیں جانی چاہئے؛ اگر ایسا نہ ہو سکے تو تمہارے ٹخنوں سے لمبی تو ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔عورتیں البتہ اپنا لباس فرش تک لمبا رکھ سکتی ہیں تاہم وہ بھی ہاتھ کے دوتہائی سے زیادہ نہیں۔

اپنی قمیض کی آستینوں کو اپنی کلائی تک رکھو یا زیادہ سے زیادہ اپنی انگلیوں کی پوروں تک۔ اور اگر اس سے تجاوز کرنا چاہو تو بھی حد سے نہ بڑھو۔رسول اللہ ﷺ کی آستین آپ ﷺ کی کلائی تک ہوتی تھی۔حضرت علیؓ نے اپنی ایک قمیض کی آستینوں کو چھوٹا کروایا تاکہ وہ ان کی انگلیوں کی پوروں سے تجاوز نہ کریں۔ایسے کپڑے خریدو جن سے تمہاری لباس کی ضرورت پوری ہو جائے۔لباس نہ تو انتہائی ملائم ہونا چاہئے اور نہ ہی بہت کھردرا۔اس میں بھی میانہ روی اختیار کرو۔اپنے بدن کے ان حصوں کو جن کا ستر (پردہ) لازم ہے ان کو بلاضرورت کبھی بے پردہ نہ کرو۔اور اگر ایسا کرنے کی حاجت ہو تو پہلے کہو: بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِی لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں)۔لباس پہنتے ہوئے یہ دعا پڑھو: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ كَسَانِیۡ هٰذَا وَرَزَقَنِيۡهِ مِنۡ غَيۡرِ حَوۡلٍ مِّنِّیۡ وَلَا قُوَّةٍ (سب خوبیاں اس اللہ کو جس نے مجھے اس لباس میں ملبوس کیا اور مجھے یہ عطا کیا بغیر میری کسی اہلیت اور طاقت کے)۔دستار پہننا، اپنی آستینوں کو بہت فراخ نہ کرنا اور دستار کو بہت بڑا نہ بنانا بھی حضور ﷺ کی سنتوں میں شامل ہے۔

تمہیں صرف اور صرف خیر اور بھلائی کی بات کرنی چاہئے۔ہر وہ بات جس کا کہنا حرام ہے اس کا سننا بھی حرام ہے۔ جب بھی بولو صاف اور سلیقے سے بولو۔ جب کوئی دوسرا بات کر رہا ہو تو اسے سنو اور اگر وہ غیبت وغیرہ جیسی کوئی مکروہ بات نہیں کر رہا تو اسے ٹوکو بھی مت۔ بے ڈھنگے انداز میں بات کرنے سے خبردار رہو۔ اگر کوئی تمہیں وہ بات بتائے جسے تم پہلے ہی سے جانتے ہو تو کہنے والے کو محسوس نہ ہونے دو کہ تم جانتے ہو کیونکہ ایسا کرنا کسی دوست کی دل شکنی کا باعث بن سکتا ہے۔اگر کوئی تمہیں ایسی حکایت سنائے جو درست نہ ہو تو بھی اسے ایسا مت کہو: 'بات ایسے نہیں ہے جیسے تم بیان کر رہے ہو، بلکہ ایسے ایسے ہے'۔اگر بات دین سے متعلق ہو تو اس کی تصحیح کر دو مگر شائستگی اور نرمی سے۔جو بات تم سے متعلق نہیں ہے اس کی چھان پھٹک کرنے اور خواہ مخواہ اللہ کی قسمیں کھانے سے بھی خبردار رہو۔اللہ تعالیٰ کی قسم نہ اٹھاؤ جب تک وہ سچ نہ ہو اور اس کی ضرورت نہ ہو۔ ہر طرح کے جھوٹ بولنے سے گریز کرو کیونکہ جھوٹ ایمان سے ہم آہنگی نہیں رکھتا۔غیبت، بہتان طرازی اور ٹھٹھے بازی سے بھی خبردار رہو۔قبیح کلام سے بھی ایسے ہی بچو جیسے مذموم کلام سے بچتے ہو۔ پہلے تولو، پھر بولو۔اگر بات بھلی ہو تو کر دو ورنہ خاموش رہو۔حضور ﷺ کا فرمان ہے: ابنِ آدم کی ہر بات اس کے خلاف جاتی ہے سوائے اللہ کے ذکر کے، نیکی کی تلقین کے اور برائی سے روکنے کے'۔آقا ﷺ نے یہ بھی فرمایا: 'اللہ رحمت کرے اس شخص پر جو اچھی بات کہہ کے انعام کا حقدار ٹھہرا اور بُری بات نہ کہہ کر سلامتی پا گیا'۔آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: 'ایک شخص کسی بات کو معمولی سمجھ کے کر دیتا ہے اور وہ بات اسے ثریا (ستاروں کے جھرمٹ) سے بھی پرے جا گراتی ہے'۔

جب بھی کہیں جاؤ تو محض نیکی کی جانب جاؤ اور ضرورت کے تحت جاؤ۔عجلت میں مت چلو۔گھمنڈ اور غرور کی چال مت چلو کیونکہ ایسا کرنے سے تم اللہ کی نظروں سے گر جاؤ گے۔اگر کوئی چلتا ہو تم سے آگے نکل جائے تو خفا مت ہو اور اگر لوگ تمہارے پیچھے چلیں تو فخر نہ کرو۔ چلتے ہوئے نہ تو خواہ مخواہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھو اور نہ ہی محض تجسس کے مارے۔حضور ﷺ بھرپور اور پر اعتماد انداز میں چلتے تھے جیسے ڈھلوان سے اُتر رہے ہوں اور کوئی پکارتا تو آپ ﷺ ٹھہر جاتے مگر واپس مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔

جب تم کسی مجلس میں بیٹھو تو اپنے جسم کے مخصوص حصوں کو ڈھانپ کر، قبلہ رُو ہو کر، وقار اور سکون کے ساتھ بیٹھو۔ بیٹھے بیٹھے بے چینی اور بے قراری کا اظہار نہ کرو اور بار بار اپنی جگہ سے اٹھ اٹھ نہ جاؤ۔ بے تحاشہ کھجلی کئے جانے سے، انگڑائیاں لینے سے، ڈکار اور دوسروں کے سامنے جمائیاں لینے سے بھی اجتناب کرو۔ اگر جمائی لینا ناگزیر ہو جائے تو اپنا بایاں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ کر جمائی لو۔ بے جا (قہقہہ لگا کر) ہنسنے سے بھی گریز کرو کہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور ہو سکے تو اپنے قہقہے کو مسکراہٹ (تبسم) میں بدل لو۔ یہ دعا کہے بغیر مجلس سے مت اٹھو: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ (اے اللہ! پاک ہے تیری ذات، تیری ہی سب خوبیاں ہیں، میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھی سے معافی اور توبہ کا خواستگار ہوں)۔ وارد ہوا ہے کہ جو یہ کلمات کہتا ہے مجلس کے دوران اس سے سرزد ہونے والی غلطیاں معاف کر دی جاتی ہیں۔

سونے کا ارادہ کرو تو دائیں طرف کروٹ لے کر، قبلہ رو ہو کر، گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اور رات کو عبادت کے لئے بیدار ہونے کا عزم کرتے ہوئے لیٹو اور تین تین بار یہ کلمات کہو: بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَ بِاسْمِكَ اَرْفَعُهٗ فَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ (تیرے نام سے اے اللہ، اے میرے رب، میں کروٹ لے کر لیٹتا ہوں اور تیرے ہی نام سے اٹھتا ہوں۔ اے اللہ، میرے گناہ معاف کر دے اور مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن تیرے بندوں کو جمع کیا جائے گا)۔ اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ (میں مغفرت کا خواہاں ہوں اللہ سے جو عظیم ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اسی کے حضور توبہ کرتا ہوں)۔ اور تینتیس تینتیس دفعہ 'سبحان اللہ' اور 'الحمد للہ' اور چونتیس بار 'اللہ اکبر' کہو۔ سونے کے وقت کی اور بھی دعائیں ہیں جن سے غفلت نہ کرو۔ ہمیشہ پاک صاف ہو کر اور اللہ کو یاد کرتے ہوئے سوؤ۔ زیادہ آرام دہ بستر پر سونے کی عادت نہ ڈالو کہ اس سے نیند زیادہ آتی ہے اور شب بیداری سے غفلت ہو جاتی ہے۔ اور ایسا ہوا تو تم افسوس اور حسرت کرتے رہ جاؤ گے وہ سب (انعام) دیکھ کر جو اللہ نے رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: يُحْشَرُ النَّاسُ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کیا جائے گا اور ایک منادی کرنے والا پکارے گا: "کہاں ہیں وہ جن کے پہلوؤں نے ان کے بستروں کو ترک کر دیا؟" اور چند ایک لوگ ہی آگے بڑھیں گے اور بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہو جائیں گے)۔ آپ ﷺ کی حدیثِ پاک ہے: حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی والدہ نے فرمایا: "اے میرے فرزند! رات کو زیادہ نہ سوؤ کہ رات کو زیادہ سونے والا قیامت کے روز مفلس کے طور پر اُٹھے گا"۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: دن اور رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ آٹھ گھنٹے سے زیادہ مت سوؤ، کیونکہ اتنی نیند کافی ہے۔ اگر تمہیں ساٹھ سال جینا ہے تو اس میں سے بیس سال یعنی کل عمر کا ایک تہائی حصہ تو تم نے ضائع کر دیا۔ اگر کسی وجہ سے تم دائیں طرف کروٹ لے کر اور قبلہ رُو ہو کر نہ سو سکو تو اپنی دائیں جانب لیٹو مگر اپنی پیٹھ قبلہ کی جانب مت کرو۔ اگر تم سونے کے لئے نہیں بلکہ صرف آرام کی غرض سے لیٹو تو بائیں طرف لیٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ قیلولہ (دوپہر کا آرام) رات کو جاگنے میں مددگار ہوتا ہے اور اس لئے تمہیں قیلولہ کرنا چاہئے۔ فجر کی نماز کے فوری بعد سونے سے خبردار رہو کہ اس سے رزق میں کمی ہوتی ہے، عصر کی نماز کے بعد سونے سے بھی بچو کہ اس سے پاگل پن (جنون) لاحق ہوتا ہے اور اسی طرح عشاؔ کی نماز سے پہلے بھی نہیں سونا چاہئے کہ اس سے بے خوابی کا مرض ہو جاتا ہے۔ اگر تمہیں خواب میں کچھ اچھا دکھائی دے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اس کی مناسب تعبیر کرو تا کہ وہ سچ ہو جائے۔ اگر تم پریشان کن خواب دیکھو تو اللہ سے پناہ طلب کرو، اپنی بائیں جانب تین بار تھتکار دو، کروٹ بدل لو اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرو کیونکہ یہ تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر کوئی تمہیں اپنا خواب سنائے تو اس وقت تک اس کی تعبیر نہ کرو جب تک وہ خود تم سے ایسا کرنے کو نہ کہے یا جب تک تم خود اس سے اجازت نہ لے لو۔

کھانے پینے کی ابتدا ہمیشہ ’’بسم اللہ‘‘ سے کیا کرو اور اس کا اختتام ’’الحمد للہ‘‘ سے۔ کھانے پینے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیا کرو۔ جب کھانا پیش کیا جائے تو کہو: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيمَا رَزَقْتَنَا وَاَطْعَمْنَا خَيْرًا مِنْهُ (اے اللہ، یہ جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا ہے اس میں برکت دے، اور ہمیں اور بھی اچھا رزق عطا کر)۔ اور اگر دودھ پیش کیا جائے تو کہو: وَزِدْنَا مِنْهُ (اور ہمیں یہ اور بھی زیادہ عطا کر) کیونکہ، جیسا کہ وارد ہوا ہے، اس سے بہتر کوئی اور شئے نہیں۔ کھانے پینے کے بعد ہاتھ دھولیا کرو، لقمے چھوٹے چھوٹے بنایا کرو، کھانا اچھی طرح چبا کر کھایا کرو، مزید کھانے کی طرف ہاتھ مت بڑھاؤ جب تک پہلے سے منہ میں موجود کھانا نگل نہ لو۔ کھانے کو برتن کے کناروں سے لیا کرو نہ کہ درمیان سے کیونکہ درمیان وہ جگہ ہے جہاں برکت اترتی ہے۔ اگر لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کرو اور کھالو۔ اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑ دو۔ کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹ لو اور برتن کو صاف کردو۔ کھانے میں شہادت کی انگلی، درمیانی انگلی اور انگوٹھا استعمال کرو۔ ضرورت پڑنے پر دوسری انگلیاں بھی استعمال کرسکتے ہو جیسے مثلاً چاول کھاتے ہوئے۔ جب دوسروں کے ساتھ مل کر کھانا کھاؤ تو کھانا اپنے سامنے سے لو دوسروں کے سامنے سے نہیں۔ پھل کھاتے ہوئے اس کا التزام ضروری نہیں۔ کھانے میں شریک دوسرے افراد کی طرف بار بار نہ دیکھو، مناسبِ حال بات چیت کرتے رہو، اور منہ میں نوالہ ہو تو بات چیت نہ کرو۔ اگر تھوکنا یا ناک صاف کرنا ناگزیر ہو جائے تو اپنے چہرے کو حاضرین سے موڑ لو یا کسی اور مناسب جگہ جا کر اپنی ضرورت پوری کرلو۔ جب کسی کے ہاں دعوت پر جاؤ تو ان کی تعریف کرو اور ان کی خوش حالی کے لئے دعا کرو۔ کھانا کھا کر یہ دعا کرو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ كَمَا اَطْعَمْتَنِي طَيِّبًا فَاسْتَعْمِلْنِي صَالِحًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَطْعَمَنِي هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ وَلَا قُوَّةٍ (سب خوبیاں اللہ کو۔ اے اللہ، تو نے مجھے پاک کھانا دیا سو مجھے نیکی کی طرف لگادے۔ سب تعریفیں اللہ کی جس نے مجھے کھانا دیا بغیر میری اہلیت اور قوت کے)۔ جو بھی یہ دعا کرتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ہر کھانے کے ساتھ چٹنی کھانا ضروری نہیں۔ کھانا جیسا بھی ہو اس میں سے نقص نہ نکالو۔ محض عمدہ اور لذیذ غذا ہی کو اپنا مطمع نظر نہ بنالو ورنہ تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو لذیذ کھانے کھاتے ہیں اور اپنے جسموں کو تنومند بناتے ہیں۔ انہیں بس مختلف النوع کھانوں اور کپڑوں سے غرض ہے اور وہ تکبر سے بات کرتے ہیں‘۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے: ’وہ جس کے لئے بس وہی اہم ہے جو اس کے پیٹ میں جاتا ہے اس شخص کی اپنی اہمیت اس شئے سے زیادہ نہیں جو (پیٹ سے) خارج ہوتی ہے‘۔

کوشش کرو کہ صرف لقمۂ حلال ہی تمہارے معدے میں جائے کیونکہ جو چالیس روز تک رزقِ حلال کھاتا ہے اس کا قلب منور ہو جاتا ہے، اس کی زبان سے حکمت و دانائی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں زہد سے سرفراز کرتا ہے، اس کے باطن کی صفائی ہو جاتی ہے اور اللہ کے ساتھ اس کا معاملہ احسن ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص حرام اور مشتبہ چیزیں کھاتا ہے اس کی صورتِ حال اس سب کے برعکس ہوتی ہے۔ شکم سیری کے لئے بہت زیادہ اور بار بار کھانے سے خبردار رہو چاہے یہ کھانا حلال ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا کرنا آفات کو دعوت دینا ہے۔ اس کے نتیجے میں دل سخت ہو جاتا ہے اور بصیرت جاتی رہتی ہے، سوچ پراگندہ ہو جاتی ہے، عبادت میں سُستی آجاتی ہے اور اسی طرح کی دیگر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کھانے میں میانہ روی یہ ہے کہ بھوک رکھ کر کھاؤ اور اس وقت تک کھانا نہ کھاؤ جب تک تمہیں واقعی اس کی ضرورت نہ ہو۔ سچی بھوک کی نشانی یہ ہے کہ تم کچھ بھی کھانے کو تیار ہو جاؤ۔ جب پانی پیو تو گھونٹ گھونٹ پیو اور ایک ہی سانس میں سارا پانی نہ پیو۔ پانی کو تین وقفوں سے پیو۔ پینے کے برتن میں سانس نہ لو۔ جہاں سے برتن چٹخا ہوا ہو اس جگہ سے نہ پیو۔ کھڑے ہو کر پانی نہ پیو۔ مشکیزہ کے منہ سے منہ لگا کر پانی نہ پیو۔ اگر تمہیں کوئی برتن دستیاب نہ ہو تو اپنے ہاتھ سے پی لو۔ پانی پینے کے بعد کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهِ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوبِنَا

(سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنی رحمت سے اسے شیریں اور شفاف بنایا اور ہماری خطاؤں سے اسے نمکین اور تلخ نہیں بنایا)۔

اپنی زوجہ سے قربت کا ارادہ کرو تو کہو: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (اللہ کے نام سے، اے

اللہ، دور رکھ شیطان کو ہم سے اور اس (ہونے والی اولاد) سے جو تو ہمیں دے گا) ۔ قربت کے دوران خود کو اور اپنی زوجہ کو لباس سے ڈھانپے رکھو اور خاموشی اور سکون کا دامن بھی تھامے رہو۔ جب انزال کی کیفیت محسوس ہو تو زبان کو حرکت دیئے بغیر اپنے دل میں کہو:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی (۲۵:۵۴)

جہاں تک یہ سوال ہے کہ شادی کرنی چاہیئے یا نہیں تو اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ وہ فیصلہ کرو جس میں دین کی سلامتی ہو، قلب کے لئے فائدہ مند ہو اور صحتِ فکر کے لئے سازگار ہو۔ غیر شادی شدہ افراد کا عورتوں کے بارے میں نفسانی خواہشات کے تناظر میں سوچنا انتہائی مکروہ فعل ہے۔ اگر کوئی اس مشکل کا شکار ہو اور وہ عبادات و وظائف سے اس پر قابو نہ پا سکتا ہو اسے لازماً شادی کر لینی چاہیئے۔ اگر وہ شادی کی استطاعت نہیں رکھتا تو اسے روزے رکھنے چاہئیں۔ روزے سے نفسانی خواہشات میں کمی آجاتی ہے۔

جب تم رفع حاجت وغیرہ کے لئے بیت الخلا میں جانے لگو تو جوتے پہن لو، سر ڈھانپ لو اور داخل ہوتے ہوئے اپنا بایاں پاؤں پہلے رکھو اور باہر نکلتے ہوئے اپنا دایاں پاؤں پہلے رکھو۔ داخل ہونے سے پہلے کہو: بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (اللہ کے نام سے، اے اللہ، میں ناپاک خُبث وخبائث سے تیری پناہ چاہتا ہوں) ۔ اور باہر نکلو تو کہو: غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (اے اللہ تجھ سے مغفرت (چاہتا ہوں) ، سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھ سے اذیت کی چیز کو دور کر دیا اور عافیت بخشی) ۔ اس حالت میں (زبان سے) اللہ کا ذکر نہ کرو بس دل میں کرو۔ اپنے ساتھ اندر ایسی کوئی چیز نہ لے کر جاؤ جس پر اللہ جل جلالہ کا نام لکھا ہو۔ فضول حرکتیں نہ کرو اور بلا ضرورت بولنے سے بھی احتراز کرو۔ کپڑوں کو اتنا اونچا کرو کہ وہ نجاست سے محفوظ رہیں۔ رفع حاجت کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرو جہاں کسی کی نظر تم پر نہ پڑے، جہاں سے تمہاری آواز اور بدبو وغیرہ دوسروں تک نہ پہنچے۔ نہ اپنا رُخ قبلہ کی طرف کر کے بیٹھو اور نہ ہی اپنی پیٹھ اُدھر کرو۔ ایسا کرنا بعض عمارتوں میں مشکل ہو سکتا ہے اور وہاں ایسا کرنے کے نتیجہ میں جنم لینے والی مشقت کے باعث اسے قابلِ عذر قرار دیا جا سکتا ہے۔ کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب مت کرو چاہے وہاں بہت سا پانی ہی کیوں نہ کھڑا ہو سوائے اس صورت کے کہ جب یہ ناگزیر ہو۔ ٹھوس زمین (پختہ فرش وغیرہ) پر اور ہوا کے مخالف سمت پیشاب نہ کرو۔ اس کا مقصد کپڑوں کو ناپاک ہونے سے بچانا ہے۔ یہ ناپاکی عذابِ قبر کا باعث بنتی ہے۔ اپنے جسم کو اس سے اچھی طرح پاک کرو مگر وسوسہ کی حد تک نہ جاؤ۔ کھانسی کرنا، مثال کے طور پر، عضوِ تناسل سے پیشاب خارج کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ مقعد کو پہلے کنکروں سے صاف کرو اور پھر پانی سے استنجا کرلو۔ اگر ان دونوں میں سے ایک چیز استعمال کرنا چاہو تو پانی کا استعمال بہتر ہے۔ پانی استعمال کرتے ہوئے آگے سے پیچھے کے حصے کی طرف جاؤ اور کنکر استعمال کرتے ہوئے پیچھے سے آگے کی طرف۔ استنجا کرنے کے بعد کہو: اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ عَنِ الْفَوَاحِشِ وَطَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ) اے اللہ، میرے جنسی اعضا کو فحش امور سے اور میرے قلب کو نفاق سے محفوظ رکھ) ۔

غلاظت اور گندگی صاف کرنے کے علاوہ ہر کام کے لئے اپنا دایاں ہاتھ استعمال کرو۔ کہیں بھی داخل ہوتے ہوئے اپنا دایاں قدم پہلے رکھو سوائے بیت الخلا وغیرہ میں جانے کے، جہاں بایاں قدم پہلے رکھتے ہیں۔

چھینکنا ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ کے آہستگی سے چھینکو اور کہو: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں

کا)۔تھوکنا ہوتو اپنے بائیں جانب یا اپنے بائیں پاؤں کے قریب تھوکو۔سوتے ہوئے یا گھر سے باہر جاتے ہوئے مشکیزے کا منہ باندھ دو،تمام برتن ڈھانپ دو اور گھر کا دروازہ بند کرلو۔سونے سے پہلے آگ جیسا کہ دیا (بتی) وغیرہ بجھا دو۔اگر صبح کو تمہیں مشکیزہ کا منہ کھلا ہوا ملے یا برتن بے ڈھکے ہوئے ملیں تو ان میں سے پانی نہ پیئو۔ہاں یہ پانی ان کاموں کے لئے استعمال کر سکتے ہو جن میں خراب پانی استعمال ہوسکتا ہے۔ہوسکتا ہے یہ پانی صاف ہی ہوتا ہم اس کا استعمال نقصان دہ ہوسکتا ہے۔حضرت شیخ ابنِ عربیؒ نے اپنی تصنیف 'فتوحات' میں لکھا ہے کہ ہر سال ایک ایسی نامعلوم رات آتی ہے جس میں بیماریاں نازل ہوتی ہیں جو ہر بے ڈھکے برتن اور کھلے مشکیزے میں داخل ہوجاتی ہیں۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے مشکیزوں کے منہ باندھ کر اور اپنے برتنوں کو ڈھانپ کے رکھیں۔اگر تمہیں برتن ڈھانپنے کو کچھ نہ ملے تو اس پر ایک ٹہنی رکھ دو اور اللہ کا نام لے لو اور اس پر توکل کرو کیونکہ بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۱۵۔ بابِ آدابِ مساجد

تمہیں اعتکاف کی نیّت کر کے مسجد میں کثیر وقت گزارنا چاہئے کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور یہ وہ جگہ ہے جو اسے بہت محبوب ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: 'مسجد متقی لوگوں کا گھر ہے'۔ اور یہ بھی فرمایا: 'اگر تم کسی ایسے فرد کو دیکھو جو مسجد سے مانوس ہو (مسجد آنا اس کا معمول ہو) تو گواہ رہو کہ وہ صاحبِ ایمان ہے'۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ

'اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں' (۹:۱۸)

رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو، جس کا دل مسجد سے جانے سے واپس آنے تک مسجد سے ہی لگا رہے، ان سات افراد میں شامل کیا ہے جن پر اللہ اپنے عرش کا سایہ کرے گا اُس دن جس دن سوائے اس کے سائے کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مسجد میں قیام کے دوران میں اس کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھو۔ مسجد میں فضول گفتگو کرنے سے بھی گریز کرو چہ جائکہ ایسی باتیں کرو جو بالکل ہی منع ہوں۔ اگر تمہیں کوئی دنیاوی بات کرنا ہی ہو تو مسجد سے باہر جا کر کرو۔ مسجد میں قیام کے دوران میں خود کو صرف اور صرف عبادت میں مشغول رکھو کیونکہ یہ جگہ صرف اللہ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۪ۙ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجۡزِیَہُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

ترجمہ: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں تا کہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں انعام زیادہ دے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے گنتی۔ (۲۴:۳۶، ۳۷، ۳۸)

مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اپنا دایاں پاؤں پہلے رکھو اور کہو: بِسۡمِ اللّٰہِ وَالصَّلَاۃُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ ذُنُوۡبِیۡ وَافۡتَحۡ لِیۡ اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ (اللہ کے نام سے اور درود اللہ کے رسول پر، اے اللہ میرے گناہ معاف کردے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے)۔ مسجد میں جاؤ تو بیٹھنے سے پہلے ہی دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) ادا کرلو۔ اگر کسی وجہ سے یہ دو رکعت ادا کرنا ممکن نہ ہو تو چار بار یہ کلمات کہہ دو: سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَلَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکۡبَرُ (ترجمہ: اللہ پاک ہے اور سب خوبیاں اللہ کو اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے)۔ جب مسجد سے باہر نکلنے لگو تو پہلے بایاں قدم باہر رکھو تو وہی کلمات کہو جو تم نے داخل ہوتے ہوئے کہے تھے بس اَبۡوَابَ رَحۡمَتِكَ کے بجائے اَبۡوَابَ فَضۡلِكَ (ترجمہ: اپنے فضل کے دروازے) کہہ دو اور ان کلمات کا اضافہ کرلو: اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ وَ جُنُوۡدِہٖ (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطانِ رجیم اور اس کے لشکروں سے)۔

اذان سنو تو جو کلمات مؤذن کہے انہیں دوہراتے جاؤ۔ جب مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ (آؤ نماز کی طرف) اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ (آؤ کامیابی کی

طرف) کہے تو تمہیں کہنا چاہئے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (نہیں ہے کسی قسم کی قوت اور طاقت مگر اللہ کی مدد سے)۔ جب فجر کی اذان میں مؤذن کہے: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) تو جواب میں کہو: صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ (تم نے سچ کہا اور بھلائی کی بات کی)۔ اذان کے اختتام پر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجو اور پھر کہو: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدٍ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ (اے اللہ، اس کامل دعوت اور کھڑی ہونے والی نماز کے رب، حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود سے سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے)۔ اذان اور اقامت کے درمیانی وقت میں جتنی چاہے دعا کرو کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: دو اذانوں (اذان اور اقامت) کے درمیان کی گئی دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں۔ اس وقت کے لئے جو دعائیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (اے اللہ، میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں)۔ حضور ﷺ کی سنتوں میں اس دعا کو دیگر اوقات میں بھی کرنے کی تاکید ملتی ہے سو یہ دعا اکثر کیا کرو کہ یہ جامع اور بہترین دعاؤں میں سے ایک ہے۔

۱۶۔ بابِ نماز

تمہیں ہر نماز اوّل وقت میں ادا کرنی چاہیئے۔ وضو کر کے اذان کے وقت تک تمہیں مسجد پہنچ جانا چاہیئے۔ اگر ایسا کرنے کی استعداد نہ ہو تو اذان سن کر کم از کم نماز کی تیاری ضرور شروع کر دیا کرو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: 'نماز کے اوّل وقت کو آخری وقت پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے آخرت کو دنیا پر۔ آقا ﷺ نے یہ بھی فرمایا: 'اوّل وقت اللہ کی رضا کا وقت ہے اور آخری وقت اللہ کے عفو (بخشش) کا'۔

تمہیں ان سنّت نمازوں کی بھی، جن کا حکم شرع میں آتا ہے اور جو فرض نمازوں سے پہلے اور بعد میں پڑھی جاتی ہیں، ہمیشہ پابندی کرنی چاہیئے۔ سُستی کی وجہ سے ان کو ترک کر دینے سے بچو اور اگر کسی عذر کے باعث بر وقت ادا نہ کر سکو تو جتنی جلدی ممکن ہو سکے ان کی قضا پڑھو۔ نماز خشوع اور حضوریٔ قلب کے ساتھ ادا کرو۔ قیام احسن طریقے سے کرو اور قرآنِ پاک لحن سے پڑھو اور اس کے معانی پر غور و خوض کرو۔ رکوع وسجود اور دیگر ارکانِ نماز پوری طرح ادا کرو۔ شریعت میں مذکور نماز کی سنّتوں اور آداب کو بھی ملحوظ رکھا کرو اور ایسے امور سے احتراز کرو جو نماز میں نقص کا باعث ہوں یا اس کے کامل ہونے میں حائل ہوں۔ اگر تم اس کے مطابق عمل کرو گے تو تمہاری نماز سفید اور روشن صورت میں ظاہر ہو گی اور کہے گی: 'اللہ تمہاری حفاظت کرے جیسے تم نے میری محافظت کی'۔ بصورتِ دیگر وہ سیاہی اور اندھیرے کی صورت میں اُبھرے گی اور کہے گی: 'اللہ تمہیں ضائع کرے جیسے تم نے میرا ضیاع کیا'۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے: 'انسان کو نماز سے اسی قدر ملتا ہے جس قدر وہ اس میں باشعور رہتا ہے'۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: 'ہر وہ نماز جو حضورِ قلب کے ساتھ ادا نہ کی گئی ہو وہ (اجر سے زیادہ) سزا کے قریب تر ہوتی ہے'۔ شیطانِ لعین، مومن کی توجہ نماز سے ہٹانے کے درپے ہوتا ہے۔ جیسے ہی مومن نماز پڑھنے کو اٹھتا ہے شیطان اس پر دنیاوی امور کے ایسے ایسے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ باتیں یاد دلاتا ہے کہ جو نماز سے پہلے نمازی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔ شیطانِ لعین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مومن کی توجہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہٹ جائے تاکہ وہ اللہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایسی صورت میں انسان اللہ کے قرب سے بھی محروم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ (ثواب کے بجائے) الٹا (گناہوں کا) بوجھ لئے ہوئے نماز ختم کرتا ہے۔ اسی لئے علمائے کرامؒ نماز کا ارادہ کرنے پر سورہ النّاس پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں تاکہ شیطانِ رجیم سے محفوظ رہا جا سکے۔

نماز میں سورہ الفاتحہ کے بعد ہر بار مخصوص سورتیں پڑھنے تک ہی محدود نہیں رہنا چاہیئے سوائے اس صورت کے کہ ان کی تلاوت شرع میں وارد ہوئی ہو جیسے کہ جمعہ کی صبح کو سورہ السجدہ اور سورہ الانسان کی تلاوت۔ اس بات کا بھی خیال رہے کہ محض چھوٹی سورتوں مثلاً سورہ الکافرون، سورہ الاخلاص، سورہ الفلق اور سورہ النّاس کی تلاوت تک ہی محدود ہو کر نہیں رہ جانا چاہیئے۔ اگر تم امامت کر رہے ہو تو تلاوت مختصر کرو جیسا کہ حضرت معاذؓ بن جبل والی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ حضرت معاذؓ نے ایک بار امامت کرتے ہوئے تلاوت اتنی لمبی کر دی کہ ایک شخص اس بات کی شکایت لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا: 'اے معاذؓ، کیا تم لوگوں کو آزمائش میں ڈال رہے ہو؟ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کی تلاوت کیا کرو'۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے حدیث کی کتب سے شغف رکھنے والے کو ان میں اس کی حقانیت مل جائے گی۔ روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس آخری نماز کی امامت کی وہ نمازِ مغرب تھی اور اس میں آپ ﷺ نے سورہ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا تلاوت فرمائی۔

اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا کر دیتا ہے۔

۱۷۔ بابِ نمازِ باجماعت

تم پر لازم ہے کہ باجماعت نماز پڑھتے ہوئے امام کی خوب اقتدا کرو کیونکہ امام مقرر ہی اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ نمازِ با جماعت ادا کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی بھی رکن نہ تو امام سے پہلے ادا کرو اور نہ ہی اس کے بالکل ساتھ ساتھ بلکہ تمہیں ہر مرحلے میں اس کی اتباع کرنی چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جو جھکنے اور اُٹھنے میں امام پر سبقت کرتا ہے اس کی پیشانی کے بال شیطان کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ دوسروں کو تکلیف دیئے بغیر تم پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کیا کرو۔ اگر آگے جانے کی گنجائش ہو تو پیچھے کھڑے رہنے سے گریز کرو کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: 'بعض لوگ پہلی صف میں شمولیت سے پیچھے ہٹتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل و رحمت کے معاملے میں انھیں پیچھے کر دے گا'۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: 'اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر درود بھیجتے ہیں'۔ آپ ﷺ پہلی صف والوں کے لئے تین بار بخشش طلب کیا کرتے تھے اور دوسری صف میں شامل افراد کے لئے صرف ایک بار۔

جماعت کے لئے صفوں کو سیدھا کرنے میں مدد کرو اور اگر تم امامت پر مامور ہو تو تم پر اس کی ذمہ داری دوگنی ہو جاتی ہے۔ صفوں کی درستی ایک اہم شرعی حکم ہے لیکن اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس بات کو بہت اہمیت دیتے تھے اور یہ ذمہ داری بذاتِ خود ادا کرتے تھے اور فرمایا کرتے: 'اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا کر دے گا'۔ آپ صحابہ کرام کو صفوں کے درمیان خالی جگہوں کو پُر کرنے کا حکم ان الفاظ میں دیتے: 'اُس خدائے واحد کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے، میں تمہاری صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں شیطان کو بھیڑ کے بچے کی طرح گھستے ہوئے دیکھتا ہوں'۔ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرنے کا التزام کرو اور اس پر مداومت کرو کیونکہ نمازِ باجماعت کو انفرادی نماز پر ستائیس درجے فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آتا ہے بلا عذر یا کسی ناقابلِ قبول عذر کے باعث جماعت ترک کرنے سے خبردار رہو۔ اگر تم نمازِ باجماعت کے لئے جاؤ اور پتہ چلے کہ جماعت تو ہو چکی یا دینی سلامتی کے لئے اپنے گھر ہی میں نماز پڑھنے پر مجبور ہو تو کسی کو ساتھ ملا لو تا کہ تمہیں باجماعت نماز کا ثواب حاصل ہو اور تم ان وعیدوں سے بچ جاؤ جو جماعت ترک کرنے والوں کے لئے وارد ہوئی ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'لوگ جماعت ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ میں ان کے گھر جلا دوں گا'۔ یہ بھی فرمایا: 'جو شخص اذان سنے اور وہ تندرست اور فارغ ہوتے ہوئے بھی اس کا جواب نہ دے (جماعت کے لئے حاضر نہ ہو) اس کی طرف سے کوئی دوسری نماز قابلِ قبول نہیں'۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا: 'ہم نے ایک ایسا وقت دیکھا جب سوائے کھلے منافق کے کوئی فرد بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا'۔ حضور ﷺ کے دور میں ایسے شخص کو بھی مسجد میں لایا جاتا جسے دو افراد سہارا دیئے ہوئے ہوتے تھے۔ وہ لوگ جو جماعت ترک کرتے ہیں ان کے بارے میں ایسے ہی شدید احکامات آئے ہیں۔

جہاں تک نمازِ جمعہ کا تعلق ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: 'وہ شخص جو متواتر تین جمعے ترک کر دے اور سمجھے کہ وہ زیادہ اہم نہیں تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دے گا'۔ جب تم محسوس کرو کہ تم جمعہ یا کوئی دوسری نماز باجماعت ادا نہ کرنے کا عذر رکھتے ہو تو تصور کرو کہ جماعت کی جگہ پر (مسجد میں) کوئی نمازیوں میں دولت تقسیم کرے گا۔ اب اگر تم اپنے اندر جانے کی ہمت اور رغبت پاؤ تو سمجھ لو کہ تمہارا عذر جھوٹا ہے۔ اللہ سے حیا کرو کہ دنیاوی امور تمہیں ان

نعمتوں سے زیادہ عزیز ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔

جان لو کہ سچے عذر سے بھی فرض صرف ساقط ہوتا ہے جبکہ ثواب کا حصول تو حقیقی عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ تاہم ایسے شخص کو ثواب مل سکتا ہے جس کے لئے جماعت میں حاضر ہونا قطعی طور پر ممکن نہ ہو جیسے کسی کو اسہال کا مرض لاحق ہو یا جسے حاضر ہونے سے جبری طور پر روکا گیا ہو۔ ثواب اس شخص کو بھی حاصل ہو سکتا ہے جس کے جانے سے کسی دوسرے مسلمان کو اذیت پہنچنے کا احتمال ہو مثلاً ایسا شخص جو کسی مریض کی دیکھ بھال پر متعین ہو۔ ایسے افراد کو، بشرطیکہ وہ جماعت سے محرومی پر دکھ محسوس کریں، جماعت کا ثواب مل سکتا ہے۔ مومنِ کامل کبھی اس شے کو ترک نہیں کرتا جو اسے اللہ کے قرب سے آشنا کرنے کا باعث ہو، چاہے اس کے پاس لاکھوں عذر ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ ایسا اسی صورت میں کرے گا جب اسے معلوم ہو کہ کسی کام کے ترک میں اللہ کی خوشی ہے اور ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح کامل اہل اللہ اس کے قرب کے حصول کے لئے اتنا بوجھ اٹھاتے ہیں کہ جس کے اٹھانے کے متحمل ٹھوس پہاڑ بھی نہیں ہو سکتے۔ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جن کا ایمان اور یقین کمزور ہے اور جن کو صحیح معرفتِ الٰہی حاصل نہیں جب انہیں ترکِ فعل کا سامنا ہوتا ہے تو انہیں محض ملامت و سرزنش سے بچنے ہی کی فکر لاحق ہوتی ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے اپنے اپنے عمل کے درجے ہیں اور تا کہ اللہ ان کے کام انہیں پورے بھر دے اور ان کا ظلم نہ ہوگا (۱۹:۴۶)

اپنے بیوی، بچوں اور غلاموں سے نماز کی پابندی کروانا بھی تمہارے ذمہ ہے۔ اگر ان میں سے کوئی اس پر عمل کرنے سے انکار کرے تو اسے وعظ و نصیحت سے سمجھاؤ اور ترکِ نماز پر سزا کا خوف دلاؤ۔ اگر وہ پھر بھی ترکِ نماز پر اڑا رہے تو اسے ڈانٹ ڈپٹ کر سکتے ہو اور جسمانی سزا بھی دے سکتے ہو اور اگر وہ تب بھی انکار کرے تو اس سے قطعِ تعلق کر لو کیونکہ تارکِ نماز شیطان ہے جو اللہ کی رحمت سے دور ہے اور اس کے غضب اور لعنت کا شکار ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی مخالفت ان پر فرض کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'ہمارے اور ان کے درمیان نماز ہی کا فرق ہے۔ جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے شرک کا ارتکاب کیا'۔ اور یہ بھی فرمایا: 'جس کی نماز نہیں اس کا دین نہیں۔ نماز کا دین میں وہی مقام ہے جو سر کا جسمِ انسانی میں ہے'۔

جمعہ کے دن اپنے آپ کو تمام دنیاوی مشاغل سے آزاد کر لو اور اس مقدس دن کو خالصتاً حصولِ آخرت کے لئے وقف کر لو۔ اس دن خود کو صرف اور صرف بھلائی اور خیر پر مامور رکھو اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی جانب قدم بڑھاؤ۔ اور قبولیت کی اس ساعت پر نظر رکھو جو ہر جمعۃ المبارک میں وارد ہوتی ہے اور جس میں مسلمان اللہ سے جو بھی خیر مانگتا ہے یا شر سے تحفظ مانگتا ہے اسے عطا کر دیا جاتا ہے۔

جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جایا کرو۔ زوال کے وقت سے پہلے ہی جمعہ گاہ پہنچ جایا کرو۔ منبر کے قریب بیٹھا کرو اور خطبہ غور سے سُنا کرو۔ خطبہ کے دوران فضول باتیں اور ادھر اُدھر کے خیالات تو درکنار ایسے میں ذکر سے بھی خبردار رہو۔ یہ محسوس کرو کہ وعظ و نصیحت میں جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے اس کے مخاطب تمہی ہو۔ نماز ختم ہوتے ہی، کسی سے بھی کلام کرنے سے پہلے سورہ فاتحہ، سورہ الاخلاص، سورہ الفلق اور سورہ الناس سات سات بار پڑھ لیا کرو۔ نماز کے

بعد ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ کہا کرو کیونکہ احادیث میں اس عمل کی فضیلت کا ذکر ملتا ہے۔

اور توفیق اللہ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔

۱۸۔ بابِ زکوٰۃ

اگر تم صاحبِ نصاب ہو(تمہارے پاس ایسی رقم ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے) تو تم پر لازم ہے کہ زکوٰۃ ادا کرو۔ اس ضمن میں مدت اور مقدار کا تعین ٹھیک سے کرو اور مالِ زکوٰۃ کو باقی مال سے الگ کرلو۔ اسے شوق سے ادا کرو اور یہ مال خالصتاً اللہ کے لئے دینے کا قصد کرو۔ ایسا کرنے سے برکات حاصل ہوتی ہیں، خیر میں اضافہ ہوتا ہے اور تمہارا مال جملہ آفات سے محفوظ رہتا ہے۔

پہلے مالِ زکوٰۃ کو دوسرے مال سے الگ کرلو اور پھر اسے تقسیم کرو۔ اُن دنیا دار لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو مالِ زکوٰۃ کو الگ نہیں کرتے بلکہ مستحقین کو وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرتے رہتے ہیں جب تک حساب پورا نہیں ہو جاتا۔ جب تمہارا خرمن (فصلیں اور پھل وغیرہ) نصاب کو پہنچ جائے اور ان کے معیار کا تعین ہو جائے تو انہیں اس وقت تک استعمال نہ کرو جب تک یہ یقینی طور پر نہ جان لو کہ خشک یا پکنے پر ان کا وزن کتنا ہوگا۔ اگر تم چند مخصوص پیڑوں کا پھل استعمال کرنا ہی چاہو تو اس میں بھی نصاب کو پیشِ نظر رکھ کر پہلے حساب کتاب کرلو۔

جو لوگ زکوٰۃ سے بچنے کے حیلہ بازی کرتے ہیں مثلاً تحفے تحائف دے کر، جان بوجھ کر غیر مستحق افراد کو مال دے کر یا اپنی خواہش کے مطابق یعنی جس سے فائدہ ملنے کا امکان ہو اسے ادا کر کے، تو جان رکھو کہ ایسا کوئی شخص دنیا سے رخصت نہ ہو سکے گا جب تک اللہ اس کو مال کے عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: اور بے شک آخرت کی مار سب سے بڑی کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے (۳۳:۶۸)

اگر یہ حال ان کا ہے جو زکوٰۃ ادا کرنے میں شرعی حکم کی پاسداری نہیں کرتے تو ان کا کیا حال ہوگا جو سرے سے زکوٰۃ دیتے ہی نہیں؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے (۲:۱۶)

تارکِ زکوٰۃ بھی اتنا ہی بُرا ہے جتنا برا تارکِ نماز ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کے منکرین کے خلاف جہاد کیا اور انہیں مرتد قرار دیا۔ اگر تم پر واجب ہو تو (رمضان المبارک کے اختتام پر) اپنی اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے زکوٰۃ الفطر (صدقۂ فطر) ادا کرو۔ صدقہ کثرت سے دیا کرو خاص کر اپنے ضرورت مند رشتہ داروں اور نیک لوگوں کو۔ صدقہ دینا تو بہرصورت اچھا ہی ہے لیکن اگر اس انداز میں دیا جائے تو اور زیادہ ثواب ملتا ہے۔ صدقہ اس چیز کا کرو جو بہترین ہو اور تمہیں اچھی لگتی ہو تا کہ تمہیں بھلائی مل سکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۟

ترجمہ: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو (۹۲:۳)

ضرورت کے وقت دوسروں کے لئے ایثار کرو تا کہ فلاح پانے والوں میں شمار ہو۔ صدقہ چھپا کر دیا کرو کیونکہ چھپا کر صدقہ کرنا رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اعلانیہ صدقہ سے ستر گنا زیادہ ثواب پاتا ہے اور ریاکاری (دکھاوے) سے بھی محفوظ رکھتا ہے جو اعمال کو تباہ کر دیتی ہے۔

صدقہ کرنے سے کسی روز بھی غفلت نہ کرو، چاہے تھوڑا بہت ہی کرو مگر کوشش کرو کہ جلدی کر دیا کرو کیونکہ بلائیں (سختیاں) صدقہ (کی حفاظتی باڑ) کو عبور نہیں کرتیں۔

اپنے دروازے پر کھڑے سوالی کو مایوس نہ کرو اسے کچھ نہ کچھ ضرور دے دو چاہے ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو یا اس سے بھی کوئی چھوٹی چیز، کیونکہ وہ (سائل) تمہاری طرف اللہ کا ہدیہ (تحفہ) ہے۔ اگر کچھ نہ دے سکو تو اسے اچھے طریقے سے، بھلے انداز میں، کسی اور وقت اس کا سوال پورا کرنے کا وعدہ کر کے رخصت کرو۔

جب کسی مسکین یا ضرورت مند کو کچھ دو تو مسکرا کر اس کی طرف دیکھو اور یہ سمجھو کہ دراصل تم اس کے احسان مند ہو کہ اس نے تم سے معمولی سا ہدیہ قبول کر کے تمہیں دنیا بھر سے بھی زیادہ ثواب کا حق دار بنا دیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ کے ہاں ایک لقمے کا ثواب احد پہاڑ سے بھی بڑا ہو سکتا ہے۔

اس سوچ کو دل میں راہ نہ دو کہ صدقہ کرنے سے تم مفلس ہو جاؤ گے کیونکہ دراصل صدقہ نہ کرنا افلاس لانے کو موجب ہوتا ہے۔ صدقہ خیرات کرنے سے تو نفع ہی حاصل ہوتا ہے۔ اگر کسی دنیا دار نے بھی صدقہ دیا تو اسے کئی گنا ہو کر واپس ملا۔ اس بات کو سمجھ لو کہ صدقہ کے کچھ فوائد تو اسی دنیا میں ہی مل جاتے ہیں جیسے اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے، عمر بڑھتی ہے، بُری موت سے بچاؤ ہوتا ہے، جسم کو صحت ملتی ہے اور مال میں برکت پڑتی ہے۔ جبکہ اس کے کچھ فوائد اُس دنیا میں بھی حاصل ہوں گے جیسے یہ ہے کہ صدقہ خطاؤں کو یوں بجھا دے گا جیسے پانی آگ بجھاتا ہے، قیامت کے دن صدقہ دینے والے کے سر پر سایہ کرے گا، اسے عذاب سے بچائے گا اور کئی طرح کے دیگر فائدوں کا بھی باعث بنے گا۔

وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ

ترجمہ: اور نصیحت نہیں مانتا مگر جو رجوع لائے (۴۰:۱۳)

۱۹۔ بابِ صیام

زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کی کوشش کیا کرو، خاص کر ماہِ رمضان میں، کیونکہ اس مہینے میں کی گئی نفلی عبادت کا ثواب دیگر مہینوں کی فرض عبادات کے برابر ہے۔ رمضان کے مہینے میں نیک اعمال کرنا آسان بھی ہوتا ہے اور انسان میں نیک اعمال کرنے کی توانائی بھی دوسرے مہینوں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس، جو نیک اعمال کرنے میں سستی کا باعث بنتا ہے، بھوک اور پیاس کی قید میں ہوتا ہے اور شیاطین، جو نیکی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں، زنجیروں کی جکڑ میں ہوتے ہیں، جہنم کے دروازے بند ہوتے ہیں، جنت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ندا کرنے والا، اللہ کے حکم سے، رمضان میں ہر رات پکارتا ہے: 'اے نیکی کے طلب گار، جلدی کر۔ اور اے بدی کے خواہشمند، رک جا۔'

اس ماہِ مبارک کے دوران میں خود کو صرف اور صرف آخرت کے حصول کے لئے وقف کر دو اور بہت ہی ضروری کاموں کے سوا کسی طرح کے دنیاوی امور میں مت الجھو۔ رمضان آنے سے پہلے ہی اپنے معاشی معاملات کا بندوبست کچھ اس انداز میں کر لو کہ اس مہینے کی آمد پر تم اپنے آپ کو عبادت کے لئے فارغ پاؤ۔ قرب الی اللہ کی کوششوں اور عبادات میں اضافہ کو یقینی بناؤ، خاص کر آخری عشرہ کے دوران۔ اور اگر یہ دس روز (بہ نیتِ اعتکاف) مسجد کے اندر ہی گزارنا ممکن ہو تو ایسا ضرور کرو۔ اگر باہر جانا ناگزیر ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ رمضان میں ہر شب نمازِ تراویح کا التزام کرو۔ آج کل کچھ جگہوں پر تراویح کو اتنا مختصر کر دیا گیا ہے کہ سنّتیں تو درکنار بعض متعلقہ فرائض بھی ترک ہو جاتے ہیں۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ ہمارے اسلاف تراویح میں تھوڑا تھوڑا کر کے پورا قرآنِ پاک اس طریق پر پڑھا کرتے تھے کہ رمضان کی آخری راتوں میں سے کسی رات یہ ختم ہوا کرتا تھا۔ اگر تم اس میں ان کی اقتدا کر سکو تو تمہارے لئے بہت اچھا ہے اور اگر ایسا نہ کر سکو تو کم از کم نماز کے تمام ارکان اور لوازمات کی پابندی تو ضرور کرو۔

لیلۃ القدر کا بھی خوب خیال رکھو جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہ ایک بابرکت رات ہے جس میں تمام امور احسن طریقے سے طے کئے جاتے ہیں۔ جو لیلۃ القدر کو پاتا ہے اسے تاباں انوار، جنت کے کھلے دروازے اور آتے جاتے فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ کل موجودات کو اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز دیکھتا ہے۔

جمہور علماؒ کا کہنا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کے دوران کسی طاق رات میں آتی ہے۔ بعض عارفین کے نزدیک یہ رمضان کی سترہ تاریخ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ کچھ علماؒ نے کہا ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے۔ متعدد علماؒ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ کسی مقررہ تاریخ کو نہیں آتی بلکہ ہر سال یہ تاریخ بدل کر آتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسا کرنے میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ مومن اس ماہ کی ہر رات مکمل طور پر اللہ کے لیے وقف کر دے تاکہ اس رات کو پالے جو اس کے لئے مبہم رکھی گئی ہے۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر جانتا ہے۔

جیسے ہی تمہیں یقین ہو جائے کہ سورج غروب ہو گیا ہے روزہ افطار کرنے میں جلدی کرو۔ سحری کو طلوعِ صبح تک مؤخر کرو۔ روزہ داروں کی افطاری کا اہتمام کرو چاہے کھجور سے یا پانی کے ساتھ۔ جو روزہ دار کا روزہ کھلواتا ہے اسے بھی روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی

کمی واقع نہیں ہوتی۔ روزہ ہمیشہ رزقِ حلال سے افطار کرواؤ۔ زیادہ کھانا مت کھاؤ جو بھی رزقِ حلال میں سے میسر ہو کھالو اور لذیذ کھانے کو ترجیح نہ دو کیونکہ روزے کا مقصد ہی اشتہا کو کم کرنا ہے اور لذیذ خوراک زیادہ کھانا اس کے برعکس اشتہا کو ابھارنے اور تقویت دینے کا باعث ہوتا ہے۔

شرع میں جن دیگر روزوں کی ترغیب ملتی ہے ان کا بھی التزام کرو جیسے کہ یومِ عرفات کا روزہ ان افراد کے لئے جو حج میں شریک نہیں۔ اسی طرح عاشورۂ محرم (محرم کی نویں اور دسویں تاریخ) کے اور عید کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھا کرو کیونکہ یہ نفس کی تہذیب کے لئے بہت کارآمد ہیں۔ ہر ماہ میں تین روزے رکھو کہ ان کا اجر دائمی روزے کے برابر ہے۔ کوشش کرو کہ یہ روزے ایامِ بیض (چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کو رکھو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سفر اور حضر میں کبھی انہیں ترک نہیں کیا۔ اکثر روزہ رکھا کرو خاص کر حرمت والے مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم) اور ماہِ رجب کے دوران، اور مبارک دنوں جیسے کہ پیر اور جمعرات کو۔ جان لو کہ روزہ ریاضت کا ستون ہے اور مجاہدہ کی اساس ہے۔ کہا گیا ہے کہ روزہ آدھا صبر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: 'اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ابنِ آدم کو اس کے نیک اعمال پر دس سے سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے سوائے روزہ کے کیونکہ یہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا کیونکہ اس (بندے) نے اپنی اشتہا کو ترک کیا، اپنا کھانا پینا میرے لئے چھوڑا۔'' روزہ دار کے لئے دو فرحتیں اور خوشیاں ہیں؛ ایک افطار کے وقت اور دوسری پروردگار سے ملاقات کے وقت۔' اور یہ بھی فرمایا: 'روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔'

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

ترجمہ: اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے (۴:۳۳)

۲۰۔ بابِ حج

جب صاحبِ استطاعت ہوجاؤ تو حج وعمرہ ادا کرنے میں جلدی کرو۔ان کی ادائی میں تاخیر نہ کرو ہوسکتا ہے کہ بعد میں تم انہیں ادا کرنے کے قابل نہ رہو یا انتقال کرجاؤ جبکہ یہ واجب اب بھی تمہارے ذمہ ہوں۔اس صورت میں تم گناہ گار ٹھہرو گے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنۡ لَمۡ يَمۡنَعۡهُ مِنَ الۡحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ أَوۡ سُلۡطَانٌ جَائِرٌ أَوۡ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمۡ يَحُجَّ، فَلۡيَمُتۡ اِنۡ شَاءَ يَهُوۡدِيًّا وَاِنۡ شَاءَ نَصۡرَانِيًّا

ترجمہ:''جس شخص کو حج کرنے سے نہ کوئی ظاہری حاجت مانع تھی، نہ جابر حکمران اور نہ بیماری کا عذر تھا،تو اسے اختیار ہے کہ خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہوکر۔

اگر استطاعت ہوتو دیگر نفلی عبادات کی طرح نفلی حج وعمرہ بھی ادا کیا کرو۔وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''جس بندے کو میں نے صحت مند جسم عطا کیا، جسے میں نے کثیر دولت سے نوازا اور وہ پانچ سال تک میرے پاس نہ آیا تو وہ بُرا بندہ ہے۔' جب تم حج پر جانے کا ارادہ کرلو تو اس کے واجب اور سنت ارکان اور متعلقہ اذکار اور دعاؤں کو سیکھو۔

تمہیں یہ بھی سیکھنا چاہئے کہ قبلہ کی سمت کا تعین کیسے کیا جاتا ہے،سفر کے دوران دی جانے والی رُخصتیں (رعائتیں) کیا ہیں اور اس کے آداب کیا ہیں اور اس میں کون سی دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔

حج اور تجارت کو ایک ساتھ کرنے کا قصد نہ کرو۔اس سفر کے لئے اپنے پاس محض استعمال کی ضروری دنیاوی اشیأ ہی رکھو۔اگر تجارت ناگزیر ہو جائے تو ان چیزوں سے بہر حال اجتناب کرو جو مناسکِ حج کی بجا طور پر ادائی اور شعائر اللہ کی تعظیم میں حارج ہوسکتی ہیں۔

تمہیں روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے بھی لازمی طور پر جانا چاہئے کیونکہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ ﷺ کی زیارت کے لئے جانا ایسے ہی ہے جیسے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں زیارت کرنے جانا تھا۔آپ ﷺ دیگر تمام انبیأ علیہم السلام کی طرح اپنے مرقد مبارک میں حیات ہیں۔حج بیت اللہ کے لئے جانا اور اللہ کے حبیب ﷺ کی زیارت کو بلا عذر ترک کرنا سخت گستاخی ہے۔جان لو کہ اگر تم دنیا کے کسی دور دراز شہر سے سر کے بل چلتے ہوئے روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کو پہنچو تو (یقین مانو) کہ تم نے ابھی ہدایت کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کا آغاز بھی نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وسیلہ سے تمہیں عطا کی ہے۔

جب تم کوئی نتیجہ خیز کام کرنا چاہو جیسے سفر یا شادی وغیرہ تو اپنے کسی ایسے دینی بھائی سے مشورہ کرلو جس کے علم اور دیانت پر تمہیں اعتماد ہو۔اگر اس کا مشورہ بھی وہی ہو جو تم سوچ رہے ہو تو اس نیّت کے ساتھ دو رکعت نمازِ استخارہ ادا کرو اور اس کے بعد دعائے استخارہ پڑھو۔حضور ﷺ نے فرمایا:

’جس نے استخارہ کیا وہ ناکامی سے دور رہا، جس نے مشورہ کیا وہ ندامت سے محفوظ رہا۔‘

اگر تم اللہ کے نام کی نذر مانو، چاہے وہ نماز کی صورت میں ہو یا صدقہ کی شکل میں، تو اسے فوری پورا کرنے کی کوشش کرو۔ نذر ماننے کو بہ طور عادت نہ اپناؤ کہ شیطان تمہیں اس کی لالچ میں مبتلا کر کے بہکا سکتا ہے۔

اگر تم کچھ کرنے کی قسم کھاؤ اور پھر تمہیں معلوم ہو کہ ایسا کرنا بہتر نہیں یا معاملہ اس کے برعکس ہو تو وہ کرو جو اس صورت میں بہترین ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔ اپنے گمان کی بنیاد پر قسمیں اٹھانے سے خبردار رہو چاہے یہ گمانِ غالب ہی کیوں نہ ہو چہ جائیکہ وہم یا شک۔
اگر تم اپنی قسم کے نتیجہ میں کسی بھائی کا مال ناجائز طور پر حاصل کر لو تو تم پر لازم ہے کہ اس کا مال لوٹا دو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔ قسم توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے مہیا کرنا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور اگر ان میں سے کچھ نہ کر سکو تو تین دن روزے رکھو۔

جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ کہ یہ گھروں کو تباہ کرتی ہیں اور ایسی قسمیں کھانے والوں کو نارِ جہنم میں دھکیل دیتی ہیں۔

جھوٹی شہادت دینے سے خبردار رہو کیونکہ یہ گناہِ کبیرہ ہے اور حضور ﷺ نے اسے شرک کے قریب قرار دیا ہے۔ اگر گواہی دینے سے گریز ایک بڑا گناہ ہے تو جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینا کیسا ہو گا؟ ہم ندامت سے پہلے ہی اللہ سے عافیت اور سلامتی کے طلب گار ہیں۔

۲۱۔ بابِ زُہدوورع

تمہیں زہدوورع اختیار کرنا چاہئے اورحرام اورمشتبہ چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ ورع دین کا ستون اور وہ محور ہے جس پر علمائے باعمل نے بہت زور دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (جہنم کی) آگ اس گوشت کی زیادہ مستحق ہے جس کی نشوونما حرام سے ہوئی ہو۔ اور آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: ''جوشخص شبہ والی چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیا اور جوشخص شبہ والی چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں جا پڑے گا۔''

جان رکھو کہ جو حرام اور مشتبہ اشیاً حاصل کرتے ہیں انہیں خیر کے کام کرنے کی شاذ ہی توفیق ملتی ہو اور جب وہ بہ ظاہر بھلائی کے کام کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو حقیقت میں وہ کام بھی اندر سے لازمی طور پر ایسی پوشیدہ خرابیوں سے آلودہ ہوتے ہیں جو انہیں تباہ کر کے رکھ دیتی ہیں جیسے خود ستائی اور دکھاوا۔ بہرصورت جو لوگ ناجائز وسائل پر انحصار کرتے ہیں وہ مردود ہیں کیونکہ اللہ پاک ہے اور وہ صرف وہی کچھ قبول کرتا ہے جو پاک ہو۔ اس بات کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ امور تو جسم کو حرکت دینے سے ہی انجام پاتے ہیں اور جسم حرکت اس توانائی سے کرتا ہے جو اسے خوراک سے حاصل ہوتی ہے۔ اب اگر خوراک گھٹیا اور خراب ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے حاصل ہونے والی توانائی اور اس توانائی کے نتیجے میں عمل پزیر ہونے والی حرکات بھی گھٹیا اور خراب ہی ہوں گی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: 'اگر تم اتنی عبادت کرو (نماز پڑھو) کہ تمہاری کمر دوہری ہو جائے اور اتنے روزے رکھو کہ سوکھ کر تنکا ہو جاؤ (تو بھی) اللہ انہیں صرف اسی صورت میں قبول فرمائے گا اگر ان عبادات کی ادائی میں ورع کو ملحوظ رکھا گیا ہوگا۔' حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ: 'جس نے دس درہم کا کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہ فرمائے گا۔' اگر اس کپڑے کے دسویں حصّے کے حرام ہونے پر یہ صورتِ حال ہے تو سوچو اگر وہ پورے کا پورا حرام ہوتا تو معاملہ کیا ہوتا؟ اور یہ معاملہ ان کپڑوں کا ہے جو جسم کے اوپر پہنے جاتے ہیں، اب غور کرو اُس غذا کی صورت کیا ہوگی جو رگوں اور جوڑوں میں دوڑتی پھرتی ہے اور سارے کے سارے جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔

جان رکھو کہ حرام چیزیں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جو (فی نفسہ) ہوتی ہی حرام ہیں جیسا کہ مردہ جانور، خون اور شراب۔ ان چیزوں کا استعمال کبھی بھی جائز نہیں سوائے انتہائی ضرورت کے تحت کہ جب ان کے سوا چارہ نہ ہو اور معاملہ زندگی اور موت کا ہو۔ دوسری قسم میں وہ چیزیں آتی ہیں جو (فی نفسہ) حلال ہیں جیسا کہ لکڑی اور صاف پانی مگر وہ ہوتی کسی اور کی ملکیت ہیں۔ چنانچہ یہ چیزیں تب تک ناجائز رہیں گی جب تک کہ جائز ذرائع سے حاصل نہیں کی جاتیں مثلاً خرید کر یا پھر تحفے یا میراث کی صورت میں۔

مشتبہ چیزوں کے بھی کئی درجے ہیں۔ ایسی چیز جس کے حلال ہونے کا تمہیں قریب قریب یقین ہو مگر اس کے حرام ہونے کا بھی کچھ احتمال ہو تو اس کو حرام سمجھو اور ایسی چیز جس کے حلال ہونے کا تمہیں یقین ہو مگر اس کے حرام ہونے کا بھی شک ہو تو اس چیز کو بھی از روئے زہدوورع ترک کر دو۔ باقی چیزیں ان دو درجوں کے درمیان ہیں جیسے مثلاً ایسی چیزیں جن کے حلال ہونے کا بھی اتنا ہی احتمال ہو جتنا کہ ان کے حرام ہونے کا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: 'یریبك الی ما لا یریبك' یعنی جس چیز میں تمہیں شک ہو اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جس میں تمہیں شک نہ ہو۔ انسان کے زہدوورع کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاتا ہے کہ وہ ان اشیأ سے کتنا اجتناب کرتا ہے جن کے حلال یا حرام ہونے کی صورت واضح نہیں۔ بندے کو اس وقت تک متقی کا مقام نہیں ملتا

جب تک وہ مشتبہ یا حرام سے پرہیز نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: 'بندہ اس وقت تک متقی کا درجہ نہیں پا تا جب تک وہ نقصان دہ چیزوں (میں مبتلا ہونے کے ڈر سے بعض) غیر نقصان دہ چیزوں کو بھی ترک نہیں کر دیتا'۔ اصحابِ ؓ رسول فرمایا کرتے تھے: 'ہم حلال کے ستّر مواقع اس ڈر کی بنا پر چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں ہم حرام میں مبتلا نہ ہو جائیں'۔ اور یہ امر تو مدّتِ مدید سے رخصت ہو چکا۔ حرام اور مشتبہ چیزوں سے دور رکھنے والا ایسا زہد و ورع اب کہاں ملتا ہے؟ طاقت اور قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

ان تمام امور کو خوب جانو جو اللہ نے حرام کیے ہیں تا کہ ان سے بچ سکو۔ جو شر کو نہیں پہچانتا وہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

صاحبِ دین شخص کے حرامِ قطعی و عینی میں مبتلا ہونے کا احتمال تو نہیں ہوتا جیسے حرام جانور کا گوشت کھانا یا پھر جبر، ظلم، چوری اور غارت گری کے ذریعے دوسروں کا مال ہڑپ جانا کہ ایسا تو ہٹ دھرم نامراد اور سرکش شیطان کے پیروکار ہی کر سکتے ہیں، تاہم تین امور سے صرفِ نظر کرنے کے باعث اہلِ دین بعض اوقات اشتباہ و ابہام کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جان رکھو کہ صاحبِ دین شخص کبھی ایسے امور میں مبتلا نہیں ہو سکتا جو قطعی حرام ہوں جیسے کہ حرام جانور کا گوشت کھانا یا جبر، غارت گری اور چوری کر کے ناجائز طریقے سے دوسروں کا مال غصب کرنا کیونکہ ایسی حرکتیں تو ہٹ دھرم نامراد، سرکش شیطان کے پیروکار ہی کر سکتے ہیں۔ تاہم صاحبِ دین لوگ تین باتوں کو نظر انداز کرنے کے سبب ابہام کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ جہاں ضروری ہو وہاں وہ اچھی طرح چھان بین نہیں کرتے۔ اس کی وضاحت ہم یوں کر سکتے ہیں کہ لوگوں سے تعلقات کے لحاظ سے ان افراد کو تین درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے درجے میں وہ لوگ آتے ہیں جن کے بارے میں تم جانتے ہو کہ وہ نیک اور صالح ہیں: ایسے لوگوں کے ساتھ تم کوئی سوال کیے بغیر کھا پی سکتے ہو اور معاملہ بندی کر سکتے ہو۔ دوسرے درجے میں وہ لوگ آتے ہیں جن کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے کہ وہ بھلے ہیں یا بُرے۔ زہد و ورع کا تقاضا ہے کہ ایسے لوگوں سے میل ملاپ کرنا چاہو یا ان سے تحفہ (ہدیہ) وصول کرنا چاہو تو ان کے بارے میں کچھ پوچھ گچھ کر لو مگر شائستگی سے۔ اگر تمہیں لگے کہ ایسا کرنے سے ان کی دل شکنی ہو گی تو ایسی صورت میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔ تیسرے درجہ ان افراد پر مشتمل ہے جن کے بارے میں تم جانتے ہو کہ وہ بُرے اور ظالم ہیں جیسے مثال کے طور پر سُود خور، یا خرید و فروخت میں احتیاط نہ کرنے والے یا یہ پرواہ نہ کرنے والے کہ پیسہ کہاں سے آ رہا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ تعلقات نہ رکھے جائیں۔ اور اگر ان سے میل جول ناگزیر ہو جائے تو از روئے زہد و ورع پیشگی چھان بین ضرور کر لو کہ ان کا حلال مال ابہام سے پاک ہے یا نہیں۔ اس سب کے باوجود ان سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اگر تمہیں کوئی ایسی شے پیش کی جائے جس کے بارے میں تمہیں یقین ہو یا وہ دیکھنے میں حرام یا مشتبہ لگے تو اسے لینے سے انکار کرنے میں توقف نہ کرو۔ چاہے یہ شے تمہیں انتہائی نیک شخص ہی کیوں نہ دے رہا ہو۔

دوسری بات فاسد امور اور مکروہات سے عدم احتراز ہے۔ اس ضمن میں تمام تر معاملات میں، لین دین میں جائز طریقِ کار کا اختیار کرنا اور معاہدہ کرنا ضروری ہے۔ ہاں البتہ چھوٹی موٹی چیزوں کے لیے معاہدہ وغیرہ کرنا لازمی نہیں۔

کاروبار میں دھوکا دہی، جھوٹ اور حلف اٹھانے سے اجتناب کرو۔ مال میں موجود ایسے نقص یا عیب کو چھپانے کی کوشش نہ کرو کہ جسے دیکھنے کے بعد خریدار اس مال کی پہلی قیمت دینے کو تیار نہ ہو۔ سُود سے بچو کہ یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہو سود اگر مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا (۲:۲۷۸–۲۷۹)

رسول اللہ ﷺ نے سود دینے والے پر، لینے والے پر، سودی لین دین کا کاغذ لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں سب پر لعنت کی ہے۔

لین دین کا اصول یہ ہے کہ سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے اور گیہوں گیہوں کے بدلے اور جو جو کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے اگر لیا دیا جائے تو ان کا لین دین (مقدار) میں مثل بمثل یعنی برابر برابر اور دست بدست ہونا چاہئے اگر یہ قسمیں مختلف ہوں مثلاً گیہوں کا تبادلہ جو کے ساتھ یا جو کا تبادلہ کھجور کے ساتھ ہو تو پھر اجازت ہے کہ جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو البتہ لین دین کا دست بدست ہونا (اس صورت میں بھی) ضروری ہے ورنہ یہ بھی ربا یا سود بن جائے گا۔ البتہ جانور کے بدلے جانور یا پیسے کے عوض کپڑا یا اجناس لینا سود نہیں۔

ذخیرہ اندوزی سے بچو۔ ذخیرہ اندوزی کا مطلب ہے ضرورت کے اناج کو سستے داموں خرید کر ذخیرہ کر لینا اور پھر مہنگے داموں بیچنا۔

تیسری بات یہ کہ وہ دنیا کی طلب و خواہش میں منہمک ہو جاتے ہیں اور اس کی لذّات میں کھو کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں زہد و ورع پر کاربند رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ حلال کا دائرہ محدود ہوتا چلا جاتا ہے اور حلال اسراف یا فضول خرچی کا متحمل نہیں ہوتا۔

دوسری طرف وہ افراد جو دنیا سے بقدرِ ضرورت ہی غرض رکھتے ہیں ان پر زہد و ورع کا مرحلہ آسان ہوتا ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے: "اگر تم سال بھر کے لیے ایک کھردری قمیض پر اور روزانہ دو خشک روٹیوں پر اکتفا کر سکو تو تمہارے لیے حلال کفایت کرے گا کیونکہ حلال کثرت سے ہے۔ تمہیں ہر چیز کی گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں بس ایسی چیزوں سے خبردار رہو جن کا حرام ہونا تمہیں معلوم ہے یا جن کے بارے میں تمہیں گمان گزرے کہ وہ مالِ حرام سے خریدی گئی ہیں۔

جب تمہیں کوئی شے کھٹکے تو زہد و ورع کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کرو چاہے وہ شے بہ ظاہر ہر طرح سے حلال ہی کیوں نہ لگتی ہو۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شے طبیعت کو کھٹکے اور دل میں تردد پیدا کرے وہ گناہ ہے، چاہے فتویٰ دینے والے اس پر فتویٰ ہی کیوں نہ دیں۔ تاہم یہ ان کے بارے میں ہے جن کے دل منوّر رہوں اور جو (خطاؤں کے) ترک کرنے پر مائل ہوں نہ کہ ان کے ارتکاب پر۔

یہ مت سوچو کہ زہد وتقویٰ محض خوراک اور لباس تک محدود ہے؛ یہ تو تمام امور پر محیط ہے۔ تاہم اگر تمہارے پاس خالص مالِ حلال بھی ہو اور حلال اور مشتبہ مال بھی تو کھانے کے طور پر وہ استعمال کرو جو حلالِ محض ہے۔ کیونکہ ہر چیز کا انحصار کھانے پر ہے۔ حلال کھانا دل کو منوّر کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور بدن کو عبادت کے لیے توانائی بخشتا ہے۔ ہمارے اسلاف میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''جیسا تم کھاؤ گے ویسے ہی تمہارے اعمال ہوں گے۔'' حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا ہے: ''اگر تم حلال وطیّب رزق کھاتے ہو تو تم پر شب بیداری کرنا اور دن میں (نفلی) روزہ رکھنا لازم نہیں رہ جاتا۔'' اس بات کو جان لو اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

۲۲۔ بابِ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

تمہیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر کاربند ہونا چاہئے یعنی اچھی بات کا حکم دینا چاہئے اور بُری بات سے منع کرنا چاہئے کیونکہ اسی پر دین کا دارومدار ہے اور اسی مقصد کے لیے اللہ تعالی نے الہامی کتابیں نازل کیں اور اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ اس امر کے واجب ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ کتاب وسنّت میں جابجا اس کو اپنانے کی تاکید اور اس کے ترک کرنے پر تنبیہ ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (۳:۱۰۴)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کئی مقامات پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اہلِ ایمان کا وصف قرار دیا ہے۔ بعض مواقع پر اس امر کا ذکر ایمان سے اور بعض مواقع پر نماز ادا کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے بھی پہلے کیا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ

ترجمہ: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر۔ یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا جو بُری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے ضرور بہت ہی بُرے کام کرتے تھے۔ (۵:۷۸،۷۹)

اللہ پاک کا یہ بھی فرمان ہے:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

ترجمہ: اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (۸:۲۵)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

'تم میں سے کوئی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اور (اس کی) استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو کم از کم دل میں اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: 'قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے (تم لوگ) نیکی کی تلقین کیا کرو، اور برے کاموں سے روکا کرو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی سزا دے کہ تم اس سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو'

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: 'جو (شخص) چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے اور جو نیکی کا حکم نہ کرے اور برائی سے منع نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں'۔

جان رکھو کہ نیکی کا حکم کرنا اور بدی سے روکنا فرضِ کفایہ ہے، یعنی اگر (معاشرے کے) کچھ لوگ (بھی) اس پر کاربند ہو جائیں تو باقی لوگوں پر سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تاہم اس پر کاربند ہونے والوں کو بہت خاص ثواب ملتا ہے۔ اور اگر کوئی بھی یہ فرض ادا نہیں کرتا تو اس کا ذمہ دار ہر وہ شخص ہوگا جسے اس کے بارے میں علم ہو اور وہ اس پر عمل کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ تم کسی کو نیکی ترک کرتے ہوئے یا برائی میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ متعلقہ عمل اور اس کے اثرات و نتائج کے بارے میں اس شخص کو آگاہ کردو۔ اگر وہ باز نہ آئے تو اسے سمجھانے کی کوشش کرو۔ پھر بھی باز نہ آئے تو بُرے عمل کے نتائج سے ڈرانے کی سعی کرو۔ یہ طریقہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر اس پر سختی کرو۔ ضرورت پڑے تو بُرے کام سے روکنے کے لیے اس کی پٹائی بھی کردو۔ اس (بُرائی کے) کام میں استعمال ہونے والے آلات کو توڑ دو۔ شراب کو بہا دو اور ناجائز طور پر حاصل کی ہوئی رقم کو اس کے جائز حق داروں کے حوالے کردو۔ یہ آخری صورت ان لوگوں کے لئے ہی روا ہے جو خالص اللہ والے ہیں یا وہ اہل کار جنہیں حکومتِ وقت نے اس کام پر مقرر کیا ہو۔ پہلی دو صورتیں جو وعظ و نصیحت پر مشتمل ہیں ان سے تو کوئی جاہل، خبطی یا نااہل عالم ہی صرفِ نظر کرسکتا ہے۔

جان رکھو کہ واجب نیک امور کا حکم دینا اور حرام چیزوں سے باز کرنا ہم پر لازم ہے اور پسندیدہ باتوں کی تلقین کرنا اور مکروہ کاموں سے منع کرنا بذاتِ خود ایک مستحب امر ہے۔

جہاں تمہاری تلقین پر کان نہ دھرے جائیں اور بُرے کام بند نہ کئے جائیں تم پر لازم ہے کہ ایسی جگہ کو اور وہاں برائی میں مبتلا افراد کو چھوڑ دو جب تک کہ وہ اللہ کے احکام کی طرف لوٹ نہیں آتے۔ اسی طرح تمہیں گناہوں اور ان کا ارتکاب کرنے والوں سے بھی کراہت آنی چاہئے اور اللہ کے لئے ان سے بغض رکھنا چاہئے۔ ایسا کرنا ہر اہلِ ایمان پر واجب ہے۔

اگر کوئی تمہارے ساتھ ظلم و زیادتی روا رکھے یا تمہاری بے عزّتی کرے اور اس پر تمہیں غصہ آجائے اور وہ غم و غصہ اس سے زیادہ ہو جو تمہیں کوئی بھی بُرا کام دیکھنے سے آتا ہے تو سمجھ لو کہ تمہارا ایمان ابھی کمزور ہے اور تمہارا مال اور تمہاری عزّت تمہیں دین سے زیادہ عزیز ہیں۔

جہاں تمہیں یقین ہو کہ تمہاری امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تلقین سُنی نہیں جائے گی یا قبول نہیں کی جائے گی اور اس تلقین کے نتیجے میں تمہیں جان و مال کا خطرہ ہوسکتا ہے تو وہاں تمہیں خاموش رہنے کی اجازت ہے۔ یہ وہ صورت ہے جس میں ایک واجب ایک فضلِ عظیم میں ڈھل جاتا ہے اور اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مومن شخص اللہ سے بے حد محبت کرتا ہے اور اس کی ذات کو سب پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو کہ کہیں منع کرنے پر بُرائی اور بھی بڑھ سکتی ہے یا ایسا کرنے سے تمہیں ہی نہیں دیگر مسلمانوں کو بھی نقصان ہوسکتا ہے تو ایسے میں سکوت بہتر بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہو جاتا ہے۔
مُداہنَت سے خبردار رہو کیونکہ یہ ایک جرم ہے۔ مداہنت یہ ہے کہ انسان (برائی دیکھ کر بھی) اس ڈر سے خاموش رہے کہ بُرے یا فاسق شخص سے حاصل ہونے والا مقام و مرتبہ، دولت یا کوئی اور فائدہ کہیں اس کے ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

یہ بات بھی خوب جان لو کہ جب تم کسی امر کی تلقین کرو یا اس سے منع کرو تو تمہارا یہ عمل خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے ہونا چاہئے۔ ایسی بات تمہیں نرمی، دانش مندی اور بہت شفقت سے کرنی چاہئے کیونکہ یہ اوصاف اپنے نفس کی بات ماننے والے شخص میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ان اوصاف کے حامل شخص کے الفاظ موثر ہو جاتے ہیں، اس کی باتیں دلوں میں گھر کر جاتی ہیں، کانوں میں رس گھولتی ہیں اور اس کی بات کو شائد ہی کوئی مسترد کرے۔

جس کا دھیان ہر دم اللہ کی طرف رہتا ہے، جو اسی پر توکل کرتا ہے اور اس کے بندوں پر رحم کرتا ہے ایسا شخص حتی المقدور ہر اس برائی کے خاتمے کے درپے ہوتا ہے جو اسے نظر آجائے۔

(بے جا) تجسس سے بھی خبردار رہو یعنی دوسرے مسلمانوں کے نجی معاملات اور ان کی پوشیدہ خطاؤں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے: 'جو شخص اپنے بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کو تلاش کرے گا اور جس کے عیوب اللہ تلاش کرنا شروع کردے اسے رسوا کر کے رکھ دے گا خواہ وہ اپنے گھر کا ہی کیوں نہ ہو رہے'۔

یاد رکھو کہ پوشیدہ گناہ کا ضرر اس کا ارتکاب کرنے والے تک ہی محدود ہے لیکن جب وہ ظاہر ہو جائے اور اسے روکا بھی نہ جائے تو اس کا نقصان عام ہو جاتا ہے۔

اگر کسی علاقے میں گناہ اور بُرائی ظاہر و باہر طریقے سے پھیل جائیں اور حق کی قبولیت کی کوششوں کا ثمرہ سوائے مایوسی کے کچھ نہ نکلے تو ایسی صورت میں سلامتی اسی میں ہے کہ یا تو تم کنارہ کش ہو جاؤ یا وہاں سے کہیں اور ہجرت کر جاؤ کیونکہ جب کسی بستی پر عذاب نازل ہوتا ہے تو وہاں رہنے والے نیک و بد دونوں ہی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ یہ عذاب کوتاہی کرنے والے مومن کے لیے کفارہ اور رحمت بن جاتا ہے جبکہ دوسروں کے لیے سزا اور مصیبت ثابت ہوتا ہے۔

اور اللہ ہی سب سے بہتر جانتا ہے۔

۲۳۔ بابِ معاشرتی فرائض

تمہیں اپنے ماتحتوں کے ساتھ، خواہ وہ خاص ہوں یا عام، منصفانہ سلوک کرنا چاہیے۔ تمہیں ان کی پوری پوری حفاظت اور نگہداشت کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان کے ضمن میں جواب طلبی کرے گا اور ہر گلہ بان سے اس کے گلہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

تمہارے 'خاص ماتحتوں' سے میری مراد تمہارے سات اعضاَ ہیں۔ ان سات اعضاَ میں تمہاری زبان، کان، آنکھیں، معدہ، اعضائے مخصوصہ، ہاتھ اور پاؤں شامل ہیں۔ یہ تمہارے ماتحت بھی ہیں جو اللہ نے تمہیں عطا کیے ہیں اور ایک امانت بھی جو اس نے تمہیں سونپی ہے۔ ان اعضاَ کو تمہیں گناہوں سے بچانا چاہیے اور اللہ کی فرماں برداری میں لگانا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان اعضاَ کو اس غرض سے بنایا ہے کہ ان کے ذریعے تم اُس کی اطاعت کرو اور یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں جن کے لیے ہمیں اس کا شکر گزار رہنا چاہیے اور اس شکر گزاری کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استعمال کیا جائے نہ کہ اس کی نافرمانی میں۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم اللہ کی نعمت کا کفران کرو گے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان اعضاَ کو تمہارے لیے مسخّر نہ کیا ہوتا اور انہیں استعمال کرنے کا اختیار تمہیں نہ دیا ہوتا تو تم ان سے کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے تھے۔ جب تم اپنے کسی عضو سے گناہ کا کوئی کام لینے کا ارادہ کرتے ہو تو وہ زبانِ حال سے کہتا ہے 'اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مجھے ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کر جسے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے'۔ اور اگر تم اس کے باوجود گناہ کا ارتکاب کرتے ہو تو وہ اللہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے 'اے اللہ! میں نے اسے منع کیا تھا مگر اس نے میری بات نہیں سنی۔ اس نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بَری ہوں'۔ ایک روز تم اللہ کے حضور کھڑے ہو گے اور یہ اعضاَ تمہارے اچھے بُرے اعمال کی گواہی دیں گے۔

يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ

ترجمہ: ''اس دن جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اُس دن تمہیں کوئی پناہ نہ ہوگی اور نہ تمہیں انکار کرتے بنے'' (۴۲:۴۷)

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ

ترجمہ: ''جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے'' (۲۶:۸۸)

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

ترجمہ: ''مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر'' (۲۶:۸۹)

جہاں تک تمہارے ''عام ماتحتوں'' کا تعلق ہے تو ان میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جن کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے تمہیں تفویض کی ہے جیسے بچے، اہلیہ اور ملازم۔ تم پر لازم ہے کہ تم انہیں ان احکامات کی بجا آوری کا حکم دو جو اللہ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں اور ان باتوں سے روکو جن کا ارتکاب اللہ نے منع فرمایا ہے۔ انہیں فرائض کی طرف سے غفلت کرنے اور ممنوعہ کاموں کا ارتکاب کرنے کی چھوٹ دینے سے خبردار رہو۔ انہیں ایسے نیک کاموں کی طرف بلاتے رہو جو آخرت میں ان کی نجات اور سعادت کا موجب بنیں۔ انہیں ادب کی تعلیم دو۔ دنیا کی محبت اور شہوات کو ان کے دل میں گھر نہ کرنے دو اگر تم ایسا کرو گے تو تم ان کا نقصان کرو گے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ انسان کے بیوی بچے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور اس انسان کا گریبان پکڑ لیں گے اور کہیں گے: 'اے

ہمارے رب! اس شخص نے ہمیں ان فرائض کی تعلیم ہی نہیں دی جن کا حکم تو نے دیا ہے، ہمیں اس سے بچا'۔

تمہیں چاہیئے کہ ان کے ساتھ عدل اور مہربانی کا سلوک کرو۔ عدل سے مراد اخراجات، لباس اور رہن سہن کے حوالے سے ان کے جائز حقوق کی ادائی ہے۔ مظلوم کو اس کا حق دلوانا بھی عدل میں شامل ہے۔ حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے کہ اس شخص کو جابر لکھا جائے گا جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ ظلم و زیادتی روا رکھے۔ رہی بات فضل و احسان کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو، اپنے حقوق کے لیے بھی ان کے ساتھ سختی نہ کرو اور ان کے ساتھ حُسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔ گناہ سے بچتے ہوئے ان کے ساتھ کچھ یوں ہنس بول لیا کرو کہ ان میں اجنبیت اور بیزاری کا احساس کم ہو جائے تاہم احترام اور تعظیم قائم رہے۔ ان میں سے کسی سے اگر غلطی سرزد ہو جائے تو اسے معاف کر دو اور کوئی تمہیں رنجیدہ کرتا ہے تو اس کی باطنی پاکیزگی پر توجہ دو۔ اگر وہ تمہارے مال میں خیانت کرتے ہیں اور تم درگزر کرتے ہو تو ہو سکتا ہے ایک دن یہ بات تمہیں بھلائی کے پلڑے میں رکھی ملے۔ یہ بات تو جائز نہیں کہ انہیں تو تمہاری وجہ سے سزا ملے اور تمہیں ان کے سبب ثواب۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: 'غلام کو دن میں کتنی بار معاف کرنا چاہیئے؟'۔ آپؐ نے فرمایا: 'ستّر بار'۔ یاد رہے کہ یہ معافی حقوق العباد کے حوالے سے ہے حقوق اللہ کے ضمن میں ہرگز نہیں۔

اپنے گھر کی عورتوں کا خوب خیال رکھو اور ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دو۔ انہیں حیض، غسل، وضو، نماز، روزے اور حقوق الازواج وغیرہ کے بارے میں تعلیم دو۔

معاشرتی حقوق کے ضمن میں ذمہ داریوں کا دائرہ بہت وسیع بھی ہو سکتا ہے اور اس میں بہت سے افراد شامل ہو سکتے ہوں جیسا کہ حکمرانوں اور علماً کا معاملہ ہے۔ 'ہر گلہ بان سے اس کے گلہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا'۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى

ترجمہ: ''بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا'' (۱۶:۹۰)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

'اے اللہ! ان پر نرمی کر جنہیں دوسروں پر اختیار دیا گیا اور انہوں نے نرمی کا برتاؤ کیا اور ان کے ساتھ سختی کر جنہوں نے سختی کا برتاؤ کیا۔
'

آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جب اپنی رعایا کو دھوکا دینے والا حکمران مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جنّت کو اس پر حرام کر دیتا ہے۔

اپنے والدین کے وفادار اور فرماں بردار رہو کیونکہ یہ ایک فرضِ لازم ہے۔ ان سے قطع تعلق سے خبردار رہو کیونکہ یہ ایک گناہِ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳ وَاخْفِضْ لَهُمَا

جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ: ''اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''ہُوں'' نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن (بچپن) میں پالا'' (۲۳:۱۷، ۲۴)

اور ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ ؕ

ترجمہ: ''حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا'' (۱۴:۳۱)

ذرا غور کرو کس طرح اللہ تعالیٰ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کو اپنی توحید کے ساتھ اور ان کے شکریئے کو اپنے شکر کے ساتھ مربوط کر کے بات کرتا ہے۔ اس لیے تمہیں ان کو خوش رکھنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے اور گناہ کے ارتکاب اور فرائض سے غفلت کو چھوڑ کر ان کے باقی سب حکم ماننے چاہئیں۔ تمہیں اپنے اوپر انہیں فوقیت دینی چاہیے اور ان کے امور کو اپنے کاموں پر ترجیح دینی چاہیے۔

یہ بات بھی والدین کی نافرمانی گردانی جائے گی کہ تم بھلائی کرنے کی اہلیت رکھنے کے باوجود ان کا بھلا نہ کرو۔ اسی طرح چیں بہ جبیں ہونا (تیوریاں چڑھانا) اور انہیں سرزنش کرنا بھی نافرمانی کے زمرے میں آتا ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا ہے: 'جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کے فاصلے سے آتی ہے لیکن والدین کا نافرمان، صلہ رحمی کو قطع کرنے والا، عمر رسیدہ زناکار، اور تکبر کی نیت سے لمبا لباس پہننے والا اس کو محسوس نہیں کر سکتا۔ بے شک تکبر صرف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا پروردگار ہے'۔ آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'جس کسی پر یوں صبح طلوع ہوئی کہ اس نے اپنے والدین کو راضی کرنے والے اور مجھے ناخوش کرنے والے کام کیے میں اس شخص سے خوش ہوں اور جس نے مجھے راضی کرنے کے کام (تو) کیے مگر اپنے والدین کو ناخوش رکھا، میں اس سے ناخوش ہوں'۔

والدین اپنے ہر ہر حق پر اصرار نہ کر کے اپنے بچوں کو وفاداری سکھانے میں مدد کر سکتے ہیں خاص کر آج کل کے زمانے میں جب وفاداری کم یاب ہے، بدی کا دور دورہ ہے اور والدین کے نزدیک وہی بچہ وفادار قرار پاتا ہے جو انہیں (کم از کم) گزند نہیں پہنچا رہا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: 'اللہ ایسے ماں باپ پر رحم فرمائے جو اپنے بچے کو اپنا فرماں بردار بنانے میں مدد کرتے ہیں'۔

اپنی رشتہ داریوں کی پاسداری (صلہ رحمی) بھی تم پر لازم ہے اور اس کی ابتدا اپنے نزدیک ترین رشتوں سے کرو؛ اگر کوئی اچھی شے تمہارے پاس ہو تو اس میں سے اپنے اقربا کو بھی فراخ دلی کے ساتھ حصہ دو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

ترجمہ: ''اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی'' (۴:۳۶)

اللہ نے اپنی عزیز کتاب (قرآن پاک) میں جابجا اقربا کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے؛ اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: 'اقربا کو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ (رحمی) بھی'۔ اور آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: 'جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی پر رحم کرتا ہے'۔ اور یہ بھی فرمایا: '(حضرت) جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے حق کے بارے میں اس قدر وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے'۔

صلہ رحمی اور ہمسائے سے حسنِ سلوک کا کلّی حق اس وقت تک ادا نہیں ہوتا جب تک انسان انہیں ایذا پہنچانے سے گریز نہ کرے، ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت نہ کرے اور حسبِ استطاعت ان کے ساتھ بھلائی نہ کرے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: 'رشتوں کو قائم رکھنے والا وہ (شخص) نہیں جو (اچھے کاموں پر) انعام دے بلکہ وہ شخص ہے جو ٹوٹتے رشتوں کو (پھر سے) جوڑ دے'۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: 'اس بات کو اپنی عادت بنا لو کہ جب کوئی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے تو تم بھی اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ اور جب کوئی تمہارے ساتھ بُرا سلوک کرے تو تم اس کے ساتھ بُرا برتاؤ نہ کرو'۔

سب توفیق اللہ کی طرف سے ہے

۲۴۔ بابِ شفقت وخیر

محبت ہو یا عداوت صرف اللہ کی خاطر ہونی چاہیے کیونکہ یہی ایمان کی مضبوط ترین رسّی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''محبت اور بغض کا اللہ تعالیٰ کی خاطر ہونا بہترین عمل ہے'' اور تم محبت اور بغض و عداوت محض اللہ کی خاطر رکھنے والے تبھی بنو گے جب تم کسی شخص سے محبت کرو تو صرف اور صرف اس لیے کہ وہ اللہ کا عبادت گزار ہے اور کسی سے عداوت رکھو تو محض اس لیے کہ وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ اگر تم نیک لوگوں کو ان کی نیکی کے باعث عزیز نہ رکھو اور بُرے لوگوں کو ان کی بُرائی کے سبب ناپسند نہ کرو تو سمجھ لو کہ تمہارا ایمان کمزور ہے۔

اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور شریر لوگوں سے بچ کے رہو۔ صالحین کے پاس بیٹھا کرو اور ظالموں سے دور رہا کرو۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ''انسان وہی دین اختیار کرتا ہے جو اس کے دوست کا دین ہوتا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو سوچنا ہوگا کہ اسے کس کے ساتھ میل جول رکھنا ہے''۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: ''نیک ساتھی تنہائی سے بہتر ہے اور تنہائی بُرے شخص کی صحبت سے بہتر ہے۔'' جان رکھو کہ نیکوں سے رابطہ اور ان کی صحبت دل میں نیکی کا بیج بو دیتی ہے اور نیک عمل کرنے پر ابھارتی ہے جبکہ بُرے لوگوں سے میل جول دل میں بُرائی کا خیال پیدا کرتا ہے اور اسی پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے''۔ جو شخص جس بھی گروہ کی قربت اختیار کرتا ہے لامحالہ اسی سے محبت کرنے لگتا ہے چاہے وہ گروہ اچھے لوگوں کا ہو یا بُرے لوگوں کا۔ اور انسان (کا انجام) اس دنیا میں بھی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور دوسری دنیا بھی۔

اللہ کے بندوں پر رحم کیا کرو اور اللہ کی مخلوق پر شفقت۔ نرمی، شفقت اور اُلفت و وفا کو اپنا شعار بنا لو۔ کٹھور پن، درشتی، فحاشی اور جفا کوشی سے خبردار رہو۔ آقا ﷺ نے فرمایا:
''اللہ اپنے انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو (دوسروں پر) رحم کرتے ہیں؛ جو رحم نہیں کرتے اُن پر (اللہ کی طرف سے) رحم نہیں کیا جاتا۔'' آپ ﷺ کا یہ بھی ارشادِ گرامی ہے: ''مومن صاحبِ الفت و وفا ہوتا ہے۔ وفا و الفت سے خالی ہونے میں کوئی بھلائی نہیں۔''

تمہیں چاہئے کہ جاہلوں کو تعلیم دو، گم راہوں کی رہنمائی کرو اور غافلوں کو ذکر (اللہ کی یاد) کی طرف مائل کرو۔ اور ان باتوں کی اہمیت کو محض یہ سوچ کر نظر انداز نہ کرو کہ ''یہ سب تو صرف باعمل عالموں کو زیب دیتا ہے، میں چُوں کہ اُن میں سے نہیں ہوں اس لیے دوسروں کی رہنمائی کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ یہ کام تو صرف بزرگوں اور اکابر اولیاؑ کا ہے۔'' یہ سوچ محض شیطانی فریب ہے کیونکہ تعلیم و تذکیر علم پر عمل کرنے کا ہی ایک حصہ ہے۔ اور جو (لوگ) بڑے بنے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اللہ کے بندوں کی اللہ کی راہ کی طرف رہنمائی کرنے سے ہی بنے ہیں۔ اگر ابھی تم اس امر کے لیے نااہل ہو تو اس کا اہل بننے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم خود بھی اچھے اور نیک کام کرو اور دوسروں کی بھی ایسا کرنے کی دعوت دو۔ (جھوٹے) دعوے کرنا اور لوگوں کو غیرِ حق کی طرف بُلانا ہی دراصل بُرائی ہے۔

شکستہ دلوں کی ڈھارس بندھایا کرو، کمزوروں اور حاجت مندوں پر مہربانی کیا کرو، مفلسوں کی مدد کیا کرو۔ قرض داروں پر نرمی کیا کرو اور مانگنے

والوں کی دادرسی کیا کرو۔حدیث شریف میں آیا ہے: ’’قرض دینے کا ثواب صدقہ دینے کے ثواب سے آٹھ گنا زیادہ ہے۔‘‘ یہ اس لیے کہ قرض مانگنے والا (حقیقی) ضرورت مند ہوتا ہے۔تمہیں چاہیے کہ تم مصیبت زدوں کی دل جوئی کرو کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی کسی مصیبت زدہ کو صبر کی تلقین کر کے اس کی دل جوئی کرتا ہے اس کو صبر کرنے والے کے برابر اجر ملتا ہے۔

شماتت سے بچو۔شماتت دوسرے مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر خوش ہونا ہے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش مت ہو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اسے اس مصیبت سے عافیت عطا کر دے اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے۔‘‘

اگر تمہارے کسی مسلمان بھائی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اس کی کُھلے بندوں ملامت کرنے سے باز رہو کیونکہ جو کوئی ایسا کرتا ہے مرنے سے پہلے (کبھی نہ کبھی) اس میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے۔

جو لوگ مشکلات کا شکار ہوں انہیں مشکلات سے چھٹکارا دلایا کرو، محتاجوں کی حاجات پوری کیا کرو اور گناہ گاروں کی ستر پوشی (پردہ داری) کیا کرو۔آقا ﷺ کا فرمان ہے: ’’جو دوسرے کے لیے آسانی کا باعث بنتا ہے اللہ اس کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے، جو کسی دوسرے مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ داری کرتا ہے۔جو کسی مسلمان کو دنیا میں ایک مشکل سے نکالتا ہے اللہ قیامت میں اسے ایک مشکل سے نکالے گا۔جو اپنے مسلمان بھائی کی اعانت (مدد) کرتا ہے اللہ اس کی اعانت کرے گا۔اللہ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے (دینی) بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔‘‘

مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ اشیاء کو ہٹا دیا کرو کہ یہ (طرزِ عمل) ایمان کی ایک شاخ ہے۔نبی پاک ﷺ کی ایک حدیثِ پاک میں آتا ہے: ’’میں نے ایک شخص کو مسلمانوں کے راستے سے کانٹوں بھری ایک جھاڑی ہٹا دینے کے اجر میں جنّت میں چلتا پھرتا دیکھا۔‘‘

یتیم کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اس کے سر پر ہاتھ رکھو۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یتیم کے سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرا تو ایسا کرتے ہوئے اس کا ہاتھ جس جس بال کو چھو گیا ہر اُس (یعنی ایک ایک) بال کے بدلے میں اسے دس دس نیکیاں ملیں گی۔

مومنوں کے دل خوش کرنے کی ہر ممکن طریقے سے کوشش کرو۔بس یہ خیال رہے کہ یہ طریقے گناہ سے پاک ہونے چاہئیں۔اگر کوئی تم سے سفارش چاہے تو اپنے اثر و رسوخ والوں ان سے اس کی سفارش ضرور کرو کیونکہ اللہ اپنے بندے سے اس کے اثر و رسوخ کا بھی ایسے ہی حساب لے گا جیسے وہ اس کی دولت کا حساب لے گا۔تاہم اگر کسی شخص پر زنا یا چوری وغیرہ کرنے کی وجہ سے شرعی حد لاگو ہو جائے تو اس کی سفارش کرنے سے خبردار رہنا چاہیے کہ یہ جائز نہیں۔اگر سفارش کرنے پر کوئی تمہیں ہدیہ یا تحفہ دے تو اسے قبول نہ کرو کیونکہ یہ ایک طرح کی رشوت ہے۔

تمہیں مومنین کے ساتھ مسکرا کے، خندہ پیشانی سے ملنا چاہیے۔ان سے اچھے انداز میں بات کرنی چاہیے۔ان کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنا چاہیے اور ان کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا:

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ

ترجمہ:اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پَروں میں لے لو(۱۵:۸۸)

حضورﷺ کا ارشاد ہے:''نیکی کے کسی بھی عمل کو حقیر مت جانو چاہے وہ اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا ہی کیوں نہ ہو۔'' آپﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اچھی بات (بھی) صدقہ ہے''۔آثار میں آتا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان سو نیکیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ان سو میں سے ننانوے اس مسلمان کے حصے میں آتی ہیں جو دونوں میں زیادہ خوش دلی سے ملتا ہے۔

کسی مسلمان سے بھی محض اپنی ذات کی خاطر قطع تعلق نہ کرو۔اگر کسی دینی مصلحت کے تحت ایسا کرنا ضروری بھی ہو جائے تو تین دن سے زیادہ اس سے میل جول قطع نہ کرو۔آقاﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھی اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا سوائے اس کے کہ اللہ اسے اپنی رحمت سے بچالے۔اس قطع تعلق کا مقصد تادیبی ہے یعنی کسی کو سمجھانے بجھانے کے لئے۔اگر کسی سے بول چال اس کے غلط کام جاری رکھنے اور نیکی کو ترک کرنے کی وجہ سے بند کی گئی ہو تو اس کی بحالی اس وقت تک نہیں کی جانی چاہیئے جب تک وہ حق کی طرف لوٹ نہ آئے۔

جب مسلمانوں کے ساتھ کچھ اچھا (واقع) ہو جیسے بارش کی آمد، اشیاء کی قیمتوں میں کمی یا باغیوں اور کفّار کی سرکوبی وغیرہ تو تمہیں فرحت و مسرت کا اظہار کرنا چاہیئے۔اور اگر ان پر مشکل آن پڑے جیسے وبا، قیمتوں میں گرانی یا فتنہ و بغاوت تو تمہیں دکھ اور غم محسوس ہونا چاہیئے۔ایسے میں تمہیں اللہ کے قضا و قدر کے فیصلوں کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے التجا کرنی چاہیئے کہ وہ مسلمانوں کو ان ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔حضورﷺ نے فرمایا: ''جس کو مسلمانوں کے امور و معاملات سے دل چسپی نہیں وہ اُن میں سے نہیں۔'' اور یہ بھی فرمایا: ''مومنین، باہمی محبت اور ہمدردی کے لحاظ سے، ایک جسدِ واحد کی طرح ہیں۔جب اس کا ایک عضو بیمار پڑتا ہے تو باقی جسم بھی برابر بخار اور بے آرامی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''اگر کوئی مسلمان تم پر کوئی عطا و مہربانی کرے تو اسے قبول کرو، اس کا شکریہ ادا کرو اور اسے اس کا خاطر خواہ صلہ دو۔اگر تم میں صلہ دینے کی استطاعت نہ ہو یا تمہیں اندیشہ ہو کہ صلہ یا انعام دینے سے اس کی دل آزاری ہو گی تو اس کے حق میں دعا کر دو۔حضور ختم المرسلینﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''اگر مجھے (جانور کے محض) ایک دست یا پائے کا گوشت بھی ہدیہ کیا جائے تو میں قبول کرلوں گا اور اگر مجھے (محض) دست یا پائے کے گوشت پر بھی بلایا جائے تو میں دعوت قبول کرلوں گا''۔آپﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:''اگر کوئی تم پر مہربانی کرے تو اسے اس کا صلہ دو۔اگر صلہ نہ دے سکو تو اس کے حق میں اس وقت تک دعا کرتے رہو جب تک تمہیں محسوس نہ ہو جائے کہ اس کا حق ادا ہو گیا''۔رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی اور اس نے بھلائی کرنے والے سے''جزاک اللہ خیراً'' (اللہ تعالیٰ تم کو بہتر صلہ دے) کہا، اس نے گویا تعریف کا حق ادا کر دیا''۔

کسی مسلمان کے تحفے کو رد کر کے اس کا دل مت توڑو۔یہ سمجھو کہ اس کے ذریعے جو کچھ تمہیں مل رہا ہے وہ درحقیقت اللہ کی طرف سے ہے وہ تو محض اس کام کے لیے ادنیٰ سا وسیلہ ہے۔حدیث شریف میں آتا ہے: ''اگر کسی شخص کو سوال اور خواہش کئے بغیر کوئی شے ملتی ہے اور وہ اسے قبول نہیں کرتا ہے تو وہ (دراصل) اللہ کی طرف سے عطا کردہ شے کو رد کرنے کا مرتکب ہوتا ہے''۔تحائف لینے سے انکار کرنے میں ایک بڑی آفت یہ ہے کہ عام لوگ تحائف قبول نہ کرنے والوں کی تعظیم کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ اس ترغیب کے تحت کہ دوسرے لوگ انہیں پاک

باز گردانیں تحائف قبول کرنے سے انکار کرتے ہوں۔ اسی لئے کچھ بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ سامنے تو یہ تحائف قبول کر لیتے تھے اور بعد میں چپکے سے انہیں خیرات کر دیتے تھے۔ تحائف وغیرہ وصول نہ کرنا بعض صورتوں میں واجب بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص تمہیں ایسی چیز دے جس کے بارے میں تمہیں معلوم ہو یا علامات سے ظاہر ہو کہ وہ حرام ہے یا کوئی تمہیں صدقہ کا حق دار سمجھ کر صدقۂ واجبہ دے دے حالانکہ تم اس صدقے کے حق دار نہ ہو۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہو سکتی ہے کہ تحفہ دینے والا ظالم ہو اور ظلم کرنے سے باز نہ آتا ہو اور تمہیں ڈر ہو کہ اس سے تحفہ وصول کر کے تمہارا دل اس کی طرف مائل ہو جائے گا اور حق سے دور ہو جائے گا۔ یا یہ کہ تمہیں کسی شخص کے رویے سے محسوس ہو رہا ہو کہ اس کا تحفہ تمہیں ظلم میں اس کا ساتھ دینے پر یا حق بات کو پسِ پشت ڈالنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ جیسے کہ قاضی (جج)، حاکم یا دوسرے صاحبانِ اختیار کا مقدمے کے کسی ایک فریق یا فریقین سے کوئی شے تحفتاً قبول کرنا۔ یہ سراسر رشوت ہے جو حرام ہے۔ ان تمام درجِ بالا صورتوں میں کسی شخص سے بھی کچھ بھی تحفہ وصول کرنے سے انکار کرنا لازم ہے۔ اس کی کچھ اور صورتیں بھی ہو سکتی ہیں جن کا ذکر کتاب میں مناسب مقام پر کیا جائے گا۔

تمہیں خود کو، اپنے بچوں بلکہ کسی بھی مسلمان کو، خواہ اس نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہی کیوں نہ کی ہو، بددعا نہیں دینی چاہئے۔ ظالم کے خلاف دعا قبول ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''خود کو، اپنے بچوں یا اپنے مال کو بددعا نہ دو ہو سکتا ہے کہ جس وقت تم دعا کر رہے ہو وہی قبولیتِ دعا کا وقت ہو۔''

کسی بھی مسلمان کو اذیت دینے اور اسے خواہ مخواہ ستانے سے بھی خبردار رہو۔ آقا ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے کسی مسلمان کو ایذا پہنچائی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔'' اور یہ بھی ارشاد فرمایا: ''کسی مسلمان کی بے عزتی و توہین کرنا فسق و نفاق ہے اور اس سے جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

تمہیں کسی مسلمان پر، مویشی پر، کسی بے جان شے یا کسی مخصوص شخص پر بھی لعنت بھیجنے سے خبردار رہنا چاہیے چاہے وہ شخص کافر ہی کیوں نہ ہو۔ تا آں حالیکہ تمہیں پختہ یقین ہو کہ وہ شخص حالتِ کفر میں دنیا سے رخصت ہوا تھا جیسا کہ فرعون اور ابو جہل۔ یا پھر شیطان مردود کہ جس کے بارے میں تم جانتے ہو کہ اس پر اللہ کی رحمت کبھی نہیں ہو سکتی۔ کہا جاتا ہے کہ لعنت آسمانوں تک پہنچتی تو ہے مگر اس پر آسمانوں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ پھر وہ لعنت زمین پر واپس بھیجی جاتی ہے مگر زمین کے دروازے بھی اس پر بند ہوتے ہیں۔ پھر وہ لعنت کیے گئے شخص تک پہنچتی ہے۔ اب اگر تو وہ اس لعنت کا حق دار ہوتا ہے تو اس کو پہنچ جاتی ہے وگرنہ بھیجنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

تمہیں مومنین کے دل موہ لینے کی کوشش کرنی چاہئے اور ان کی خوبیاں بیان کر کے اور ان کی بُرائیوں پر پردہ ڈال کر انہیں ایک دوسرے کے قریب لانا چاہئے۔ ان کے مابین مصالحت کروانی چاہئے کہ یہ عمل نفلی نماز اور نفلی روزے سے بھی افضل ہے خاص طور پر جب معاملہ باپ اور بیٹے یا قرابت داروں کے درمیان صلح کروانے کا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو (۴۹:۱۰)

تمہیں چغل خوری (لگائی بجھائی) ،غیبت اور ایسی دوسری باتوں سے جو مومنین کے مابین نفرت پیدا کرنے کا موجب ہوں خبردار رہنا چاہئے کیونکہ یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔

چغل خوری یا لگائی بجھائی کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی باتیں ایک دوسرے کو اس نیّت سے بتائی جائیں کہ ان میں پھوٹ پڑ جائے۔پیغمبرِ اسلام ﷺ کا فرمان ہے: ''چغل خور جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔'' آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''تم میں مکروہ ترین وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کے ذریعے (مسلمان) بھائیوں کے باہمی تعلقات خراب کرتے ہیں اور بھائیوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں۔''

غیبت سے مراد یہ ہے کہ کسی انسان کے بارے میں اس کی غیر موجودگی میں اس کی رُسوائی اور بدنامی کی نیّت سے ایسی بات کی جائے جو کہ اگر اس انسان کے سامنے کی جائے تو اسے اچھی نہ لگے۔خواہ یہ رسوائی زبانی ہو،تحریری طور پر ہو یا محض اشارے میں۔حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں: ''مسلمان کا سب کچھ؛ اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان کے لیے قابلِ حُرمت ہے''۔آقائے نامدار ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:''غیبت زنا سے بدتر ہے''۔اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتاری: ''جو غیبت سے تائب ہو کر مرا وہ سب سے آخر میں جنّت میں جائے گا اور جو غیبت سے باز نہ آیا وہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔''

کسی پر ظلم وزیادتی کرنے سے باز رہو کیونکہ قیامت کے روز یہ ایک تاریکی کی صورت نمودار ہوگی خاص کر دوسرے انسانوں پر کیا گیا ظلم جس سے اللہ کبھی فروگزاشت نہیں کرتا۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے:''میری امّت میں مفلس وہ ہے جو روزِ قیامت بہت ساری نیکیوں کے ساتھ آئے گا لیکن اس نے (دنیا میں) کسی کو مارا (زخمی کیا) ہوگا، کسی کی ہتک کی ہوگی اور کسی کا مال ہڑپ کیا ہوگا چناں چہ اس کی نیکیاں ایک ایک کر کے ان (متاثرین) میں تقسیم کر دی جائیں گی اور جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان (متاثرین) کے گناہ اس کے کھاتے میں درج کر دیئے جائیں گے اور پھر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔'' اس لیے اگر تم نے کسی کے ساتھ برائی کی ہے تو جلد از جلد اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کرو۔اگر معاملہ قانونی ہے تو جو بھی سزا واجب ہو اس کو بھگتو۔اگر بات ہتک عزت واحترام کی ہے تو اس کی معافی مانگ لو اور اگر یہ زیادتی مالی ہے یعنی تم نے ناجائز طور پر کسی کی رقم ماری ہے تو فوراً اسے لوٹا دو۔ حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ جس کسی نے اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ زیادتی کی ہو اسے چاہئے کہ اس سے معافی مانگ لے اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔بس اچھے بُرے اعمال ہوں گے۔اگر تم اپنے ظلم وزیادتی کی تلافی کرنے کے قابل نہیں ہو تو اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے فی الفور خلوصِ دل کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں التجا گزار ہو جاؤ کہ وہ تمہارے لیے تمہارے مخالف کو منالے۔کثرت سے دعا کرو اور اللہ سے ان لوگوں کی مغفرت چاہو جن کے ساتھ تم نے زیادتی کی ہو۔

اپنے مسلمان بھائیوں کی موجودگی اور غیر موجودگی ہر دو صورتوں میں ان کی جان ومال اور عزّت کی حفاظت کرو اور اسی طرح کرو جس طرح تم اپنی جان ومال اور اپنی عزّت کی حفاظت کرتے ہو۔یاد رکھو جو کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرے گا اور جو کسی مسلمان سے قطع تعلق کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے قطع تعلق کر لے گا۔

۲۵۔ بابِ نصیحت

تم پر لازم ہے کہ تمام مسلمانوں کو اچھی نصیحت کرو اور اس کی غایتِ اولیٰ یہ ہے کہ تم ان سے ایسی کوئی بات مت چھپاؤ جس کا اظہار ان کے لیے خیر کا باعث ہو یا پھر شر سے بچنے کا سبب ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دین نصیحت ہے۔'' یہ بات بھی نصیحت میں شامل ہے کہ تم مسلمان (بھائی) کی غیر موجودگی میں بھی اس کے ایسے ہی خیر خواہ ہو جیسے کہ اس کی موجودگی میں ہو سکتے ہو۔ جتنی محبت تم اس سے اپنے دل میں رکھتے ہو اس سے زیادہ محبت کا اظہار زبان سے مت کرو۔ یہ امر بھی نصیحت ہی میں آتا ہے کہ کوئی تم سے ایسے کام کے بارے میں صلاح چاہے جس کے بارے میں تمہیں معلوم ہو کہ اس کا کرنا ٹھیک اور بہتر نہیں تو اسے اس بات سے آگاہ کردو۔

جس پر اللہ نے اپنی عنایت کی ہو اس مسلمان سے حسد کرنا پند و نصائح سے دوری کا غماز ہے۔ اس حسد کی اصل یہ ہے کہ اس مسلمان بھائی پر اللہ کا دینی یا دنیاوی انعام تمہیں گوارا نہیں۔ اور اس حسد کی انتہا یہ ہے تم خواہش کرنے لگو کہ اسے اس نعمت سے محروم کردیا جائے۔ وارد ہوا ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو۔ حاسد شخص دراصل اللہ کی ملکیت اور اس کی تدبیر پر اعتراض کا مرتکب ہوتا ہے وہ گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے: ''یارب تو نے (نعوذ باللہ) غلط جگہ انعام کردیا ہے''۔

تاہم بغض و عناد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کسی پر رشک کرنے میں کوئی حرج نہیں یعنی کسی پر اللہ کا انعام دیکھ کر انسان اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنے لیے بھی ویسے ہی انعام کا طلبگار رہو۔

جب کوئی تمہاری تعریف کرے تو تمہیں دل ہی دل میں بُرا لگنا چاہیے۔ اگر کوئی ایسی بات کے لیے تمہیں سراہتا ہے جو تم میں موجود ہے تو کہو: ''**الحمد للہ الذی اظہر الجمیل و ستر القبیح**'' یعنی ''سب خوبیاں اللہ کو جس نے اچھی باتوں (چیزوں) کو ظاہر کیا اور بُری کو چھپایا''۔ اگر کوئی تمہاری تعریف کسی ایسی بات کے لیے کرے جو تم میں موجود نہیں تو ایسا کہو جیسا ہمارے اسلاف میں سے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کا حساب مجھ سے نہ لے، ان کی لاعلمی کے لیے مجھے معافی عطا کر اور مجھے ان کے گمان سے زیادہ اچھا بنا دے''۔

تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم اس وقت تک کسی کی تعریف نہ کرو جب تک تمہیں معلوم نہ ہو جائے کہ تمہاری تعریف اس شخص کو نیکیوں پر ابھارے گی یا پھر تم کسی کم معروف صاحبِ فضل ہستی کی تعریف کرو تاکہ وہ معروف ہو جائے۔ اس میں بھی شرط یہ ہے کہ تم جھوٹ کے ارتکاب سے بچے رہو اور وہ تکبر و خود بینی سے۔

اگر تم کسی کو اس کے کسی طرزِ عمل پر نصیحت کرنا چاہو تو علاحدگی میں کرو، بات نرمی سے کرو اور جو بات اشارتاً سمجھائی جا سکتی ہے اسے واشگاف الفاظ میں مت کہو۔ اگر وہ تم سے پوچھے کہ تمہیں یہ بات کس نے بتائی ہے تو اسے بتانے والے کے نام سے آگاہ نہ کرو کیونکہ ایسا کرنے سے ان میں باہم عداوت

ہوسکتی ہے۔ اگر وہ تمہاری نصیحت مان لیتا ہے تو اس کی تعریف کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور اگر وہ نہیں مانتا تو اس بات کے لیے خود کو قصوروار ٹھہراؤ اور کہو: ''اے بُرے نفس! یہ تیری وجہ سے ہوا کہ میں ہار گیا''، اور یہی خیال کرو کہ تم ہی نصیحت کرنے کی شرائط اور آداب کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔

اگر تمہیں کوئی امانت سونپی جائے تو اپنی ذاتی شے سے بڑھ کر اس کی حفاظت کرو۔ امانت لوٹاؤ اور امانت میں خیانت نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں''۔ آقا ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''عرشِ الٰہی سے تین چیزیں معلق ہیں۔ (ان میں پہلی چیز) نعمت (ہے) جو کہتی ہے: یا اللہ! میں تیرے ساتھ ہوں، میرا کبھی انکار نہ کیا جائے۔ (دوسری چیز) قرابت داری (ہے) جو کہتی ہے: یا اللہ! میں تیرے ساتھ ہوں، مجھے کبھی قطع نہ کیا جائے۔ (تیسری چیز) امانت (ہے) جو کہتی ہے: یا اللہ! میں تیرے ساتھ ہوں، مجھ میں کبھی خیانت نہ کی جائے۔''

ہمیشہ سچی بات کہو اور اپنے معاہدوں اور وعدوں کی پاسداری کرو کیونکہ انہیں توڑنا منافقت کی نشانی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بولتا ہے تو جھوٹ (بات) کرتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب اسے امانت سونپی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔'' ایک اور روایت میں یوں آتا ہے: ''اور جب وہ عہد کرتا ہے تو اس کو توڑ دیتا ہے اور جب جھگڑتا ہے تو بدلحاظی کرتا ہے۔''

غیر ضروری بحث وتمحیص اور لڑائی جھگڑے سے بھی خبردار رہو کیونکہ ان سے سینوں میں بغض وعناد اور دلوں میں دوری پیدا ہوتی ہے جن سے عداوت اور نفرت جنم لیتے ہیں۔ اگر کوئی تم پر اعتراض کرے اور ایسا کرنے میں وہ حق بجانب ہو تو اس کی بات کو تسلیم کرو کیونکہ حق کی اتباع ہر حال میں ہونی چاہئے اور بات اس کے برعکس ہو یعنی اعتراض کرنے والا باطل پر ہو تو اس سے دوری اختیار کرلو کیونکہ وہ جاہل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ

ترجمہ: اور جاہلوں سے منہ پھیرلو (۱۹۹:۷)

بے جا ٹھٹھا مذاق کرنا ترک کرو اور اگر کبھی کبھار اپنے کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کرنے کی غرض سے کوئی پُرمزاح بات کرنی بھی پڑ جائے تو ضروری ہے کہ وہ بات سچ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''اپنے مسلمان بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے (ایسا) مذاق کرو (جس سے اس کو تکلیف پہنچے) اور نہ ایسا وعدہ کرو جس کو پورا نہ کرسکو''۔

مسلمانوں کا احترام کرو خاص کر ان کا جو اہلِ علم وفضل ہیں، جو شرفا ہیں اور جن کے بال اسلام میں خاکستری ہو گئے ہیں (یعنی جو عمر بھر اسلام پر رہے)۔

کسی مسلمان کو بھی خوف زدہ یا ہراساں نہ کرو، نہ اس کا مذاق اُڑاؤ اور نہ ہی اس کی تضحیک وتحقیر کرو کیونکہ یہ باتیں بداخلاقی اور قابلِ مذمت امور میں شمار ہوتی ہیں۔ رسولِ کریم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے: ''کسی آدمی کے برا (شریر) ہونے کو اتنا (ثبوت) ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر

کرتا ہے‘‘۔

تمہیں عجز وانکسار اپنانا چاہئے کہ ان سے مومن کا اخلاق آراستہ ہے۔تمہیں تکبر سے بچنا چاہئے کیونکہ اللہ تکبر کرنے والوں کو پسندنہیں کرتا۔اللہ عجز و انکسار کرنے والوں کو (عزت سے) بلند کرتا ہے تکبر کرنے والوں کو (ذلّت سے) جھکا دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی تکبر ہوگا وہ جنّت میں داخل نہ ہوگا۔‘‘اور یہ بھی فرمایا:’’سچ کو جھٹلانا اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا تکبر ہے‘‘۔آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:’’جو شخص خود کو عظیم سمجھے اور دوسروں کو حقیر جانے وہ متکبر ہے۔‘‘ کچھ ایسے نکات ہیں جن سے منکسر المزاج اور متکبر افراد میں فرق واضح کیا جاسکتا ہے۔

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ

ترجمہ:اس لئے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرمادے(۸:۳۷)

عجز وانکسار کی نشانیوں میں سے مثلاً یہ ہے کہ انسان خلوت پسند کرے اور شہرت کو ناپسند کرے، سچی بات کو تسلیم کرے وہ بات چاہے کوئی اونچے (دنیاوی) طبقے کا شخص کہہ رہا ہو یا کوئی (بظاہر) نچلے درجے کا آدمی، فقرا سے محبت رکھے، ان سے وابستہ رہے اور ان کا ہم مجلس رہے، حقوق العباد کی ادائی کی حتی الامکان کوشش کرے، جو لوگ حق ادا کریں (خدمت کریں) ان کا شکریہ ادا کرے اور جو نہ ادا کر پائیں انہیں معذور جان کر معاف کردے۔

تکبر کی نشانیاں یہ ہیں کہ انسان مجالس ومحافل میں صدر نشینی کا خواہاں ہو، خود ستائشی میں مبتلا ہے، بات بھی تکبر سے کرے، مغرور ہو، گھمنڈی ہو، دوسروں پر اپنے حقوق تو جتلائے مگر دوسروں کے حقوق کی بجا آوری سے پہلوتہی کرے۔

۲۶۔ بابِ سلام وآداب

ہر مسلمان کو سلام کہو چاہے تم اُسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔ اگر تم کسی کو سلام کرو اور وہ تمہیں سلام کا جواب نہ دے تو اُس کے بارے میں بُرا مت سوچو بلکہ اپنے آپ کو باور کراؤ: ''شائد اُس نے سُنا نہ ہو، یا شائد اُس نے جواب دیا ہو اور میں نے ہی نہ سُنا ہو۔''

جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کہو اور جب مسجد یا کسی خالی مکان میں داخل ہونے لگو تو کہو:

'السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین'

ترجمہ: سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

سلام میں ہمیشہ پہل کرنے کی کوشش کرو۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا: 'جب مسلمان باہم ملیں تو سلام کہنے میں پہل کون کرے؟' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'وہ جو (ان میں سے) اللہ سے زیادہ محبت کرتا ہو'۔ اور ایک دوسری حدیثِ پاک میں فرمایا کہ سوار پیدل کو، کھڑا ہوا شخص بیٹھے ہوئے کو، جوان بوڑھے کو اور چھوٹا گروہ بڑے گروہ کو سلام کہے۔

یہ بات بھی آداب میں شامل ہے کہ جب کوئی چھینک کے بعد اللہ کا شکر ادا کرے یعنی الحمد للہ کہے تو تمہیں کہنا چاہیے: یرحمك اللہ (اللہ تم پر رحم کرے)۔ اور اگر چھینکنے والا اللہ کا شکر ادا کرنا بھول جائے تو تم 'الحمد للہ' کہہ کر اُسے یاد دلا دو۔

ایک بات اور، اپنے گھر کے سوا کسی گھر میں بھی بلا اجازت داخل مت ہو۔ اگر کسی کے گھر جاؤ اور تین بار پوچھنے پر بھی اندر سے جواب نہ آئے تو واپس لوٹ جاؤ۔ جب کوئی مسلمان بھائی تمہیں پکارے تو 'لبیک' یعنی 'حاضر ہوں' کہہ کر اُسے جواب دو۔ اگر وہ تمہیں کھانے پر مدعو کرے اور کوئی جائز عذر مانع نہ ہو تو اُس کی دعوت قبول کرلو۔ اگر کوئی تمہارے سامنے کچھ کرنے کی قسم کھالے تو اسے اپنی قسم پوری کرنے کی مہلت دو بس یہ کہ وہ گناہ کا کوئی کام نہ ہو۔ اللہ کا واسطہ دے کر کسی سے کچھ نہ مانگو لیکن اگر کوئی تم سے مانگ لے تو اس کی حاجت ضرور پوری کرو۔

بیمار کی عیادت کرو، جنازے میں شرکت کرو اور حسبِ توفیق اپنے مسلمان بھائیوں سے ملنے جایا کرو۔ ان سے ملو تو ہاتھ ملایا کرو، ان سے ان کی، ان کے اہلِ خانہ اور اعزا و اقربا کی خیریت دریافت کیا کرو تا کہ ان میں سے کوئی بیمار ہو تو تم عیادت کو جاسکو۔ اور اگر ہو سکے تو ان کے جائز کاموں میں ضرور ان کی مدد کرو۔ اگر مدد نہ کر سکو تو ان کے لیے دعا کر دیا کرو۔

تمام مسلمانوں کے بارے میں حُسنِ ظن کا مظاہرہ کرو، ان کے بارے میں اچھا سوچو، ان میں سے کسی کے بارے میں بھی سُوئے ظن یعنی بُرا گمان مت رکھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: 'دو خصلتوں سے بڑھ کر کوئی اچھی خصلت نہیں: ایک؛ اللہ کے بارے میں حُسنِ ظن اور دوسرے؛ اس کے بندوں کے بارے میں حُسنِ ظن رکھنا۔ اور دو خصلتوں سے بڑھ کر کوئی بُری خصلت نہیں: ایک؛ اللہ کے بارے میں سوئے ظن اور دوسرے اس کے بندوں کے بارے

میں سوئے ظن یعنی بُرا گمان رکھنا‘ مسلمانوں کے بارے میں حُسنِ ظن سے مراد یہ ہے کہ ان کے کسی بھی قول یا فعل کو جسے اچھا قرار دیا جا سکتا ہو اس کے بارے میں بُرا گمان مت رکھو۔ اگر تمہیں ان کے کسی قول یا فعل کا اچھا جواز نہ مل سکے مثلاً وہ کسی گناہ کے کام میں ملوث ہوں تو اس پر ان کو ملامت کرو تاہم اس بات پر بھی یقین رکھو کہ ان کا ایمان بالآخر انہیں برے کاموں سے روکنے میں کامیاب ہو جائے گا اور انہیں ندامت کا احساس دلائے گا۔

مسلمانوں کے بارے میں سوئے ظن کا مطلب ہے ان کے بہ ظاہر اچھے قول یا فعل کو بھی بُرا گردانا جائے۔ مثال کے طور پر تم کسی مسلمان کو کثرت سے نماز پڑھتے ہوئے، صدقہ دیتے ہوئے اور تلاوتِ قرآنِ پاک کرتے ہوئے دیکھ کر یہ خیال کرو کہ وہ یہ سب دکھاوے کی غرض سے، دولت کے لالچ میں اور سماجی حیثیت کے لئے کر رہا ہے۔ ایسی بُری سوچ انہی افراد کے ساتھ مخصوص ہے جو اندر سے بُرے ہوتے ہیں یا جو منافق ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ

ترجمہ: وہ جو عیب لگاتے ہیں ان مسلمانوں کو کہ دل سے خیرات کرتے ہیں۔ (۹:۷۹)

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ’اللہ کو اس قدر (زیادہ) یاد کرو کہ منافقین کہیں کہ تم دکھاوا کر رہے ہو‘۔

کثرت سے دعا کیا کرو اور اپنے لیے، اپنے عزیز و اقارب کے لیے، اپنے دوستوں کے لیے اور دوسرے تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت طلب کیا کرو کیونکہ کسی مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’کچھ دعائیں ایسی ہیں کہ ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا: (جیسا کہ) مظلوم کی دعا اور ایک مسلمان بھائی کی غیر حاضری میں اس کے لیے کی گئی دعا‘۔ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ’جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: ”آمین، تمہارے لیے بھی ایسا ہی ہو“‘۔ حضرت میمون بن مہرانؒ نے فرمایا: ’جس نے ہر فرض نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کی اُس نے گویا اللہ کے اس فرمان کے مطابق ان کے شکر کا حق ادا کر دیا:

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط

ترجمہ: حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔ (۳۱:۱۴)

روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جو کوئی مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دن میں ستائیس بار استغفار کرتا ہے اس کا شمار ان ہستیوں میں ہونے لگتا ہے جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، جن کے ذریعے لوگوں کو رزق ملتا ہے، جن کے توسل سے بارشیں ہوتی ہیں اور یہ سب اوصاف دراصل اولیا اللہ میں پائے جاتے ہیں۔

یاد رکھو مسلمانوں کے ایک دوسرے پر بہت حقوق ہیں۔ اگر تم ان کو احسن طریق سے ادا کرنا چاہو تو اپنے بھائی کی موجودگی اور غیر موجودگی، ہر دو صورتوں میں، ان سے حسنِ سلوک کرو اور ایسا حسنِ سلوک جو تم ان سے توقع کرتے ہو۔ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرو (اس کی مخالفت کرو)، اپنے دل کو قائل

کرو کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے لیے بھی ہر وہ بھلائی چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے اور ان کے لیے بھی ہر اس برائی کو ناپسند کرے جو وہ اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: 'تم میں سے کوئی ایمان نہ لایا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے'' اور پھر یہ بھی فرمایا: مسلمان باہم ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا ہر ایک حصہ دوسرے حصے کو سہارا دیتا ہے اور ایک جسم کی طرح جس کا کوئی ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارے اعضا تکلیف محسوس کرتے ہیں'۔ حضرت یحیٰ بن معاذؒ نے فرمایا: 'اگر تم کسی مسلمان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو اس کو ضرر بھی تو نہ پہنچاؤ، اگر تم ان کو خوش نہیں کر سکتے تو ان کو دکھ بھی تو نہ دو اور اگر تم ان کی تعریف نہیں کر سکتے تو ان کو برا بھلا تو مت کہو'۔ سیّدی حضرت (غوث الاعظم) شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: 'حق کے ساتھ ایسے رہو جیسے کوئی مخلوق (موجود) نہ ہو اور مخلوق کے ساتھ یوں رہو کہ انا (نفس) کا وجود ہی نہ ہو'۔ ہمارے اسلاف میں سے کسی بزرگ نے یہ بھی فرمایا: 'لوگ (دو حالتوں میں سے ایک میں ہوتے ہیں یعنی) یا تو وہ تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں یا اس سے محفوظ ہوتے ہیں چنانچہ جو تکلیف میں ہے اس پر رحم کرو اور خود ابتلا سے محفوظ رہنے پر اللہ کا شکر ادا کرو'۔

الحمد للہ رب العالمین

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا

۲۷۔ بابِ توبہ وامید وخوف

تمہیں ہر گناہ سے، وہ چھوٹا ہو یا بڑا، ظاہری ہو یا باطنی، توبہ کرنی چاہیے۔ توبہ اللہ کی راہ کی جانب پہلا قدم اور دوسرے سبھی مقامات کی بنیاد ہے کیونکہ 'اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے توبہ چاہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (۳۱:۲۴)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں'۔

یاد رکھو، توبہ تب تک صحیح (لائقِ اعتبار) نہیں ہوتی جب تک انسان گناہ کو ترک نہیں کر دیتا، اپنے کیے پر شرمندہ نہیں ہوتا اور اسے پھر سے نہ کرنے کا عزم نہیں کر لیتا۔ سچی توبہ کرنے والے کی پہچان یہ ہے کہ توبہ کرنے والے کا دل نرم ہو جاتا ہے، وہ کثرت سے روتا ہے، دینی احکامات کا پابند ہو جاتا ہے اور بُرے لوگوں اور بُری جگہوں سے دُور رہتا ہے۔

گناہ پر اصرار یعنی اس کے ارتکاب پر فوری توبہ نہ کرنے سے خبردار رہو۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ چھوٹے بڑے ہر گناہ سے خود کو یوں بچائے جیسے وہ خود کو بھڑکتی آگ، غرق کر دینے والے پانی اور جان لیوا زہر سے بچاتا ہے۔ اسے نہ گناہ کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اور نہ ہی اس راستے کی طرف جانے کا ارادہ کرنا چاہیے۔ نہ گناہ کا پہلے سے ذکر کرنا چاہیے اور نہ ہی ارتکاب کے بعد اس پر خوش ہونا چاہیے۔ اگر (خدانخواستہ) وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اسے چاہیے کہ اس کی تشہیر نہ کرے، گناہ سے نفرت محسوس کرے اور جتنی جلدی ہو سکے اس سے توبہ کرے۔

تمہیں کثرت سے توبہ کرنی چاہیے کیونکہ دنیا میں گناہوں کی کثرت ہے اور بندہ خواہ کتنا بھی صاحبِ مقام واستقامت ہو، کتنا ہی اطاعت گزار ہو، وہ ظاہری اور باطنی خطاؤں سے مبرّا نہیں۔ تمہارے لیے شائد یہ جان لینا ہی کافی ہو کہ رسول اللہ (ﷺ) اپنی کمال پاکیزگی کے باوصف اللہ کے حضور توبہ کیا کرتے تھے اور دن میں ستّر بار استغفار طلب کیا کرتے تھے۔

تم بھی زیادہ سے زیادہ توبہ استغفار کیا کرو اور دن رات کیا کرو خاص کر رات کے آخری پہر میں۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: 'اللہ تعالیٰ استغفار کرنے والے کی پریشانیاں دُور کر دیتا ہے، اُس کی مشکلیں آسان کر دیتا ہے اور اسے بے حساب رزق عطا کرتا ہے''۔ چناں چہ یہ دعا کثرت سے کیا کرو:

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

ترجمہ: اے اللہ، میری مغفرت کر، میری توبہ قبول کر، بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اس دعا کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگا لو کہ صحابۂ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کو ایک ہی مجلس میں تقریباً ایک سو مرتبہ یہ دعا پڑھتے سُنا کرتے تھے۔

حضرت ذوالنونؑ (حضرت یونسؑ) کی اس مقبول دعا کو بھی اپنے معمولات کا حصّہ بنالو:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

ترجمہ: کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو، بیشک مجھ سے بے جا ہوا۔ (۲۱:۸۷)

وارِد ہُوا ہے کہ اس دعا میں چوں کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا اسمِ ذات اور اسمِ اعظم "اللہ" شامل ہے اِس لیے جو غم زدہ یا دُکھی یہ دعا کرتا ہے اللہ پاک ضرور اسے غموں سے نجات دے کر خوشیاں عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔ (۲۱:۸۸)

اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کے ساتھ ساتھ دل میں امید اور ڈر کی کیفیات کو بھی زندہ رکھو کیونکہ یہ یقین کے دو انتہائی اعلیٰ ثمرات ہیں اور اللہ نے اپنے مقربین کو ان اوصاف سے نوازا ہے۔ اس سب سچوں سے زیادہ سچے (اللہ) کا فرمان ہے:

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِـيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا

ترجمہ: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ (۱۷:۵۷)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'اللہ تعالی فرماتا ہے: "میں اپنے بندے کے ساتھ اس گمان کے مطابق ہوتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے سو اب وہ جیسا گمان چاہے رکھے"۔

اور ایک دوسری حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'اپنی عزت اور جلال کی قسم میں اپنے بندے کے لئے دو اطمینان اور دو خوف ایک ساتھ جمع نہیں کروں گا۔ اگر وہ دنیا میں میرے حوالے سے بے فکر رہا تو میں اسے اس دن (روزِ قیامت) خوف میں مبتلا کردوں گا جس دن میں اپنے بندوں کو جمع کروں گا یعنی روزِ قیامت اور اگر وہ مجھ سے ڈرتا رہا تو میں اسے اس دن اطمینان اور بے فکری عطا کروں گا جس دن میں اپنے بندوں کو جمع کروں گا یعنی روزِ

قیامت'۔

امید ورجا کی اساس دل کی اس معرفت پر ہے کہ اللہ کی رحمت و کرم کی کوئی حد نہیں، اس کا فضل عظیم ہے، اس کی عطا بے انتہا ہے اور اپنے اطاعت گزاروں کے لیے اس کا کریم وعدہ موجود ہے۔ قلب کی یہ معرفت جس فرحت اور اطمینان کی کیفیت کو جنم دیتی ہے اسے ''اُمید'' کہتے ہیں۔

اس سے مقصود دراصل یہ ہے کہ امید کا سہارا لے کر مومن بھلائی کے کاموں کی انجام دہی میں جلدی کرنے لگے اور اطاعت گزاری میں ہمہ تن مصروف ہوجائے کیونکہ اطاعت ہی اللہ کی رضا اور اس کی جنت پانے کا وسیلہ ہے۔

اور جہاں تک خوف کا تعلق ہے تو اس کی اصل دل کی اس آگاہی پر استوار ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ جلال ہے، وہ قاہر بھی ہے، وہ تمام مخلوق سے مستغنی ہے، اس کی پکڑ شدید ہے اور اس کا عذاب دردناک۔ یہ وہ پکڑ اور عذاب ہے جن سے وہ گناہ گاروں اور اپنی حکم عدولی کرنے والوں کو ڈراتا ہے۔ اس علم اور آگہی سے انسان کے اندر جو کیفیت جنم لیتی ہے اسے ''خوف'' کہتے ہیں۔ خوف کا منشا و مقصد یہ ہے کہ انسان گناہ ترک کردے اور خود کو ان سے بچائے رکھے کیونکہ گناہ کا راستہ اللہ کے عذاب اور سزا کی طرف لے جاتا ہے۔

ایسی امید یا ایسا خوف جو احکاماتِ الٰہی سے مطابقت اور ترکِ گناہ پر مائل نہیں کرتا اہلِ بصیرت کے نزدیک محض دھوکا اور فریب ہے کیونکہ اگر کوئی کسی شے کی امید کرتا ہے تو وہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر وہ کسی شے سے خوف زدہ ہوتا ہے تو لازماً اس سے دور بھاگتا ہے۔

جان رکھو کہ اس لحاظ سے انسان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ پہلے وہ جو اللہ کی نیابت پالیتے ہیں، وہ قربِ الٰہی میں اطمینان پاتے ہیں، قربِ الٰہی کے انوار سے بُری خواہشوں کی تاریکی ان سے چھٹ چکی ہوتی ہے۔ انہیں بس مناجات میں لذت ملتی ہے اور اسی کے ساتھ معاملہ کرنے میں انہیں راحت ملتی ہے۔ ان کی امید ورجا شوق و محبت میں ڈھل چکے ہوتے ہیں اور خوف اور ڈر تعظیم و ہیبت کی صورت اختیار کر چکے ہوتے ہیں۔

دوسرے وہ جو سمجھتے ہیں کہ وہ احکاماتِ الٰہی کی خلاف ورزی کے ارتکاب سے آزاد نہیں اور ممنوعہ امور میں مبتلا ہوجانے کا امکان بھی رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں امید اور خوف دونوں کا ایک پرندے کے پروں کی طرح برابر ہونا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ پاک ہے کہ اگر مومن میں خوف اور امید کا وزن کیا جائے تو وہ دونوں برابر یعنی ہم وزن ہوں گی۔ زیادہ تر مومنوں کی یہی حالت ہے۔

تیسرے وہ جن پر تذبذب اور غفلت کا غلبہ ہوتا ہے۔ ان کے لیے ہمہ وقت ڈر کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ گناہوں کے ارتکاب سے بچتے رہیں۔ موت کا وقت قریب آنے تک ان کی یہی کیفیت رہنی چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں، ہاں موت کے وقت ان میں رجائیت ہونی چاہیے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے کسی کو موت نہیں آنی چاہیے مگر اس حال میں تم اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھتے ہو''۔

ایک بات کا دھیان رکھو کہ جب تم عام لوگوں سے امید کا تذکرہ کرو تو بات کو مشروط امید تک محدود رکھو یعنی پُرکشش وعدوں اور کثیر انعامات کا ذکر ضرور کرو مگر انہیں یہ بھی باور کراؤ کہ یہ سب انسان کو نیک کام کرنے اور گناہوں سے بچنے کے باعث ہی ملیں گے۔ ان سے رجائے مطلق یا امیدِ قطعی کے بارے میں بات کرنے سے خبردار رہو۔ مطلب یہ کہ انہیں ایسے حوالے دینے میں محتاط رہو جیسے: ''بندہ کا کام خطائیں کرنا ہے اور رب کا کام معاف کرنا ہے''، یا ''گناہ نہ ہوتے تو اللہ کی عفو و حلم کی صفات کا ظہور کیونکر ہوتا!'' یا پھر: ''اگلے پچھلے سب انسانوں کے گناہوں کی حیثیت رحمتِ الٰہی کے سمندر کی بے کراں وسعت کے سامنے ایک قطرے سے زیادہ نہیں'' اور اسی طرح کی دیگر باتیں۔ یہ سب باتیں ہیں تو سچ مگر عام آدمی کے لئے مضر بھی ہو سکتی ہیں کہ ان کو سُن کر وہ خطاؤں کی طرف مائل ہو سکتا ہے اور تم اس کا سبب بن سکتے ہو۔ ہر سچ کا اظہار (ہر کہیں) ضروری نہیں۔ سچ کو سمجھنے کا انحصار انسان کی (قلبی، روحانی اور ذہنی) سطح پر ہوتا ہے مطلب سمجھنے کے لحاظ سے بھی اور اس کے اثر کے اعتبار سے بھی۔

اللہ کی رحمت سے مایوسی اور اللہ کی تدبیر سے مامون ہونے کے خیالات سے بھی خبردار رہو کیونکہ یہ دونوں گناہِ کبیرہ ہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے:

وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ

ترجمہ: اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر گمراہ ہُوئے۔ (۱۵:۵۶)

اللہ کے پاک کلام میں یہ بھی مذکور ہے:

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ

ترجمہ: تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔ (۷:۹۹)

مایوسی (قنوطیت) سے مراد یہ ہے کہ انسان میں اتنا خوف در آئے کہ امید کی گنجائش ہی نہ رہے اور مامون ہونا یہ ہے کہ انسان میں امید اتنی بھر جائے کہ خوف کے لیے جگہ نہ رہے۔ ان احساسات کے اسیر لوگ اللہ کی ذات سے ناواقف ہوتے ہیں جو لامحالہ اللہ کی اطاعت ترک کر بیٹھتے ہیں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس لوگ اطاعت ترک کر دیتے ہیں یہ سوچ کر کہ اس سے انہیں کوئی فائدہ تو ہونے والا نہیں۔ اور اللہ کی تدبیر سے خود کو مامون اور مبرّا سمجھنے والے گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں یہ سوچ کر کہ ان سے انہیں کوئی ضرر تو پہنچنے والا نہیں۔ ہم شقاوت اور بُری قسمت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

لایعنی اور گمراہ کن امیدوں سے بھی خبردار رہو مثلاً تم میں کچھ فریب خوردہ لوگ (بلا سیاق و سباق) ایسی باتوں کا حوالہ دیا کرتے ہیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

ترجمہ: بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ (۳۹:۵۳)

اور یہ کہ اُسے ہماری اور ہمارے اعمال کی کوئی ضرورت نہیں، اس کے خزانے خیر سے بھرے ہوئے ہیں اور اس کی رحمت ہر شے کو محیط ہے اور ایسی باتوں کی آڑ میں وہ گناہ کے کام کرنے لگتے ہیں اور نیک اعمال کو ترک کر دیتے ہیں گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہوں کہ اطاعتِ الٰہی سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور گناہ ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے (نعوذ باللہ)۔ یہ بہتانِ عظیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

ترجمہ: جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا، اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے اسے دیکھے گا۔(۹۹:۷،۸)

اور اس کا ارشاد یہ بھی ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى

ترجمہ: اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تا کہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔(۵۳:۳۱)

اس حوالے سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو قصوروار ٹھہراتا ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لیے محنت اور عمل کرتا ہے اور ناسمجھ وہ ہے جو اپنے نفس (خواہشات) کی پیروی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے جا امیدیں وابستہ کرتا ہے۔'' ایسے احمقوں سے اگر تم کہو کہ کسب معاش کو بھی ترک کر دو، اللہ تعالیٰ تمہیں رزق فراہم کر دے گا تو وہ تمہارا تمسخر اُڑائیں گے اور کہیں گے ہم نے طلب اور محنت کے بغیر کبھی کچھ ملتے نہیں دیکھا۔ کچھ یہ کہتے ملیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ان کا حصہ مقرر کر رکھا ہے اور یہاں وہ ان کی کفالت کرے گا مگر آخرت میں نہیں۔ یہ بات حقیقت کا اُلٹ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: 'بعض لوگوں کو مغفرت کی امید نے دھوکے میں رکھا حتیٰ کہ وہ دنیا سے مفلس (خالی ہاتھ) ہی چلے گئے' یعنی کوئی نیکی ساتھ لیے بغیر۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مومن حسنِ عمل کو خشیتِ الٰہی سے منسلک کرتا ہے اور منافق بُرے اعمال کو سلامتی کی امید کے ساتھ جوڑتا ہے یعنی مومن خوفِ الٰہی کے ساتھ بیدار رہتا ہے اور اسی کے ساتھ اپنا دن تمام کرتا ہے، وہ (نیک) اعمال کرتا ہے پھر بھی کہتا ہے جانے نجات پاؤں گا یا نہیں۔ جبکہ منافق نیک اعمال ترک کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہی ہیں میں بھی بخشا ہی جاؤں گا۔ حالانکہ انبیا اور اولیا کمال معرفتِ الٰہی اور بہترین حُسنِ ظن، بے مثل اعمالِ صالحہ اور خطاؤں سے پاکی اور حفاظت کے باوجود اللہ سے ڈرتے رہتے تھے۔

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ

ترجمہ: یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہی کی راہ چلو۔(۶:۹۰)

۲۸۔ بابِ صبر

تمہیں ہر حال میں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ بھی ایمان کے ان بنیادی امور میں سے ایک ہے جن سے دنیا میں کسی کو مفر نہیں۔ صبر اعلیٰ اخلاق اور عمدہ خصلت کی نشانی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ (۲:۱۵۳)

اور پروردگار کا یہ بھی فرمان ہے:

وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ۟ وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جبکہ انہوں نے صبر کیا۔ (۳۲:۲۴)

رب العالمین یہ بھی فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

ترجمہ: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھر پور دیا جائے گا بے گنتی۔ (۳۹:۱۰)

اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''صبر مومن کے لشکر کا سالار ہے''۔ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ''ناگوار صورتِ حال کو صبر سے برداشت کرنے میں بہت خیر ہے''۔

حضور ﷺ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''جان رکھو کہ کامیابی صبر کے ذریعے اور سکون مشکل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی آتی ہے۔''

یاد رکھو کہ سعادت اور خوشی قربِ الٰہی کے حصول پر موقوف ہے اور قربِ الٰہی کا حصول حق کے مستقل اتباع اور باطل سے اجتناب پر موقوف ہے۔

انسان کا نفس فطرتاً حق سے گریز اور باطل سے رغبت کی جانب مائل ہوتا ہے۔ سعادت مند بننے کے خواہاں افراد کی ہمت کو ہمہ وقت صبر کی

ضرورت ہوتی ہے کبھی نفس کو اتباعِ حق پر مائل کرنے کی صورت میں اور کبھی اسے باطل سے اجتناب پر مجبور کرنے کی شکل میں۔

صبر چار قسم کا ہوتا ہے:
صبر کی پہلی قسم احکامِ الٰہی کی بجا آوری کرتے ہوئے تحمل کا مظاہرہ کرنا ہے اور ایسا صبر باطنی طور پر اخلاص اور حضورِ قلب سے جبکہ ظاہری طور پر عبادات کو ہمیشہ، دل و جان سے اور شرعی طریقے سے ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اطاعت کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے جلد یا بدیر ثواب کے جو کے وعدے کیے ہیں ان کے ذکر سے ایسے صبر پر استقامت ملتی ہے۔ ایسا صابر شخص اس مقامِ قرب کو پہنچ جاتا ہے جس میں اسے اطاعتِ خداوندی میں حلاوت و لذت حاصل ہونے لگتی ہے۔ جسے یہ مقام حاصل ہوجائے اسے چاہئے کہ اس حلاوت و لذت کو اللہ پر ترجیح نہ دے۔

صبر کی دوسری قسم ترکِ گناہ کی راہ میں حائل مشکلات کا صبر سے مقابلہ کرنا ہے۔ ایسے صبر کا ظاہری حصول گناہوں سے اجتناب کرنے اور بری جگہوں سے دور رہنے، اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ ہونے سے اور اس کی طرف میلان سے بچانے پر موقوف ہے کیونکہ گناہ ایک خیال کی صورت ہی میں پنپتا ہے۔ جہاں تک گذشتہ گناہوں کو یاد کرنے کا تعلق ہے تو اگر تو ان کو یاد کرنے سے دل کو خوف و ندامت محسوس ہو تو ان کو یاد کرنا اچھا ہے بصورتِ دیگر ان کی یاد کو بھی ترک کر دینا بہتر ہے۔ ایسے صبر کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان گناہوں پر اِس جہان اور اُس جہان میں ملنے والے عذاب کو یاد کرے۔ اس قسم کا صبر اپنے ساتھ اللہ کا یہ انعام لاتا ہے کہ انسان کو چھوٹے سے چھوٹے گناہ میں مبتلا ہونے کے مقابلے میں آگ میں جلنا زیادہ آسان لگنے لگتا ہے۔

صبر کی تیسری قسم ناگوار (ناخوش گوار) باتوں اور صورتِ احوال پر صبر کرنا ہے اور ناگوار صورتِ احوال کی بھی مزید دو اقسام ہیں: ایک وہ جو بلا واسطہ اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں جیسا کہ بیماری، بھوک، مال کا نقصان یا عزیز و اقارب یا کسی دوست کی موت وغیرہ۔ اس قسم کے صبر کا (داخلی) ثبوت یہ ہوتا ہے کہ انسان اضطراب کو قریب نہیں پھٹکنے دیتا یعنی نہ تو وہ خواہ مخواہ خفگی محسوس کرتا ہے اور نہ ہی بے چینی اور خارجی طور پر اس کا ادراک ایسے ہوتا ہے کہ انسان ایسے نقصان یا غم پر مخلوق سے شکوہ شکایت نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ انسان اپنی بیماری کی شکایت اپنے معالج سے بھی نہ کرے یا دکھ اور نقصان پر اس کی آنکھ بھی نم نہ ہو (ایسا ہونا تو قدرتی ردِعمل ہے) اس کا اطلاق ایسی صورتِ حال پر ہوتا ہے کہ انسان ایسے میں واویلا شروع کر دے، اپنے کپڑے پھاڑ دے اور اپنے منہ پر تھپڑ مارنے لگے۔ اس طرح کے صبر کو یہ علم تقویت دیتا ہے کہ بے صبری بذاتِ خود الم ناک اور تکلیف دہ ہوتی ہے اور اُس پر یہ کہ اس سے ثواب فوت ہوجاتے ہیں اور سزا واجب ہوجاتی ہے۔ وہ جو اپنے نفع نقصان پر قدرت و اختیار نہیں رکھتا اُس سے شکوہ شکایت کرنا سراسر حماقت نہیں تو اور کیا ہے اور اس ضمن میں تمام مخلوقات آجاتی ہیں۔ مزید یہ کہ مخلوق سے گلہ گزاری اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس بندے کو اللہ کافی نہیں۔

الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ
ترجمہ: جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ ہے (۳۶:۸۳)

اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بندہ وہ آیات بھی بھول بیٹھا ہے جن میں مصائب و آفات اور ابتلا و آلام پر ثواب کا ذکر ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی

بہتر جانتا ہے کہ اس کے بندے لیے کیا فائدہ مند ہے۔ اس کا فرمان ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ
ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوش خبری سُنا ان صبر والوں کو جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا (ہے) ہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ (۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۲:۱۵۵)

ایسے صبر کی بدولت اللہ بندے کو حلاوتِ تسلیم کا ذائقہ نصیب کرتا ہے اور اس کی روح کو رضا اور خوش نودی کی دولت عطا کرتا ہے۔ رضا کا ذکر ان شااللہ آگے چل کر (مناسب مقام پر) ہوگا۔

ناگوار باتوں کی دوسری قسم وہ ہے جس کا موجب دوسرے انسان بنتے ہیں۔ اس میں انسان کی عزتِ نفس اور اس کے وقار کی توہین وغیرہ شامل ہیں۔ ایسے صبر میں کمال کے حصول کا مطلب یہ ہے کہ انسان اذیت پہنچانے والے مسلمان بھائی سے قطعی بغض نہ رکھے، اس کا بُرا نہ چاہے، اس کے لیے بد دعا سے اپنی زبان کو روکے رکھے اور اس سے کسی طرح کا مواخذہ نہ چاہے اور ایسا تبھی ممکن ہے جب انسان اللہ کی مدد کے سہارے اور محض حصولِ ثواب کے ارادے سے حلم اور عفو و درگزر کا مظاہرہ کرے۔ اس طرح کے صبر پر استقامت کے لیے وہ علم انسان کا مددگار ثابت ہوتا ہے جو غصّہ پر قابو پانے، اذیت دہی سے بچنے اور عفو و درگزر کے اجر کے حوالے سے وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ
يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ
ترجمہ: اور بُرائی کا بدلہ اسی کی برابر بُرائی ہے تو جس نے معاف کِیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے بے شک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں مواخذہ تو انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمّت کے کام ہیں۔ (۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۴۲:۴۰)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: 'اللہ اُس شخص کے دل کو امن و ایمان سے بھر دیتا ہے جو کر سکنے کے باوجود غصہ نہیں کرتا۔'

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: 'روزِ قیامت منادی کرنے والا منادی کرے گا: ''وہ لوگ اُٹھیں جن کا اجر اللہ کے پاس ہے'' تو دوسروں کو معاف کردینے والے اُٹھیں گے۔'

جو لوگ ایسے صبر پر کاربند ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں حُسنِ اخلاق کی وہ دولت عطا کرے گا جو فضائل کا وسیلہ اور کمالات کی بنیاد ہے۔ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: ’(یومِ حساب) میزانِ عمل پر حُسنِ خُلق سے زیادہ وزنی کوئی اور شے نہ ہوگی؛ بندہ حُسنِ اخلاق کے ذریعے نمازیوں اور روزہ داروں کے درجے تک پہنچ سکتا ہے‘۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ’میں تم میں سے ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور وہی قیامت کے دن میرے قریب بیٹھیں گے جن کا اخلاق بہترین ہوگا‘۔ حضرت ابنِ مبارکؒ نے فرمایا: ’حُسنِ خُلق سے مراد یہ ہے کہ بندے کا بُشریٰ فراخ ہو، اچھے کاموں میں فیاض ہو اور اذیت دہی سے بچتا ہو‘۔ اور امام غزالی (نفعنا اللہ بہ) نے فرمایا: ’حُسن اخلاق انسان کی روح میں راسخ ایسی فطرت ہے جس سے خوب صورت اعمال بسہولت پھوٹتے رہتے ہیں‘۔

صبر کی چوتھی قسم یہ ہے کہ انسان تمام بُری خواہشات یا شہوات کو ترک کردے ان میں وہ سب دنیوی اشیاءَ شامل ہیں جن کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہے۔ کمالِ صبر کا حصول اس امر پر منحصر ہے کہ بندہ باطنی طور پر اپنے نفس کو بُرے کاموں اور دنیوی لذّات کے بارے میں سوچنے اور ان کی طرف میلان سے روکے اور ظاہری طور پر ان کی طلب اور قربت سے اجتناب کرے۔ ایسے صبر کے حصول میں یہ علم بندے کی مدد کرتا ہے کہ شہوات میں مبتلا ہونے سے بندہ اللہ اور اس کی عبادت سے دُور ہوجاتا ہے اور مشتبہ اور حرام چیزوں اور کاموں میں مبتلا ہوجاتا ہے جو اس کے اندر دنیا کی زندگی اور اس کی لذتوں کی حرص بیدار کردینے کا موجب بنتے ہیں۔ حضرت ابوسلیمان الدارانیؒ نے فرمایا: ’صرف ایک بُری خواہش (شہوت) ترک کرنے سے دل کو جتنا فائدہ پہنچتا ہے اتنا سال بھر کی عبادت سے نہیں پہنچتا‘۔ جو شخص اپنے نفس کو شہوات میں مبتلا ہونے سے مسلسل روکتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنا خاص لطف و کرم کرتا ہے حتیٰ کہ وہ بندہ اس فرد کے مقام کو پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں بزرگ بیان کرتے ہیں وہ کہتا تھا: ’میری خواہش یہ ہے کہ میں کچھ خواہش نہ کروں تاکہ میں وہ بھی ترک کرسکوں جس کی میں خواہش نہیں رکھتا اور یوں اس سے محروم نہ ہُوں جس (قُربِ الٰہی) کی میں خواہش رکھتا ہوں‘۔

اور توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

۲۹۔ بابِ شُکر

تمہیں اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ جو نعمتیں بھی تمہیں میسّر ہیں چاہے وہ باطنی ہوں یا ظاہری، دینی ہوں یا دنیوی سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

ترجمہ: اور تمہارے پاس جو نعمت ہے سب اللہ کی طرف سے ہے۔ (۱۶:۵۳)

تم پر اللہ کی اتنی نعمتیں ہیں کہ ان کی تعداد شمار اور احاطہ سے باہر ہیں تو تم اس کی نعمتوں کے شکریے کا حق بھلا کیسے ادا کر سکتے ہو۔ وہ فرماتا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

ترجمہ: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ (۱۴:۳۴)

اگر اللہ کو ماننے والوں میں سے محض فقیر اور مریض ہی خود پر اللہ کی نعمتوں پر غور وفکر کرنے لگتے تو وہ اس میں ایسے مشغول ہو جاتے کہ صبر کے مرحلے میں پیش آنے والی تکالیف سے یکسر بے نیاز ہو جاتے۔ تمہیں جتنا زیادہ ہو سکے اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے شکر کا حق ادا نہ کر سکنے پر اپنی عاجزی کا اعتراف بھی کرتے رہنا چاہیے۔

یاد رکھو کہ ادائے شُکر حاصل شدہ نعمتوں کی بقا اور مزید (نئی) نعمتوں کے حصول کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ

ترجمہ: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔ (۱۴:۷)

اللہ تعالیٰ اتنا کریم ہے کہ وہ شکر ادا کرنے والے سے اپنی نعمت واپس نہیں لیتا۔ اُس کا فرمان ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ کسی قوم سے جو نعمت انہیں دی تھی بدلتا نہیں جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔ (۸:۵۳)

اس سے مراد ترکِ شکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں متعدد مقامات پر اپنے بندوں کو اپنا شکر گزار رہونے کا حکم دیا ہے:

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

ترجمہ: کھاؤ دی ہوئی ہماری ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اُسی کو پوجتے ہو۔ (۲:۱۷۲)

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ

ترجمہ: اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ (۳۴:۱۵)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'تم میں سے ہر کوئی ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دِل رکھے'۔ اور پھر یہ بھی فرمایا: 'ایمان کے دو حصے ہیں: ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا حصہ شکر'۔

جان رکھو کہ جہاں تم پر اللہ کی خصوصی عنایات جیسا کہ صحت اور علم وغیرہ کے لیے شکر ادا کرنا واجب ہے وہاں اس کی عمومی نعمتوں مثلاً رسولوں کی بعثت، کتبِ سماوی کے نزول، آسمان کو بلند اور زمین کو وسیع کرنے پر بھی اس کا شکر بجالانا تم پر فرض ہے۔

شکر کی اساس دل کی اس معرفت پر استوار ہے کہ بندے کو جو بھی نعمت حاصل ہوتی ہے وہ صرف اور صرف اللہ کی جانب سے اور اس کے فضل و کرم سے ملتی ہے نہ کہ اس کی اپنی اہلیت اور قوت کی وجہ سے۔ شکر کی غایت یہ ہے کہ اللہ کی ہر نعمت کو اس کی اطاعت میں صرف کیا جائے؛ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم ترکِ شکر کا ارتکاب کرو گے اور اگر تم ان نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں صرف کرو گے تو کفرانِ نعمت کے مرتکب ٹھہرو گے جس کے نتیجے میں نعمتیں مصیبتوں میں بدل جائیں گی۔ نعمتوں کو اللہ کی نافرمانی میں صرف کرنے کے باوجود اگر کسی کو بظاہر کچھ فائدہ پہنچ رہا ہے تو وہ محض دھوکا، بہکاوا اور استدراج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: قریب ہے کہ ہم انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔ (۶۸:۴۴)

اور یہ بھی فرمایا:

اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا

ترجمہ: ہم تو اسی لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھیں۔ (۳:۱۷۸)

اِسی طرح حدیثِ مبارکہ میں آتا ہے: 'اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے، لیکن جب اسے پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا'

اللہ کی توصیف وثنا کثرت سے کرنا بھی شُکر میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کی نعمتوں پر فرحت محسوس کرنا بھی شکر ہی ہے کہ یہ قُربِ الٰہی کا وسیلہ ہیں اور اس لیے بھی کہ یہ بندے پر اللہ کی عنایات کی بھی دلیل ہیں۔

اللہ پاک کی طرف سے عطا ہونے والی چھوٹی سے چھوٹی نعمت کی قدر و تعظیم بھی شکر ہی کے ضمن میں آتی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی سے فرمایا: 'جب کبھی میں تمہیں گندم کا ادنیٰ سا دانا بھی عطا کروں تو جان لو کہ میں نے تمہیں یاد کیا ہے اور تمہیں اس پر میرا شکر گزار ہونا چاہئے'۔

تحدیثِ نعمت یعنی خود پر اللہ کی نعمتوں اور عنایات کا ذکر کرنا بھی شُکر میں شامل ہے تاہم ایسا کرتے ہوئے خیال رکھنا چاہیے یہ ذکر بندے میں دینی لحاظ سے تزکیۂ نفس کا گمان یا دنیوی طور پر بے ادبی اور گستاخی کا مادہ نہ پیدا کردے۔ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور بھلائی ہر حال میں اپنے نیک بزرگوں کی اقتدا ہی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

۳۰۔ بابِ زہدو پرہیز گاری

تمہیں زندگی میں زہداور پرہیز گاری اختیار کرنی چاہیے کیونکہ یہ سعادت کی بشارت، عنایت کا مظہراور ولایت کا عنوان ہے۔اور جس طرح دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے اس طرح اس سے حقارت تمام نیکیوں اور بندگی کی اساس ہے۔ پرہیز گاری اپنانے کے لیے تمہیں اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب (قرآنِ پاک) میں متعدد مقامات پر دنیا (اور اس کی محبت) کو ''متاعِ غرور'' یعنی دھوکا یا دھوکے کا مال قرار دیا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے دنیاوی زندگی اور اس کی دل کشی کو عارضی سی ہریالی اور بچیوں کے کھلونوں سے تعبیر کیا ہے جبکہ حضرت ابو طالب المکیؒ نے فرمایا ہے: ''متاعِ غرور'' ایک گلتی سڑتی ہوئی لاش کا نام ہے'۔اور اللہ تعالیٰ دنیا کو ایسا لھو ولعب (کھیل کُود) قرار دیتا ہے کہ جس کی طرف کوئی عقل مند شخص متوجہ نہیں ہو سکتا اور جس کی طرف صرف جاہل لوگ ہی مائل ہوتے ہیں۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کُود۔ (۶:۳۲)

یادرکھو کہ زُہد ایک ایسی نعمت ہے جو فوری طور پر مل جاتی ہے مگر صرف ان کو جن کے سینے اللہ نے معرفت اور یقین کے نُور سے کھول دیئے ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'نُور جب دل میں داخل ہوتا ہے تو دل کُھل جاتا ہے اور فراخ ہو جاتا ہے'، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: 'کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟' آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: 'ہاں، (اور وہ ہے) دارالغرور (عارضی دنیا) سے پرہیز اور ہمیشہ کی زندگی سے لگاؤ'۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: 'زُہد سے دل اور بدن کو آرام وسکون ملتا ہے جبکہ دنیا کی رغبت سے دکھ اور رنج میں اضافہ ہوتا ہے'۔ آپ ﷺ کا ارشاد یہ بھی ہے: 'دنیاداری سے پرہیز کرو (زُہد اختیار کرو) تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا'۔

زُہد کی بنیاد دل کی اس معرفت پر استوار ہے کہ دنیا (اور اس کی دل کشی) حقیر اور معمولی ہے اور اگر اس کا وزن اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتا تو اس کے پانی کا ایک گھونٹ بھی اس نے کافروں کو نہ دیا ہوتا۔اور یہ (دنیا) اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے سوائے اس کے جو اللہ کے لیے ہے۔اور جو کوئی اپنی ضرورت سے بڑھ کر اس میں سے لے رہا ہے وہ ان جانے میں اپنی ہی تباہی کا سامان کر رہا ہے۔

اس معرفت سے یہ ثمر مقصود ہے کہ باطنی طور پر دنیا کی طرف میلان ختم ہو جائے اور ظاہری طور پر دنیاوی لذّات وشہوات کی رغبت جاتی رہے۔

زہدو پرہیز گاری کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان گناہوں کے ارتکاب کے لیے دنیا کی طرف مائل نہ ہو اور اطاعت گزاری میں غفلت نہ کرے اور زہد و پرہیز گاری کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تم دنیا سے محض وہی کچھ لو جس کے بارے میں تم جانتے ہو کہ اس شے کے ترک کے مقابلے میں اس کا حصول اللہ کی خوش نُودی

کا زیادہ باعث ہوگا۔ اور پھر ان دو درجوں کے درمیان بھی کئی اور درجات ہیں۔

سچے اور حقیقی زہد کی کئی علامات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ زاہد بندہ دنیاوی چیزوں پر جو اس کے پاس ہیں ان پر بے جا خوش نہیں ہوتا اور جو نہیں ہیں ان کا غم نہیں کرتا اور یہ کہ دنیا کی طلب وخواہش اسے اُس بات سے لاپرواہ نہیں کر دیتی جو اللہ کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے۔

تم پر لازم ہے کہ تم دینار و درہم (دولت) کی محبت کو اپنے دل سے اس حد تک نکال دو کہ ان کی وقعت تمہاری نظروں میں کنکر اور ریت سے بڑھ نہ رہے۔ لوگوں کی نگاہ میں قدر ومنزلت پانے کی خواہش بھی دل سے یُوں نکال دو کہ تم ان کی تعریف ومذمت اور توجہ اور عدم توجہ سے بے پرواہ ہو جاؤ۔ جاہ و عظمت کی خواہش دولت کی خواہش سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے اگرچہ یہ دونوں دنیا کی رغبت کی دلیل ہیں۔
حُبِ جاہ وعظمت کی اصل یہ ہے کہ بندہ دوسروں کی نگاہ میں عظیم بننے کی خواہش رکھتا ہے اور عظمت اللہ کی صفات میں سے ایک ہے سو انسان کی یہ خواہش شانِ ربوبیّت کے ساتھ متصادم ہے۔

مال ودولت کی محبت کی بنیاد یہ ہے کہ انسان لذّات وشہوات سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اور یہ وحشی جانوروں کا وصف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: 'اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''عظمت میری اِزار اور کبریائی میری رِدا ہے، سو جو اِن صفات (کا دعوے دار بن کر) مجھ سے مقابلہ کرے گا، تو میں اُسے جہنم میں ڈال دوں گا''۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: 'دو بھوکے بھیڑیئے بھیڑوں کے ریوڑ کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا جاہ اور مال کی محبت ایک مسلمان کے دِین (ایمان) کو تباہ کر دیتی ہے'۔
دنیا سے کم سے کم لو اور اپنی (دنیاوی) ضرورتوں کو حتی الوسع محدود رکھو چاہے وہ ضرورت لباس کی ہو، خوارک کی ہو، شادی کی ہو، رہائش کی ہو یا پھر کسی اور دنیاوی سہولت وآسائش کی۔ اس بات سے بھی خبردار رہو کہ ایک طرف تو تم زہد و پرہیزگاری کے دعویدار بنو اور دوسری طرف دنیاوی لطف اندوزی میں بھی مبتلا رہو اور اس ضمن میں ایسی دلیلیں پیش کرو جو اللہ کے نزدیک قابلِ قبول نہیں اور ایسی تاویلیں گھڑلو جو حق سے بعید ہیں۔ رسول اللہ ﷺ، ان سے پہلے آنے والے انبیائے کرام اور بعد میں آنے والے بزرگانِ دین اور آئمہ کرام نے قدرت واستطاعت رکھنے کے باوجود دنیاوی رغبتوں سے جس طرح اعراض کیا وہ کسی معمولی علم رکھنے والے سے بھی ڈھکا چھپا نہیں۔

اگر تم پوری طرح زہد و پرہیزگاری اختیار کرنے سے قاصر ہو اور تم دنیا کی رغبت اور چاہت کا اعتراف کرتے ہو تو بس اِتنے سے ہی تم پر قصور لازم نہیں آتا، گناہ گار تم اسی صورت میں ٹھہرو گے جب تم حظ اندوزی کے لیے غیر شرعی طریقے اپناؤ گے۔ زہد و پرہیزگاری کا درجہ اس سے بہرحال بلند ہے۔

کاش میرے پاس اس بات کا جواب ہوتا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے زمانے میں بھی جب تن ڈھانپنے کو جائز کپڑا اور بھوک مٹانے کو ضروری لقمۂ حلال ملنا مشکل ہے دنیا سے خاطرخواہ لینا ہم پر فرض کیا ہے؟
اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ
ترجمہ: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا (ہے)۔(۲:۱۵۶)

۳۱۔ بابِ توکل

تم پر لازم ہے تم اللہ پر توکل اور بھروسہ کرو کیونکہ جو اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کی کفائت کرتا ہے، اس کی مدد کرتا ہے، اسے مال عطا کرتا ہے اور اس سے تعلق رکھتا ہے۔

وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ

ترجمہ: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (۶۵:۳)

توکل سچی توحید اور قلبِ انسانی میں اس کے ثبات کے بہت سے ثمرات میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَکِیۡلًا

ترجمہ: وہ پورب کا رب اور پچھم کا رب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔ (۷۳:۹)

دیکھو اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح پہلے اپنی ربوبیّت کے اثبات کا اظہار کرتا ہے پھر اپنی اُلوہی وحدانیت (انفرادیّت) کا ذکر کرتا ہے اور اس کے بعد ہمیں توکل علی اللہ کا حکم دیتا ہے تا کہ کسی کے پاس اس کے حکم سے رُوگردانی کا عذر نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس قول میں بھی اپنے بندوں کو اُس پر بھروسہ کرنے کا حکم اور ترغیب دے رہا ہے:

وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ

ترجمہ: اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ (۱۲۲:۳)

اور اِس ارشاد میں بھی اسی جانب اشارہ ہے:

فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُتَوَکِّلِیۡنَ

ترجمہ: تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ (۱۵۹:۳)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: 'اگر تم اللہ پر ایسے بھروسہ کرو جیسا کہ اُس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اسی طرح رزق عطا کرے گا جس طرح وہ پرندوں کو عطا کرتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ لوٹتے ہیں'۔

جان رکھو کہ اللہ پر توکل اور بھروسہ کی بنیاد اس معرفتِ قلب پر استوار ہے کہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں چاہے وہ اس کے فائدے کے ہوں یا نقصان کے اور چاہے خوشگوار ہوں یا ناخوش گوار اور یہ کہ اگر ساری کی ساری مخلوق بھی اس کو کچھ فائدہ پہنچانے کی غرض سے جمع ہو جائے تو اسے اللہ کے لکھے سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور اگر ساری کی ساری مخلوق اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہو جائے تو بھی اسے اللہ کے لکھے سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

توکل کے معتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ تمہیں اللہ کی حکم عدولی کی طرف نہ لے جائے بلکہ اس کی وجہ سے تم اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں سے گریز کرنے لگو اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے لگو اور یہ کہ اس سب کے لیے بھی اللہ پر ہی اعتماد رکھو اور اس پر استقامت اور عمل درآمد کے لیے بھی صرف اُسی سے استعانت کے طلب گار ہو۔ دنیوی اسباب سے استفادہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اللہ پر بھروسہ نہیں کرتا۔ بس یہ کہ تمہیں بھروسہ اللہ پر ہی ہو نہ کہ دنیوی اسباب پر۔ بے شک جس کا اللہ پر اعتماد اور بھروسہ سچا ہوتا ہے دنیوی اسباب پر اس کا انحصار کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ دنیوی اسباب سے کلّی طور پر دست کش ہو جانا انہی کو زیبا ہے جنہیں اللہ کے ساتھ دائمی تعلق کا اعزاز حاصل ہوتا ہے، جن کے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں اور جو ایسا کرنے سے اپنے عیال کے نان ونفقہ میں کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انسان کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ (عمل) کافی ہے کہ جن کی کفالت کا یہ ذمہ دار ہو، انہیں ضائع کردے (یعنی ان کے نان ونفقہ میں کوتاہی کرے)''۔

جان لو کہ زندگی کے لیے ضروری اشیاء کو حسبِ ضرورت جمع کرنے اور علاج معالجہ کروانے سے ان لوگوں کا توکل کمزور نہیں ہو جاتا جو جانتے ہیں کہ حقیقی طور پر اگر کوئی عطا کرسکتا ہے، کچھ نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ ہی ہے۔ پیغمبرِ خدا ﷺ نے اپنے اہل وعیال کے لیے اسبابِ حیات کو جمع کیا اور ان کا یہ عمل بطورِ جواز موجود ہے تاہم جہاں تک آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کا تعلق ہے آپ ﷺ نے اپنے کل کے لیے کبھی کچھ پس انداز نہیں کیا اور اگر پتہ چلا کہ کوئی اور آپ ﷺ کے لیے کچھ جمع کر رہا ہے تو اسے ایسا کرنے سے فوراً منع فرما دیا۔ جب آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے ان ستّر ہزار امتیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا جو روزِ قیامت بغیر حساب جنّت میں جائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرواتے، بدفالی نہیں لیتے، آگ سے نہیں دغواتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں''۔

سچے توکل کرنے والے میں تین علامت پائی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ اللہ کے سوا نہ کسی سے کچھ امید رکھتا ہے اور نہ ہی کسی سے ڈرتا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ بااثر اور حکمران وغیرہ جن سے کہ بالعموم لوگ ڈرتے ہیں ان کے سامنے بھی سچ کہنے سے خائف نہیں ہوتا۔ دوسری علامت یہ ہے کہ رزق کی فراہمی کے حوالے سے اللہ کی ضمانت پر اس کا اعتماد اتنا پختہ ہوتا ہے کہ رزق کی (کمی کی) فکر اس کے دل میں کبھی داخل ہی نہیں ہوتی چنانچہ اس کا دل محتاجی کی حالت میں بھی اتنا ہی پُرسکون ہوتا ہے جتنا کہ (سب کچھ) پالینے کی صورت میں ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔ تیسری علامت یہ ہے کہ خوف زدہ کردینے والی صورتوں میں بھی اس کا دل خوف زدہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو چوٹ اسے نہیں لگی وہ اسے لگ ہی نہیں سکتی تھی اور جو لگی ہے وہ لگ کر ہی رہنا تھی۔ اس کی ایک مثال سیّدی غوثِ اعظم حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے اس واقعے میں ملتی ہے جس میں وہ ایک بار تقدیر کے موضوع پر وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک ایک زہریلا سانپ ان پر آ گرا۔ حاضرین میں افراتفری پھیل گئی۔ سانپ ان کی گردن سے لپٹ گیا اور پھر آپؒ کی ایک آستین سے داخل ہو کر دوسری میں سے باہر نکل گیا۔ اس سب سے آپؒ ذرہ بھر بھی مضطرب یا پریشان نہ ہوئے اور سکون سے وعظ کرتے رہے۔

ایک اور اللہ والی ہستی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ انہیں ایک شیر کے آگے ڈال دیا گیا کہ انہیں کھا جائے۔ شیر نے انہیں کچھ نہ کہا۔ بعد ازاں جب ان سے پوچھا گیا کہ جب انہیں شیر کے آگے پھینکا گیا تو وہ کیا سوچ رہے تھے تو انہوں نے جواب دیا: ''میں شیر کے پس خوردہ کے حوالے سے شرعی احکام پر غور کر رہا تھا''۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیلُ

ترجمہ: اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔ (۳:۱۷۳)

۳۲۔ بابِ حُبِّ الٰہی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے محبت کرو حتّٰی کہ تمہیں اس سے زیادہ محبت کسی سے نہ رہے، اُس کے سوا تمہارا کوئی محبوب نہ ہو۔ محبت یا تو محبوب میں موجود کسی کمال کے سبب ہوتی ہے یا اس سے ملنے والی کسی شے کی وجہ سے۔ اگر تمہاری محبت کا سبب محبوب کا کمال ہے تو جان لو کہ کمال، جلال اور جمال صرف اور صرف اللہ کی ملکیت ہیں اور ان اوصاف میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ کسی بھی شے میں جو بھی کمال و جمال نظر آتا ہے وہ اللہ ہی کے کمال و جمال کا مرہونِ منّت ہے کیونکہ اسی نے اس شے کو بنایا ہے۔ اگر اس نے اس شے کو وجود سے نہ نوازا ہوتا تو اس شے کا سرے سے ہی کوئی وجود اور نام ونشان نہ ہوتا۔ اگر وہ شے اللہ کے جمالِ صنّاعی کے نور سے فیض یاب نہ ہوئی ہوتی تو ضرور قبیح ہوتی۔

تاہم اگر تم ان میں سے ہو جو اس لیے محبت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب نوازا ہے تو (جان رکھو) کہ تم پر اور دیگر مخلوقات پر جو بھی احسان، اکرام اور انعام ہوا ہے وہ صرف اور صرف اللہ نے اپنے جود و کرم سے کیا ہے۔ اور کیا کیا نعمتیں اس نے تمہیں عطا کی ہیں! وہی تمہارا مالک ومولا ہے جس نے تمہیں تخلیق کیا اور ہدایت دی، وہی تمہاری زندگی اور موت کا مالک ہے، وہی تمہیں کھانے پینے کو دیتا ہے، وہی تمہاری کفالت کرتا ہے اور وہی تمہاری دیکھ بھال کرتا ہے، وہی تمہیں ٹھکانہ عطا کرتا ہے اور وہی تمہیں پناہ دیتا ہے۔ وہ تم میں قباحتیں دیکھتا ہے اور ان کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ تم اس سے معافی مانگتے ہو اور وہ تمہیں معاف کر دیتا ہے۔ وہ تم میں اچھائی دیکھتا ہے تو اس میں اضافہ کر دیتا ہے اور اسے آشکار کر دیتا ہے۔ تم اس کی اطاعت اسی کی توفیق اور مدد سے کرتے ہو اور وہ تمہارے نام کا تذکرہ عالمِ غیب (اَلْمَلَأُ الْاَعْلٰی) میں کرتا ہے اور (دوسروں کے) دل میں تمہارے لیے عزت اور محبت پیدا کر دیتا ہے۔ تم اس کی نعمتوں سے استفادہ کر کے بھی اس کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہو مگر اس نافرمانی کے باوجود وہ تم پر اپنے کرم واحسان میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ ایسے کریم رب کے سوا بھلا تم اور کس سے محبت کر سکتے ہو؟ ایسے رحیم رب کی نافرمانی بھلا تم کیسے کر سکتے ہو؟

جان رکھو کہ محبت کی اصل معرفتِ الٰہی ہے اور اس کا پھل مشاہدہ ہے۔ ایسی محبت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تمہارے دل پر اللہ کی محبت کا غلبہ قائم ہو جائے۔ ایسی محبت کی کسوٹی یہ ہے کہ انسان اپنے پیاروں کی بھی ایسی کوئی بات نہ مانے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنتی ہو یعنی گناہ اور نافرمانی کی بات ماننے سے انکار کر دے۔ ایسی محبت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں غیر اللہ کی ذرہ بھر محبت بھی باقی نہ رہے۔ محبت کا یہ درجہ بہت قیمتی اور کم یاب ہے اور اس پر دوام تو اور بھی کم یاب ہے۔ جب اس میں دوام حاصل ہوتا ہے تو انسان میں بشری اوصاف کُلّی طور پر نابود ہو جاتے ہیں اور انسان اللہ میں استغراق پا جاتا ہے اور دنیا و مافیہا سے یکسر بیگانہ ہو جاتا ہے۔

جان رکھو کہ رسول اللہ ﷺ، دیگر تمام انبیائے کرامؑ، فرشتوں، نیک بندوں اور اطاعتِ الٰہی پر مائل کرنے والوں سے محبت بھی اللہ ہی سے محبت کے زمرے میں آتی ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: 'اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی خاطر'۔ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: 'اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''میری محبت ان کے لیے واجب ہو گئی جو ایک دوسرے سے میری وجہ سے محبت کرتے ہیں، جو ایک دوسرے سے میری وجہ سے ملتے ہیں، جو ایک دوسرے کے ہاں میری وجہ

سے آتے جاتے ہیں اور جو ایک دوسرے کی مدد میری وجہ سے کرتے ہیں''۔

سچی محبت کی کچھ علامات ہوتی ہیں جن میں سب سے نمایاں اور اعلیٰ قول،فعل اور اخلاق میں حضور ﷺ کی کمال اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (۳:۳۱)

اللہ کے محبوب کی اطاعت بھی اللہ سے محبت کے حساب سے ہوتی ہے۔ جتنی کسی میں محبتِ الٰہی زیادہ ہو گی اتنی ہی زیادہ وہ اس کے محبوب کی اتباع کرے گا اور جتنی اللہ کی محبت کسی میں کم ہو گی اتنی ہی کم وہ اطاعتِ رسول ﷺ کرے گا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ
ترجمہ: اور ہمارے اِس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔ (۲۸:۲۸)

۳۳۔ بابِ رضائے الٰہی

تمہیں اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ اس کی رضا محبت اور معرفت کے اعلیٰ ترین ثمرات میں سے ایک ہے۔ محبّ یعنی محبت کرنے والے کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کے ہر ہر فعل کو تسلیم وقبول کرے چاہے وہ فعل شیریں ہو چاہے تُرش۔ حدیثِ قدسی ہے: 'جو میرے فیصلوں پر راضی اور خوش نہیں اور جو میری نازل کردہ ابتلا پر صبر نہیں کرسکتا وہ میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لے'۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: 'اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو (ابتداً) مشکلات میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اب اس قوم میں سے جو اس کی رضا کو تسلیم کر لیتا ہے اس کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور جو ناراضی کا اظہار کرتا ہے اس کے حصے میں اللہ کی ناراضی آتی ہے'

اے ایمان والے! تجھ پر لازم ہے کہ تو یہ بات (اچھی طرح) جان لے اور مان لے کہ اللہ ہی راہ دکھاتا ہے اور وہی راہ بُھلاتا ہے، غم بھی اسی کی طرف سے ہوتے ہیں اور خوشیاں بھی، وہی قُرب عطا کرتا ہے اور وہی دُوری ڈالتا ہے، وہی عطا کرنے والا ہے اور وہی روک لینے والا ہے، وہی پستی دیتا ہے اور وہی بلندی دیتا ہے، وہی نقصان کا باعث ہے اور وہی نفع کا سبب۔ اب جب تو نے یہ سب جان اور مان لیا تو تجھ پر لازم ہے کہ تو اللہ کے کسی بھی فعل پر وہ چاہے ظاہری ہو یا باطنی کبھی اعتراض نہ کرے۔ اعتراض کرنے سے مراد یہ ہے کہ تو کہے: 'وہ کیوں ہوا؟' اور 'کس وجہ سے ہُوا' یا پھر 'ایسا کیوں نہیں ہوا، ویسا کیوں نہیں ہوا؟ کسی نے ایسا کیا کیا کہ اسے یہ کچھ مِلا، (وغیرہ وغیرہ)۔

اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہ ہو گا جو اس کے ملک پر اعتراض کرے اور اس کی سلطنت پر تنازعہ کرے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ لاثانی ومنفرد خالق ہے، حاکم ہے، خودمختار ہے، مدبر ہے۔ وہ جو چاہے کرتا ہے۔ جو فیصلہ لینا چاہے لیتا ہے۔ کیونکہ

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ

ترجمہ: اُس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ (۲۱:۲۳)

سو تجھے ہر صورت میں یہ اعتقاد رکھنا ہے کہ جو اور جیسا اللہ کرتا ہے اس سے بڑھ کر دانشمندانہ، منصفانہ، بہتر اور کامل طریقے سے کوئی اور کر ہی نہیں سکتا۔

تو یہ حکم ہے اجمالی طور پر اللہ کے افعال پر راضی رہنے کے حوالے سے اور تفصیلی لحاظ سے دیکھیں تو دو طرح کے امور ملتے ہیں جن کا تعلق تجھ سے ہے: ایک وہ جو تیرے پسندیدہ ہیں جیسے اچھی صحت اور خوش حالی۔ ان امور میں آزردگی کی گنجائش نہیں سوائے اس کے کہ بندہ ان کی طرف دیکھے جن پاس یہ نعمتیں اس سے زیادہ ہیں۔ یہاں تجھ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اللہ نے جتنا تیرے لیے مختص کیا ہے تو اس پر راضی رہے کیونکہ اللہ اپنے ملک میں سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اس نے تیرے لیے وہی چُنا جو تیرے لیے بہترین تھا اور جو تیرے حسبِ حال تھا۔ دوسرے امور وہ ہیں جو تیرے ناپسندیدہ ہیں جیسے مصیبتیں، بیماری اور آفات۔ یہ بات تجھ پر حرام ہے کہ ان امور کا سامنا ہونے پر تو ناخوش ہو جائے اور بے چین ہو جائے۔ بہتر یہ ہے کہ تو ان پر بھی خوش

اور راضی رہے اور اگر اس کی استطاعت نہیں رکھتا تو اللہ کی خاطر صبر کا مظاہرہ کرے۔ نبیٔ پاک ﷺ کا ارشاد ہے 'اللہ کی عبادت رضا اور رغبت سے کرو اگر ایسا نہ کر سکو تو جان رکھو کہ ناپسندیدہ امور پر صبر کرنے میں بہت بھلائی ہے'۔

کچھ احمق لوگ بعض احکامات کو ترک کرتے ہیں اور بعض ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہیں اور پھر بھی مطمئن دکھائی دیتے ہیں۔ اس بات کا رضا سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ گناہ کرنا اور اطاعت ترک کرنا تو اللہ کے غضب کا موجب ہیں۔ تو کوئی بھلا ایسی بات پر کیونکر خوش ہوسکتا ہے جو اللہ کی ناراضی کا موجب بنے؟

اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ ۖ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَكُمۡ ؕ

ترجمہ: اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں اور اگر شکر کرو تو اسے تمہارے لیے پسند فرماتا ہے۔ (۳۹:۷)

اصل میں یہ بے چارے صرف اپنے آپ سے راضی ہوتے ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ کی رضا اور اپنے نفس کی رضا ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں اور کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔

کیا خوب لکھا حضرت امام غزالیؒ نے حضرت ابوالفتح دمشقیؒ کو! فرماتے ہیں: 'رضا یہ ہے کہ بندہ باطنی طور پر اللہ کے افعال پر راضی رہے اور ظاہری طور پر ایسے افعال کرے جو اللہ کی خوشنودی کا باعث بنیں'۔

اگر کسی بندے کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ وہ اللہ سے کتنا راضی ہے تو اس کا جواب اُسے مصائب کے نزول، آفات کی آمد، اور شدتِ مرض میں تلاش کرنا ہوگا۔

اس زمانے کے کچھ کمینہ صفت، بدنہاد لوگ اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے طاعات کیوں ترک کیں اور حرام امور میں کیوں مبتلا ہو گئے کہتے ہیں کہ 'یہ تو اللہ کی قضا و قدر کے فیصلے ہیں، ہم ان سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ہم تو (اس کے فیصلے کے پابند) اس کے عاجز اور مجبورِ محض بندے ہیں'۔ یہ فرقۂ جبریہ کا عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے زبانِ قال سے تو نہیں مگر زبانِ حال سے دراصل یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ رسول بھیجنے کا اور کتبِ سماوی کا نزول (نعوذ باللہ) بے فائدہ تھا۔ کیسے ہوسکتا کہ ایمان کا کوئی دعوے دار اپنے حق میں دلائل دے اور حجت کرے اور اپنے رب کے خلاف دلائل دے حالانکہ اللہ کی حجت تمام مخلوقات کی حجت سے بڑھ کر جامع اور فصیح و بلیغ ہے۔ اور کوئی مومن کیونکر مشرکین کی طرح بننا چاہے گا جو اس بات کے قائل ہیں:

لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكۡنَا وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمۡنَا مِنۡ شَىۡءٍ ؕ

ترجمہ: اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے۔ (۶:۱۴۸)

کیا اس نے وہ جواب نہیں سُن رکھا جو اللہ نے انہیں اپنے نبی ﷺ کے ذریعے دیا ہے:

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ

ترجمہ: تم فرماؤ کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لیے نکالو تم تو نرے گمان کے پیچھے ہو اور تم یونہی تخمینے کرتے ہو۔ (۶:۱۴۸)

ایسی حجت پیش کرنے کی جسارت تو وہ مشرکین بھی نہیں کریں گے جو اللہ کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ کہیں گے:

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ

ترجمہ: کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ (۲۳:۱۰۶)

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ

ترجمہ: اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا اور سُنا ہمیں پھر بھیج کہ نیک کام کریں ہم کو یقین آ گیا۔ (۳۲:۱۲)

یاد رکھو کہ بار بار دعا کرنا تقاضائے رضا کے منافی نہیں بلکہ ایسا کرنا رضا ہی میں شامل ہے۔ ایسا ہو بھی کیوں نہ کہ جب دعا خود اللہ کی وحدانیت پر سچے ایمان کا اظہار قرار پاتی ہے، عبودیت کی زبان اور بندے کے عجز و انکسار، اس کے اضطرار اور کم مائگی کا عنوان ٹھہرتی ہے۔ اور جو کوئی ان اوصاف کی حقیقت پا لیتا ہے وہ معرفت و وصلِ الٰہی سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ دعا عبادت کا مغز، مومن کا ہتھیار اور آسمانوں اور زمین کا نُور ہے، اور جو اللہ کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے وہ اُس کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔ قدرت وجلال والے ہمارے مالک کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

ترجمہ: اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اُسے ان سے پکارو۔ (۷:۱۸۰)

اور

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ

ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ (۴۰:۶۰)

وہ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ کو آگ میں پھینکنے اور ایسے میں دعا سے احتراز کا واقعہ ہے اُس میں ضرور ان کی خاص کیفیت کے حوالے سے کوئی راز مضمر رہا ہو گا ورنہ اللہ کی اپنی کتابِ مقدس (قرآن پاک) میں جگہ جگہ حضرت ابراہیم ؑ کی دعاؤں کا ذکر ملتا ہے بلکہ قرآنِ پاک میں جتنی دعائیں ان کی مذکور ہیں اور کسی نبی ؑ کی نہیں ہیں۔ سو اللہ کے کلام کو غور سے پڑھا کرو اور اس سے علم اخذ کیا کرو۔ سارے کا سارا علم اسی کتاب میں پنہاں ہے چاہے وہ خفیف ہو چاہے کثیر، چاہے جلی ہو چاہے خفی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ

ترجمہ: ہم نے اِس کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا۔ (۶:۳۸)

اور یہ بھی فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔ (۱۶:۸۹)

اختتامیہ

آخر میں ہم کچھ ایسے احکامات و ہدایاتِ الٰہی بیان کر رہے ہیں جو احادیثِ قدسی اور احادیثِ نبویؐ میں وارد ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنے رب تعالیٰ کے الفاظ دہراتے ہوئے فرماتے ہیں: 'اے میرے بندو! ظلم کرنا مجھے گوارا نہیں سو اسے تم پر بھی حرام کر دیا، ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر کوئی بھوکا ہے سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں۔ اس لیے مجھ سے کھانے کو مانگو اور میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک راہ گم کردہ ہے سوائے اس کے جسے میں راہ دکھاؤں اس لیے مجھ سے ہدایت مانگو اور میں تمہیں راہ دکھاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر کوئی برہنہ ہے سوائے اس کے جسے میں لباس دوں اس لیے مجھ سے لباس چاہو اور میں تمہیں لباس عطا کروں گا۔ اے میرے بندو! تم دن رات خطائیں کرتے ہو اور میں سب خطائیں معاف کرنے والا ہوں۔ اس لیے مجھ سے مغفرت چاہو اور میں تمہارے سب گناہ معاف کر دوں گا۔ اے میرے بندو! نہ تم مجھے کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہو اور نہ کوئی نقصان۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب انسان اور جن اگر مل کر ایک متقی ترین دل میں بھی ڈھل جاؤ تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ اے میرے بندو! اگر تم سب کے سب انسان اور جن مل کر ایک فاجر دل میں ڈھل جاؤ تو بھی میرے ملک میں کسی خامی کا باعث نہیں بن سکتے۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب انسان اور جن اگر مل کر ایک میدان میں کھڑے ہو جاؤ اور مجھ سے اپنی مرادیں چاہو اور میں ہر ایک کو اس کی مُراد عطا کرتا جاؤں تو بھی میری ملکیت میں سے اس سے زیادہ خرچ نہیں ہوگا جتنا کسی سمندر میں ایک سُوئی کو ڈبو کر نکالنے میں (پانی) صرف ہوتا ہے۔ اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال کا حساب رکھتا ہوں اور ان کا تمہیں پورا پورا اجر عطا کرتا ہوں سو جسے خیر اور بھلائی ملے وہ اللہ کی خوبیاں بیان کرے اور جسے نہ ملے وہ خود کو ہی قصوروار جانے۔'

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک بار اپنے رب کو خواب میں دیکھا۔ اُس نے فرمایا: ''اے محمد!'' تو میں نے کہا: ''لبیک (حاضر ہوں)!''۔ فرمایا: ''جب نماز پڑھو تو کہا کرو: اے اللہ! میں تم سے بھلائی کے کام انجام دینے کا، بُرے کاموں کو ترک کرنے کا، مسکینوں سے محبت کرنے کا اور فتنے سے بچاؤ کا سوال کرتا ہوں۔'

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: 'اے ابنِ آدم! تو میرے لیے قیام کر کہ میں تیری طرف چل کر آؤں۔ تو میری طرف چل کر آ کہ میں تیری طرف دوڑ کر آؤں۔ اے ابنِ آدم! تو دن کے آغاز میں اور اس کے اختتام پر کچھ دیر میرا ذکر کر کہ میں درمیان کے سارے وقت میں تیری کفایت کروں۔ اے ابنِ آدم! صبح کے پہلے وقت میں چار رکعت (نماز) ادا کرنا مت بھول کہ میں اس (دن) کے اخیر تک تیری کفایت کروں۔'

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو وحی کی: 'چار چیزیں (خصائل) ایسی ہیں جن میں تمہاری اور تمہاری اولاد کی بھلائی مضمر ہے۔ ان میں سے ایک تو خاص مجھ سے متعلق ہے، ایک تمہارے متعلق، ایک میرے اور تمہارے درمیان ہے اور ایک تمہارے اور میرے (دوسرے) بندوں کے مابین ہے۔ جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے جو (خاص) مجھ سے متعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تم میری عبادت کرو اور شرک نہ کرو اور جو چیز تمہارے متعلق ہے وہ ہے تمہارا عمل جس کا کہ میں تمہیں اجر دیتا ہوں۔ جہاں تک تعلق ہے اس چیز کا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے تو وہ یہ ہے کہ تمہارا مقام دعا کرنا ہے اور میری شان اسے قبول کرنا ہے۔ اور تمہارے اور دوسرے بندوں کے مابین والی چیز یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جیسا تم ان سے توقع رکھتے ہو۔'

صحفِ ابراہیمیؑ میں آتا ہے: 'عاقل انسان کو اپنی زبان قابو میں رکھنی چاہیے، اسے اپنے زمانے کا ادراک رکھنا چاہیے اور اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔ اسے اپنے وقت (شب و روز) کو چار حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے: ایک حصے میں اپنے رب سے مناجات کرنی چاہئیں، ایک حصے میں اپنے نفس کا احتساب کرنا چاہیے، ایک حصہ اپنے مددگار احباب کے لیے مختص کرنا چاہیے اور ایک حصہ اپنی جائز نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے وقف کرنا چاہیے۔'

تورات میں لکھا ہے: '(اے ابنِ آدم!) میری خاطر نماز قائم کرنے میں کوتاہی نہ کیا کر کیونکہ میں اللہ ہوں اور تیرے دل کے بہت قریب ہوں اور عالمِ غیب میں تُو نے میرا نور دیکھ رکھا ہے۔'

اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتبِ سماوی میں سے کسی میں یوں بھی آتا ہے: '(اے ابنِ آدم!) میں نے تجھے اپنی عبادت کے لیے تخلیق کیا سو کھیل کُود میں نہ پڑ۔ تیرے رزق کا ضامن میں ہوں سو تو خود کو ہلکان مت کر۔ (اے ابنِ آدم!) مجھے تلاش کر اور تو مجھے پالے گا اور اگر تو نے مجھے پالیا تو گویا سب کچھ پالیا لیکن اگر تو مجھے نہ پاسکا تو تُو کچھ بھی نہ پاسکا کیونکہ میں ہی ہر شے سے زیادہ محبوب ہوں۔ (اے ابنِ آدم!) میں اللہ ہوں میں جب کسی شے سے کہتا ہوں: ''ہوجا'' تو بس وہ ہوجاتی ہے۔ میری اطاعت کر اور میں تجھے وہ (قوت و اختیار) عطا کردوں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ''ہوجا'' تو وہ ہوجائے گی۔'

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی فرمائی: '(اے ابنِ عمران!) خبردار رہ اور اپنے دوست کم بنا۔ تیرا جو قریبی دوست اور ساتھی میری مسرت کے حصول میں تیری مدد نہیں کرتا وہ تیرا دشمن ہے۔ اے موسیٰ! ظلم کرنے والوں کی اس بستی میں تیرا کیا کام؟ یہ جگہ تیرے لیے نہیں۔ اس کی فکر و پریشانی اپنے اندر سے نکال پھینک اور اپنے دل و جان سے اس سے دور رہ۔ یہ بہت بُری جگہ ہے۔ ہاں وہ لوگ جو کارِ خیر انجام دیتے ہیں ان کے لیے یہ مقامِ نعمت ہے۔ اے موسیٰ! میں ظالم پر اس وقت تک اپنی نظر رکھوں گا جب تک اس سے مظلوم کو اس کا حق نہیں دلوا دیتا۔ اے موسیٰ! جب مالی آسودگی کو اپنی جانب آتے دیکھے تو کہہ: ''خطا جس کی سزا ملنے میں دیر نہیں'' اور اگر فقر و تنگ دستی کو آتے دیکھے تو کہہ: ''صالحین کے شعار کو خوش آمدید''۔ اے موسیٰ! میرا ذکر مت بھول کیونکہ غفلت سے لازماً گناہوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ مال و دولت جمع نہ کر کیونکہ ایسا کرنے سے دل سخت ہوجاتا ہے۔ اے موسیٰ! ظلم و زیادتی کرنے والوں سے کہہ دے کہ وہ مجھے یاد نہ کریں کیونکہ اگر وہ مجھے یاد کریں گے تو میں انہیں لعنت کے ساتھ یاد کروں گا کہ میں نے اپنے لیے طے کر رکھا ہے کہ جو مجھے یاد کرے گا میں اُسے یاد کروں گا۔'

اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیاؑ کی طرف وحی بھیجی: 'اپنی قوم سے کہہ دو کہ وہ ایسا (کچھ) نہ کرے جیسا میرے دشمن کرتے ہیں، ایسے امور انجام مت دے جیسے میرے دشمن انجام دیتے ہیں، میرے دشمنوں کی سواری پر سوار مت ہو، میرے دشمنوں کا کھانا مت کھائے تا کہ کہیں وہ بھی دوسروں کی طرح میرے دشمنوں میں شامل نہ ہوجائے۔'

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی طرف وحی کی: 'میرے ساتھ اُنس (محبت) رکھ اور باقی سب سے بیگانہ ہوجا۔ اے داؤد! میرے بندوں میں سے صدیقین سے کہہ دے کہ مجھ سے (محبت میں) فرحت حاصل کریں اور میری یاد سے خوشی پائیں۔ اے داؤد! میرے بندوں کو میری محبت کی جانب مائل

کر۔ انہوں (حضرت داوٗدؑ) نے دریافت کیا: یا رب! میں انہیں تیری محبت پر کیسے مائل کروں؟ اللہ نے جواباً فرمایا: انہیں میری عطائیں یاد دلا۔ اے داوٗد! جو کوئی بھاگے ہوئے (گمراہ) کو واپس میری طرف لاتا ہے میں اُسے سخت محنت کرنے والا قرار دے دیتا ہوں۔ اے داوٗد! اگر تو کسی ایسے شخص کو دیکھے جو میرا طالب ہو تو تُو اُس کا خدمت گار بن جا۔ اے داوٗد! دنیا کے نشے میں بدمست عالم سے میری بابت سوال نہ کر (میرا رستہ نہ پوچھ) وہ تجھے میری راہ سے روک دے گا، ایسے لوگ میرے بندوں کے لیے راہزن ہیں۔ اے داوٗد! ایسے اعمال کر جیسے نیک لوگ کرتے ہیں، بُروں پر مُسکرا دے، میرے دوستوں کے ساتھ پورے طور پر مخلص ہو جا اور میرے مخالفین کی مخالفت کر۔ اے داوٗد! بیواؤں اور یتیموں کے لیے شفیق باپ بن جا اور میں تیرے رزق میں اضافہ کردوں گا اور خطائیں معاف کردوں گا۔ اے داوٗد! اپنی نگاہیں نیچی اور اپنی زبان پہ قابو رکھ کیونکہ میں فاسقوں کو پسند نہیں کرتا۔ اپنے لیے اور خطاکاروں کے لیے کثرت سے معافی طلب کیا کر۔'

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبرؑ پر وحی کی: 'جب غصہ آئے تو مجھے یاد کر تا کہ میں تجھے یاد رکھوں اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک نہ کروں۔'

اللہ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی کی: 'بنی اسرائیل سے کہہ دے کہ وہ میرے کسی گھر میں داخل نہ ہوں مگر پاک دلوں کے ساتھ، منکسر نگاہوں کے ساتھ اور پرہیزگار جسموں کے ساتھ۔ اور انہیں (یہ بھی) خبر کردے کہ جب تک وہ مظلوم کو اس کا حق ادا نہیں کردیتے میں ان کی کوئی دعا قبول نہیں کروں گا'۔

اور پھر (حضرت عیسیٰؑ) پر یہ وحی بھی نازل فرمائی: 'اے ابنِ مریم! خود کو تلقین کر، جب سمجھ آجائے تو دوسروں کو تلقین کر اور نہیں تو میرے سامنے شرم سار ہو۔'

بعض آثار میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'جو لوگ دین کے علاوہ علم حاصل کرتے ہیں، جو عمل کرنے کی غرض سے علم حاصل نہیں کرتے، جو دوسروں کو متاثر و مرعوب کرنے کے لیے ذہانت کا لباس پہنتے ہیں، جن کی زبان (لہجہ) شہد سے زیادہ شیریں ہے اور جن کے دل تھوہر سے زیادہ کڑوے ہیں ان (سب) سے کہہ دو: کیا یہ دھوکا وہ مجھے دے رہے ہیں؟ کیا وہ میرا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں؟ بے شک میں ان کو ایسے فتنے میں مبتلا کروں گا کہ ان کے دانا ترین لوگ بھی حیران رہ جائیں گے۔'

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی: 'فقرائ سے بھی جواب طلبی کر تو اس انداز (ادب) سے کر جس انداز میں مال داروں سے کرتا ہے ورنہ جو علم میں نے تجھے سکھایا ہے اسے خاک میں دفن کردے۔'

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داوٗدؑ کی جانب وحی بھیجی: 'اے داوٗد! میرے دوستوں اور محبین سے کہہ دے کہ وہ اپنے (دنیاوی) ساتھیوں کو چھوڑ دیں کہ میں انہیں اپنی یاد سے اُنسیّت عطا کروں، ان کے ساتھ قریب سے گفتگو کروں اور اپنے اور ان کے درمیان (حائل) پردہ ہٹا دوں تا کہ وہ میری عظمت وشان کا نظارہ کرسکیں۔ اے داوٗد! اہلِ جہاں سے میری بابت بات کر اور ان سے کہہ دے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کا حبیب بن جاتا ہوں، جو میرا جلیس بنتا ہے میں اُس کا جلیس بن جاتا ہوں، جو مجھ سے اُنس رکھتا ہے میں اُس کا مونس بن جاتا ہوں، جو میری صحبت میں آتا ہے میں اُس کا صاحب بن جاتا

ہوں، جو میری اطاعت کرتا ہے میں اُس کا خیر خواہ و وفادار بن جاتا ہوں، جو مجھے چُنتا ہے میں اسے چُن لیتا ہوں سو آؤ اور میرا فضل و کرم پاؤ، میری صحبت پاؤ اور میرے ساتھ معاملہ بندی کرو۔ کیونکہ میں اللہ ہوں، سخی ہوں، عزت والا ہوں۔ میں کسی شے سے کہتا ہوں ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتی ہے۔'

اللہ نے اپنے ایک نبیؑ کی طرف یوں وحی فرمائی: 'اے میرے بندے! اپنی آنکھوں کے آنسو اور اپنے دل کا خشوع مجھے دے دے پھر مجھ سے دعا کر تو میں تیری دعا قبول کروں گا کہ میں قریب بھی ہوں اور مجیب بھی۔ اے میرے بندے! شہر شہر جا، قلعہ قلعہ گھوم اور (لوگوں کو) میری طرف سے دو باتیں پہنچا دے: کھاؤ تو پاکیزہ کھانا کھاؤ اور بولو تو صرف سچ بولو۔ اگر ان میں سے کوئی کچھ کرنا چاہتا ہے تو اپنے کام کے نتائج پر غور کر لے۔ اگر نتائج بھلے (خیر والے) ہوں تو تُو اسے وہ کام کرنے دے اور اگر نتائج بُرے ہوں تو اسے ایسا کرنے سے روک۔'

اللہ نے حضرت عیسیٰؑ پر وحی بھیجی: 'بنی اسرائیل سے کہہ دے کہ میری دو باتوں کا دھیان رکھیں: 'اپنے دین کی سلامتی کے لیے دنیا سے کم سے کم (حصہ) لینے پر اکتفا کریں جیسے دنیادار لوگ اپنی دنیا کی سلامتی کے لیے کم سے کم دین پر اکتفا کرتے ہیں۔'

اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی کیا: 'میری قربت کی تلاش ہے تو میرے نافرمانوں سے دوری اختیار کرتے ہوئے اُس تنہا پرندے کی طرح بن جا جو پیڑ کی چوٹی سے خوراک حاصل کرتا ہے، سادہ پانی پیتا ہے اور رات پڑتی ہے تو کسی غار میں پناہ لے لیتا ہے۔ اے موسیٰؑ! میں نے خود کو اس بات کا پابند بنا رکھا ہے کہ ان لوگوں کے کام پورے نہ ہونے دوں جو مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ میں انہیں مایوسی سے ہمکنار کروں گا جن کی امیدیں میرے سوا کسی اور سے وابستہ ہیں، میں ان کی کمر توڑ دوں گا جو میرے علاوہ کسی اور سے مدد مانگتے ہیں اور ان لوگوں کو خود سے بھی بیگانہ کر دوں گا جو میرے علاوہ کسی اور سے محبت کرتے ہیں۔ اے موسیٰ! میرے (کچھ) بندے ایسے ہیں کہ جب وہ مجھے پکارتے ہیں تو میں ان کی پکار سُنتا ہوں، جب وہ میری طرف بڑھتے ہیں تو میں انہیں اپنے قریب کر لیتا ہوں، جب وہ میرے قریب آجاتے ہیں تو میں ان کی حفاظت کرتا ہوں، جب وہ میری طرف داری کرتے ہیں تو میں اُن کی طرف داری کرتا ہوں، جب وہ میرے مخلص بن جاتے ہیں تو میں ان کا مخلص بن جاتا ہوں، جب وہ عمل کرتے ہیں تو میں انہیں جزا دیتا ہوں، جن کے امور کا انتظام میں کرتا ہوں اور جن کے دلوں اور حالات کی میں نگرانی کرتا ہوں۔ میں نے ان کے دلوں کو یہ خصوصیت عطا کر رکھی ہے کہ انہیں بس میری یاد میں ہی سکون ملتا ہے جو ان کی بیماریوں کے لیے شفا ہے اور ان کے قلوب کے لیے ضیا ہے۔ وہ صرف اور صرف مجھ میں سُکھ اور تسکین پاتے ہیں۔ ان کے دل مجھ سے ہی آرام پاتے ہیں اور میری طرف آتے ہوئے ہی وہ قرار پاتے ہیں۔'

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی جانب وحی فرمایا: 'اے داؤد! گناہ گاروں کو خوش خبری دے اور نیک بندوں کو ڈرا (خبردار کر)۔' حضرت داؤدؑ نے عرض کی: 'یارب! میں گناہ گاروں کو خوش خبری اور نیک بندوں کو کیسے خبردار کروں؟' اللہ نے فرمایا: 'گناہ گاروں کو یہ خوش خبری دے کہ کوئی گناہ بھی میری مغفرت سے بڑا نہیں اور نیک بندوں کو یہ کہہ کر خبردار کر کہ وہ اپنے اعمال پر نہ اِترائیں کیونکہ جس سے میں نے حساب کتاب کیا وہ ہلاک ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ اے داؤد! میں نے خود پر رحمت معین کی ہے اور مغفرت چاہنے والوں کے لیے مغفرت کا حکم جاری کیا ہے۔ میں چھوٹے بڑے سب گناہ معاف کرتا ہوں، جو میرے لیے نہ تو کوئی زیادہ ہیں اور نہ ہی کوئی ایسے بڑے ہیں (کہ معاف نہ کر سکوں)۔ اس لیے خود کو ہلکان مت کرو اور میری رحمت سے مایوس نہ ہو کہ میری رحمت وسیع ترین ہے اور میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ زمین و آسمان کے خزانے میرے ہاتھ میں ہیں، ساری خیر اور بھلائی میرے ہاتھ میں ہے، میں نے کوئی چیز بلا ضرورت (غیر مفید) تخلیق نہیں کی کہ سب میری قدرت کو جان لیں اور میری تدبیر اور کاری گری کی حکمت کا نظارہ

کرلیں۔ اے داوٗد! میری بات (غور سے) سُن! میں نے سچ کہا ہے: جب میرا کوئی بندہ اپنے گناہوں سے نادم ہو کر مجھ سے رجوع کرتا ہے تو میں کراماً کاتبین کو اس کے گناہ بُھلا دیتا ہوں اور ان کے بارے میں اس (بندے) سے سوال جواب نہیں کرتا۔ اے داوٗد! میری بات (غور سے) سُن! میں نے سچ کہا ہے: اگر میرا کوئی بندہ اتنے گناہ کرے کہ سارا کرۂ ارض بھر جائے اور پھر بھی کرتا ہی چلا جائے لیکن (پھر ایک وقت آئے کہ وہ) نادم وشرم سار ہو جائے اور مجھ سے بس ایک بار معافی مانگ لے اور مجھے علم ہو جائے کہ اس نے دل میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو میں انہیں اس تیزی سے مٹا دیتا ہوں کہ جس تیزی سے پرندہ بھی زمین پر نہیں گرتا۔' (اِس پر) حضرت داوٗدؑ یوں گویا ہوئے: 'الٰہی! سب خوبیاں تجھے اس بیانِ کرم پر! کوئی بھی جو تجھے جانتا ہے اُسے تجھ سے نا امید نہیں ہونا چاہیے۔'

اے اللہ! ہمیں اپنی پاک ذات کی طرف سے اجرِ عظیم عطا فرما، ہم کو سیدھا راستہ چلا، ہمیں ان کے ساتھ رکھ جن پر تو نے اپنا احسان (فضل) کیا:

مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ

ترجمہ: یعنی انبیاٗ اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (۴:۶۹)

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِـيْمًا

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔ (۴:۷۰)

یہاں یہ تالیف ختم ہوتی ہے۔ اوّل وآخر، ظاہراً اور باطناً سب خوبیاں (ثنا) اللہ کو۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

ترجمہ: وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا (ہے)۔ (۵۷:۳)

جو چاہے اللہ ہمیں کوئی زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اِس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ نہ دکھاتا بے شک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ (۷:۴۳)

مؤلفِ گرامی (حضرت مولانا الحدادؒ) فرماتے ہیں: 'اِس تالیف سے فراغت ۱۰۹۹ ھجری میں ہوئی۔ اللہ سیّدنا و مولانا و وسیلتنا الی ربنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی آلؓ پر فضلیت والے صلاۃ وسلام بھیجتا رہے جب تک کہ یہ سلسلۂ شب وروز قائم رہے۔ (آمین)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔ (۱:۲)